بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمۃ الکتاب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

جناب رسالت مآب محمد ﷺ کی وفات کے بعد امت مسلمہ کے اندر رفتہ رفتہ بدعقیدگی کی خرابیاں پیدا ہونا شروع ہوگئیں اور آج تک اس میں اضافہ ہی ہورہا ہے۔ سب سے پہلے اس امت میں جب افتراق وانتشار پیدا ہوا تو اس وقت صحابہؓ کی کافی تعداد زندہ تھی۔ یہ افتراق جناب عثمانؓ کی شہادت سے شروع ہوا سب سے پہلا فرقہ جو اس امت سے علیحدہ ہوا وہ خوارج کا تھا. یہ فرقہ جنگ صفین کے اختتام پر ظاہر ہوا. پھر جناب علیؓ کے دور خلافت میں شیعہ فرقہ وجود میں آیا اس فرقہ کا بانی عبداللہ بن سبا تھا جو باطن میں یہودی تھا ظاہراً مسلمان ہوگیا تھا اور جناب علیؓ کی ذات میں حلول کا قائل تھا، اسی طرح حسن بصریؒ کے شاگردوں میں سے کچھ لوگ ان سے علیحدہ ہوگئے ان کو حسن بصری کے ساتھ رہنے والوں نے معتزلہ کا نام دیا، پھر مرجیہ، جہمیہ، قدریہ وجود میں آگئے اور اس امت کے افتراق وانتشار کا سلسلہ شروع ہوا جو آج تک جاری ہے. ان مذکورہ بڑے بڑے فرقوں میں سے بعض فرقے بہت سارے فرقوں میں منقسم ہوگئے جیسا کہ خوارج اور شیعہ، ان دونوں فرقوں کے بیس بیس فرقے بن گئے

پھر مامون رشید کی خلافت میں فتنہ خلق قرآن کھڑا ہوگیا اس فتنے میں مامون رشید نے بنفسہ حصہ لیا اس کو خوب پروان چڑھایا اس کی مخالفت کرنے والوں میں سے بعض کو تختہ دار پر چڑھادیا گیا اور بعض کو جیلوں میں ڈال دیا گیا، اس فتنے میں امام احمد بن حنبلؒ مامون کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح کھڑے ہوگئے، سالہا سال تک قید وبند کی صعوبتوں کو برداشت کیا، اللہ تعالی نے امام احمدؒ کو اس میں کامیابی عطا فرمائی، انہوں نے اس فتنے کو آگے بڑھنے سے روک دیا، اس امت میں فتنہ خلق قرآن سے بڑھ کر ایک اور فتنہ نمودار ہوگیا، یہ فتنہ عقیدۂ وحدۃ الوجود اور حلول کا عقیدہ تھا۔ ایک شخص حسین بن منصور الحلاج اس امت میں پیدا ہوا جو اس عقیدے کا حامل تھا۔ وہ اپنے آپ کو ''انا الحق'' یعنی خدا کہنے لگا اور اسی عقیدے کی بنیاد پر اس کو سولی پر چڑھایا گیا. اس کے قتل سے فتنہ ختم نہیں ہوا لیکن اس کے ماننے والے خوف سے اپنا حلیہ بدلنے پر مجبور ہوگئے انہوں نے نئی نئی اصطلاحیں جاری کیں، نئے نئے الفاظ وضع کئے جن کے اندر انہوں نے حلاج کے مذہب کو چھپا لیا. انہی اصطلاحوں میں سے وحدۃ الوجود، وحدۃ الشہود، حلول اور ظہور کی اصطلاحیں ہیں. جب تک حکومت اسلامیہ میں اسلامی حدود پر عمل ہوتا رہا کسی ایسے زندیق و ملحد کو زندہ نہیں چھوڑا گیا جس نے قرآن وسنّت کی مقرر کردہ حدود کو توڑ کر آگے بڑھنے کی کوشش کی. اسی ضمن میں جعد بن درہم اور جہم بن صفوان کو سزائے موت

دی گئی کیونکہ انہوں نے خدائی صفات کا انکار کیا مثلاً اللہ تعالیٰ کا کلام کرنا، رات کے آخری حصے میں آسمان دنیا پر نزول فرمانا، اللہ تعالیٰ کا باصورت ہونا، اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا یعنی بذاتہ ہر جگہ نہ ہونا، اللہ کے کلام کا حروف والفاظ و آواز کے ساتھ ہونا وغیرہ. جعد بن درہم کو عیدالاضحیٰ کے دن خالد القسری ؒ نے قربانی کے جانور کی طرح ذبح کیا۔ خالد نے کہا لوگو! جاؤ اپنی اپنی قربانی کے جانوروں کو اللہ کے نام پر ذبح کرو میں جعد بن درہم کو ذبح کرتا ہوں یہی میری قربانی ہے۔ اسی طرح اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام نہیں کیا کیونکہ اس کے خیال وعقیدے میں اللہ تعالیٰ کے کلام کے حروف ہیں نہ الفاظ اور اس کے کلام کی آواز بھی نہیں۔ اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے جو آواز سنی تھی وہ اللہ تعالیٰ کی آواز نہیں تھی، وہ مصنوعی اور مخلوق کی آواز تھی، اس جرم میں اس امیر نے جعد کو قتل کی سزا دی کیونکہ یہ عقیدہ کفر والحاد کا ہے.

جب تک اسلامی حکمران اسلامی حدود کے نفاذ پر عمل کرتے رہے اس وقت تک ملحدین ومرتدین کے ساتھ یہی سلوک رہا، کسی کو اسلامی سزا سے بچ جانے کا موقع نہیں ملا. مگر جب اسلامی حکمرانوں نے اسلامی حدود کے نفاذ کو معطل کر دیا تو ملحدین نے پھر اپنا کام اعلانیہ طور پر شروع کر دیا انہوں نے اعلانیہ طور پر اپنے آپ کو خدا نہیں کہا لیکن ایسی اصطلاحیں جاری کیں جن کے توسط سے انہوں نے ربوبیت کا اظہار کیا جیسا کہ ابویزید بسطامی کا قول : لیس فی جبتی الا اللہ یعنی میرے جبے کے اندر خدا ہی ہے اور انہیں ملحدین کی روش پر چلتے ہوئے متاخرین صوفیاء نے لفظ مظہر ایجاد کر لیا۔ لفظ مظہر دیوبندیوں وبریلویوں کے مشترک پیر ومرشد حاجی امداد اللہ کے کلام میں بہت ملے گا اور ان کے خلیفہ و جانشین شیخ اشرف علی تھانوی کی کتب اس سے بھری پڑی ہیں۔ لفظ مظہر کا معنی ہے اللہ تعالیٰ نے فلاں چیز میں ظہور فرمایا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے روپ میں دنیا کے سامنے آتا رہتا ہے .اس گمراہ عقیدے کی وضاحت ہم نے اس کتاب میں کی ہے۔ ان کے عقیدے کے مطابق دنیا کی تمام مخلوق میں اللہ تعالیٰ کی ایک ایک صفت ہے مگر انسان اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کا جامع ہے. جب اللہ تعالیٰ کی ایک صفت انسان کے علاوہ باقی مخلوق میں ہوئی تو وہ جزوی خدا ہوئی اور انسان مکمل خدا ہوا کیونکہ اس کے اندر اللہ تعالیٰ کی تمام صفات موجود ہیں. اور حلاج کا یہ قول جس کو حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب نے لکھا ہے کہ میری دو حیثیتیں ہیں ایک ظاہر کی اور ایک باطن کی. میرا ظاہر میرے باطن کو سجدہ کرتا ہے. انہوں نے یہ بات اس سوال کے جواب میں کہی تھی کہ تم اپنے آپ کو خدا کہتے ہو تو نماز کس کی پڑھتے ہو؟ تو انہوں نے یہی مذکورہ جواب دیا تھا. ان کا یہ جواب اس عقیدے کی بنیاد پر ہے کہ انسان کی روح مخلوق نہیں یہ خالق کی تجلی ہے. اس لئے یہ انسان خالق ومخلوق کا جامع ہے اس کا ظاہری بدن مخلوق ہے اور اس کی روح خالق کی روح ہے.

صوفیاء اس کو روح اعظم بھی کہتے ہیں، اس لئے صوفیاء کے مذہب میں خالق کائنات اگر موجود ہے تو اسی انسان میں موجود ہے اس انسان کے باہر اس کا کوئی وجود نہیں، اسی عقیدے کو وحدۃ الوجود کہتے ہیں. یعنی اس کائنات میں ایک ہی ذات کا وجود ہے اور وہ اللہ کا وجود ہے اس کے علاوہ اس کائنات میں کوئی دوسری چیز موجود نہیں ہے. یہاں ظاہر میں جو مخلوق نظر آتی ہے وہ اللہ کا غیر نہیں بلکہ اس کے اسماء وصفات ہیں جیسا کہ اس کتاب میں حاجی امداد اللہ کے کلام میں قرآنی آیت ''**اللہ لا الہ الاھو لہ الاسماء الحسنیٰ** ''(طہ :) کی تفسیر وتشریح میں بیان ہوا ہے. حاجی امداد اللہ نے صاف طور پر بیان کیا ہے کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ اس لئے ہوا کہ وہ اللہ کا مظہر تھے یعنی اللہ تعالی آدم کی شکل وصورت میں ظاہر ہوا.

اور حاجی صاحب نے یہ انکشاف بھی فرمایا کہ بیت اللہ کو بھی اسی لئے طواف کیا جاتا ہے کہ وہ اللہ کا مظہر ہے. یعنی اللہ کی ایک شکل وصورت ہے، وہ غیر اللہ ہوتا تو کبھی مسجود الیہ نہ ہوتا. اور دیوبندیہ و بریلویہ کے پیر ومرشد نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ابلیس بھی اللہ کا مظہر ہے یعنی مظہر مضل ہے. کیونکہ اللہ تعالی کی دو صفتیں ہیں ایک ہادی دوسری مضل. یعنی ہدایت دینے والا اور گمراہ کرنے والا جیسا کہ قرآن میں ہے **یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا** (البقرۃ :) اس لئے ابلیس اللہ کی صفت مضل کا مظہر ہے اور آدم اس کی صفت ہادی کا مظہر ہے. اس لئے نہ آدم اللہ کا غیر ہے اور نہ ابلیس اس کا غیر ہے. اس کی وضاحت اس کتاب میں اس واقعہ میں آپ کو ملے گی جو اشرف علی تھانوی صاحب کے کلام سے ہم نے درج کی ہے، یعنی وہ واقعہ جس میں بیان ہوا ہے کہ ایک آدمی مست ہاتھی پر سوار ہو کر آرہا تھا اور یہ اعلان کرتا جارہا تھا کہ میرا ہاتھی میرے قابو میں نہیں ہے اس سے بچو۔ ایک صوفی نے یہ سن کر کہا : خدا کو خدا سے کیا ڈر، وہ بھی خدا ہے میں بھی خدا ہوں تو ڈر کس بات کا. وہ ہاتھی کے قریب گیا ہاتھی نے اس کو مار ڈالا. یہ سن کر اس صوفی کے مرشد نے فرمایا : یہ ہاتھی اللہ کا مظہر مضل تھا اور اس پر سوار آدمی اللہ کا مظہر ہادی تھا، اس صوفی نے مظہر مضل کو دیکھا، مظہر ہادی کو نہ دیکھا اس لئے ہلاک ہوا. یعنی اس مرشد نے اپنے صوفی مرید کی اس بات کو غلط نہیں کہا کہ یہ ہاتھی خدا تھا اور وہ صوفی بھی خدا تھا : بلکہ ہاتھی پر سوار آدمی کو بھی خدا کہا یہ تینوں خدا تھے. **نعوذ باللہ من الضلال.**

دیوبندیوں کے حکیم الامت سے سوال ہوا کہ جناب حلول وظہور میں کیا فرق ہے؟ فرمایا جیسے انسان آئینہ دیکھتا ہے، آئینہ میں نظر آنے والی اس کی صورت اس کے ظہور کی مثال ہے، حلول کی مثال یہ ہے کہ جیسا کہ پانی میں شکر ملادی جائے اور یہ شکر پانی میں گھل کر پانی ہو جائے شکر کا وجود باقی نہ رہے. اس مثال میں مولوی اشرف علی صاحب نے حلاج کا دفاع کیا ہے کہ وہ حلول کا قائل نہیں تھا، ظہور کا قائل تھا. مگر حلاج کا اپنا قول جو خود اشرف علی صاحب نے ہی نقل کیا ہے

کہ میرا ظاہر میرے باطن کو سجدہ کرتا ہے. اشرف علی صاحب کے قول کی تردید کرتا ہے. کیونکہ اس سے ظاہر ہے کہ وہ رب تعالی کو اپنے اندر موجود مانتا تھا اسی لئے وہ کہتا ہے میرا ظاہر میرے باطن کو سجدہ کرتا ہے، تو اس کا باطن خدا ہوا.

حاجی امداداللہ اوران کے مریدوں کے عقیدے کی اس بات سے وضاحت ہوتی ہے جو انہوں نے اپنے رسالے ''وحدت الوجود'' میں لکھا ہے انہوں نے لکھا ہے وحدت الوجود کی مثال یہ ہے جیسے کسی بڑے درخت کا بیج ہوتا ہے اس بیج کے اندر مکمل طور پر وہ درخت موجود ہوتا ہے مگر نظر نہیں آتا جب اس کو بویا جاتا ہے تو اس سے تمام ٹہنیاں ایسے ہی ظاہر ہو جاتی ہے جب درخت اگتا ہے تو درخت ہی نظر آتا ہے اس کا اصل بیج فنا ہو کر گم ہو جاتا ہے اسی طرح اس کائنات کی اصل اللہ کی ذات ہے جب اللہ نے کائنات بنائی تو وہ اس کائنات میں مخفی ہو گیا اب یہی مخلوق باقی ہے اس کا اصل ظاہر میں موجود نہیں یعنی اللہ کی ذات اس مخلوق سے باہر موجود نہیں. یہ ہے عقیدہ وحدۃ الوجود. درخت اور اس کے بیج کی مثال سے اس کائنات کا حقیقی وجود اور نعوذ باللہ رب تعالی کا اس میں فنا ہو جانا ثابت ہوتا ہے. یہ دہریوں کا عقیدہ ہے جو اس کائنات میں رب کا وجود نہیں مانتے اور یہی عقیدہ فرعون کا تھا۔ شیخ ابن عربی صوفی نے فرعون کو مومن لکھا ہے (فصوص الحکم اردو ص ۴۰۰) اس کی دلیل اس نے یہ دی ہے کہ جب اس کائنات میں ہر شخص خدا ہے تو فرعون بادشاہ ہونے کی وجہ سے بڑا خدا ہوا.

ہمارے زمانے کے صوفیاء جن کے عقائد ونظریات کی وضاحت کے لئے ہم نے یہ کتاب تالیف کی ہے اس ابن عربی کو اپنا امام و پیشوا مانتے ہیں، اس کو شیخ محمد زکریا کاندھلوی اپنی کتاب تبلیغ نصاب وفضائل اعمال میں شیخ اکبر قدس سرہ لکھتے ہیں، جس سے صاف طور پر ثابت ہے کہ یہ صوفیاء تبلیغی جماعت کے قائدین و پیشوا اور دیوبندی علماء واکابرین، اسی ابن عربی کے دین و مذہب پر ہیں. ابن عربی کے مذہب کی نشر واشاعت حاجی امداداللہ نے خوب کی ہے اور انہوں نے اپنے رسالے ''وحدۃ الوجود'' میں صاف طور پر لکھا ہے کہ دیوبندی اکابرین و شیوخ اس کے مذہب پر ہیں، اور وحدۃ الوجود کے عقیدہ پر ثابت قدم ہیں مگر چونکہ اس عقیدے کو چھپانا فرض ہے اس لئے وہ بظاہر اس کا انکار کرتے ہیں دیکھئے حاجی امداداللہ کے رسائل پر مشتمل کتاب (کلیات امدادیہ ص ۲۱۹) عقیدہ حلول و وحدۃ الوجود پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ جن صوفیاء نے خدائی دعویٰ کئے وہ اس دعویٰ میں حق پر تھے اور فرعون بھی حق پر تھا. اس بات کی قوی شہادت یہ ہے کہ مولوی اشرف علی نے لکھا ہے کہ بندہ اپنے وجود سے پہلے خدا تھا. اس کا حوالہ کتاب میں ہے اور اس بات کا ثبوت کہ دیوبندی علماء وشیوخ اسی عقیدے پر ہیں اس کتاب کے اندر آپ کو ملے گا. اشرف علی صاحب کے خلیفہ خواجہ مجذوب نے حضرت کی سوانح حیات میں اشرف السوانح کتاب لکھی ہے انہوں نے لکھا ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب نے وعظ کہنا موقوف کر رکھا تھا،

ایک جلسہ میں کچھ لوگوں نے وعظ کے لئے مجبور کرنا چاہا تو مولوی شاہ سلیمان
پھلواری نے کہا کہ اگر اس حالت میں اس شخص نے وعظ کہلوایا تو...... بیٹھتے ہی
ان کے منہ سے جو پہلا لفظ نکلے گا وہ ہوگا - انا الحق - میں خدا ہوں (ص ۲۱۷)۔
سوال یہ ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب کے منہ سے اس کلمے کے نکلنے کی وجہ
کیا ہے؟ اگر یہ کلمہ ان کے نزدیک دہریت و زندیقیت والحاد ہوتا تو اس کے
نکلنے کا ہرگز امکان نہ ہوتا. اس لئے اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ انسان کا حق
یعنی خدا ہونا اشرف علی صاحب تھانوی اور ان کی تعلیم کے عام کرنے کے لئے
بنائی گئی جماعت تبلیغ کے نزدیک حق وصواب ہے چونکہ اس کا عوام الناس سے
چھپانا فرض ہے اس لئے عام حالات میں مولوی اشرف علی صاحب کے منہ سے
اس کا نکلنا ممکن نہ تھا لیکن اس وقت جب ان کو وعظ کے لئے کہا جا رہا تھا حالت
وجدان پر طاری تھی اس وقت ان کے منہ سے حق و سچ کلمہ کے نکلنے کا امکان تھا
اس لئے اس حقیقت پر پردہ رکھنے کے لئے ان سے وعظ کہلوانا موقوف کر دیا گیا
حاجی امداد اللہ صاحب نے رسالہ وحدۃ الوجود - کلیات امدادیہ ص ۲۲۱ - میں یہ
بھی لکھا ہے کہ وحدۃ الوجود کی مثال اس آہنی سلاخ کی ہے جس کو آگ میں ڈال
کر گرم کیا گیا ہو اور بظاہر وہ آگ بن گئی ہو اور اسی اثناء میں وہ نعرہ لگائے کہ میں
آگ ہوں حالانکہ وہ فی الحقیقت سلاخ ہی ہے لیکن اس کا اپنے آپ کو آگ کہنا
بھی کوئی غلط نہیں ہے. میں کہتا ہوں حقیقت میں یہ مثال وحدۃ الشہود کی ہے
وحدۃ الوجود کی نہیں، وحدۃ الوجود کی صحیح مثال وہ ہے جو حاجی صاحب نے
درخت اور اس کے بیج سے دی ہے، کیونکہ درخت بن جانے کے بعد بیج خود بخود
کالعدم ہو جاتا ہے کسی شکل میں باقی نہیں رہتا.

بعض لوگوں نے صوفیاء کی زندیقیت والحاد پر مبنی اقوال کو جن میں انہوں نے
اپنے آپ کو یا اللہ کے سوا کسی اور کو خدا کہا ہے، وحدۃ الشہود پر محمول کیا ہے یعنی
ظاہر میں ان کو وہ چیز خدا نظر آئی اگرچہ حقیقت میں وہ چیز خدا نہیں مخلوق تھی ان کو
نظر کا دھوکہ ہوا ہے جیسا کہ آگ بن جانے والا لوہا، ظاہر میں آگ ہی نظر آتا
ہے. اگرچہ درحقیقت اندر سے وہ لوہا ہی ہوتا ہے اس کو وحدۃ الشہود کہتے ہیں۔
وحدۃ الوجود پر مبنی صوفیاء کے اقوال کو وحدۃ الشہود پر محمول کرنا ڈوبتے کو تنکے کا
سہارا لینے سے زیادہ کچھ نہیں ہے کیونکہ وحدۃ الوجود صوفیاء کے اقوال وملفوظات
میں واضح اور صاف ہے اس میں کوئی تاویل مفید نہیں ہو سکتی جیسا کہ اس کتاب
میں درج اقوال سے معلوم ہوگا.

حاجی امداد اللہ نے لکھا ہے خدا کو واحد کہنا توحید نہیں واحد دیکھنا توحید ہے
(کلیات امدادیہ ص ۲۲۰) یعنی اللہ تعالی کو وحدہ لاشریک سمجھنا توحید نہیں بلکہ
توحید یہ ہے کہ اس کے سوا اس کائنات میں کوئی چیز موجود ہی نہیں اس کا مطلب
یہ ہوا کہ کائنات میں موجود ہر چیز اللہ کا عکس ہے. اسی کا سایہ اسی کا پرتو ہے ہرگز
اس کا غیر نہیں. اور حاجی صاحب مذکور نے لکھا ہے" معلوم شد کہ در عابد و معبود

فرق کردن شرک است''. (کلیات ص ۲۲۰)
اور حاجی صاحب نے لکھا ہے مبتدی کو الا اللہ کہتے وقت لا معبود، متوسط کو لا مقصود یا لا مطلوب، کامل کو لا موجود اور ہمہ اوست کا تصور کرنا چاہئیے . (کلیات ص ۱۵)
یعنی لا الہ الا اللہ کا جب کوئی شخص ورد کرے تو لا الہ کا معنی لا معبود سمجھے، اور جب کوئی اوسط درجہ کا صوفی و عارف ذکر کرے تو لا الہ کا معنی لا مقصود یا لا مطلوب کرے، اور جب کوئی کامل عارف اس کلمہ کا ذکر کرے تو لا الہ کا معنی لا موجود کرے. اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے کے صوفیاء بریلوی ہوں یا دیوبندی یا تبلیغی جماعت والے ان کے لا الہ الا اللہ کہنے کا کوئی اعتبار نہیں، کیونکہ وہ اس کلمہ کا معنی وہ نہیں کرتے جو آج تک ائمہ سلف کرتے آئے ہیں. یعنی لا معبود الا اللہ. بلکہ وہ اس کا معنی اپنے عقیدے کے مطابق لا موجود الا اللہ کرتے ہیں، یعنی اللہ کے سوا اس کائنات میں کوئی چیز حقیقی و اصلی طور پر موجود ہی نہیں ہے. ہماری اس کتاب میں اسی حقیقت سے پردہ اٹھایا گیا ہے کہ ہمارے زمانے کے صوفیاء بھی حلاج، فرعون اور ابن عربی جیسا عقیدہ رکھتے ہیں اس کے علاوہ ہماری کتاب میں آپ کو یہ بھی ملے گا کہ دیوبندی و تبلیغی جماعت بریلویوں کی طرح قبروں سے مدد مانگنے کو جائز سمجھتے ہیں ان کے عقیدے میں انبیا و اولیاء اپنی قبروں میں اسی طرح زندہ ہیں جیسا کہ دنیا میں تھے. وہ اپنی قبروں سے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں اور یہ انبیاء و اولیاء اپنی قبروں میں وہ تمام کام کرتے ہیں جو دنیا میں کرتے تھے، بریلوی بزرگان کی کتابوں میں اس بات کی تصریح پائی جاتی ہے کہ انبیاء قبروں میں بیویوں سے شب باشی کرتے ہیں. اس بات کی صراحت بریلویوں کے امام و مجدد احمد رضا خان کے ملفوظات ص ۲۷۶ میں موجود ہے. دیوبندیوں کی کتابوں میں اگرچہ اس کی تصریح موجود نہیں۔ مگر ان کا یہ قول کہ انبیاء اپنی قبروں میں وہ تمام کام کرتے ہیں جو دنیا میں کرتے تھے تو اس میں شب باشی بھی آ گئی.
اور تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی جو حنفی المسلک وصوفی المشرب ہیں لکھا ہے، شہداء اپنے دوستوں کی مدد کرتے اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں. اور حاجی امداد اللہ صاحب نے لکھا ہے : نماز پڑھنے والا جب **ایاک نعبد** کہے تو لا موجود الا اللہ کا یقین کرے. (کلیات امدادیہ ص ۵۹)
اور حضرت حاجی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے :

ذات احمد ہے وہ بحر بیکراں ☆ جس کا ایک قطرہ ہے یہ کون و مکاں.
(کلیات امدادیہ ص ۱۵۷)

یعنی محمد ﷺ ایسا سمندر ہیں جس کا کوئی کنارہ نہیں ہے. نعوذ باللہ من ذالک۔
باقی تفصیلات کتاب میں ملاحظہ فرمائیے۔
امید ہے کہ ہماری اس کتاب سے دیوبندی و تبلیغی جماعت کا دین و مذہب و عقیدہ قارئین کرام کے سامنے واضح ہو جائے گا. بصمیم قلب ہم اللہ قادر مطلق

سے دعا گو ہیں کہ یہ کتاب ان لوگوں کے لیے راہ ہدایت بن جائے جو صدیوں سے پھیلائی گئی صوفیت کے اندھیروں میں گم ہیں اور ابلیس لعین اور اسکے حواریوں کی چالوں سے قرآن و سنّت سے اعراض کو ہی دین سمجھے بیٹھے ہیں۔

اللهم اهدنا الصراط المستقيم ۔ آمین۔

الحمدللہ اولا و آخرا.

عطاءاللہ ڈیروی

نوٹ: اس کتاب میں فاضل مؤلف کی تحریر کو منقول حوالہ جات سے ممیّز رکھنے کیلئے گرے یعنی سرمئی رنگ استعمال کیا گیا ہے تاکہ غلطی کا احتمال نہ رہے۔

مقالات اهل الضلال

من اصحاب تبلیغی نصاب و فضائل اعمال یعنی تبلیغی و دیوبندی جماعت کا تباہ کن صوفیت کا عقیدہ :

مذہب حنفی دو جماعتوں میں منقسم ہے ایک دیوبندی، دوسرے بریلوی، دیوبندی جماعت میں سے نصف صدی پہلے ایک جماعت تبلیغ کے نام سے بنی ہے .اس جماعت کے بانی صوفی الیاس صاحب ہیں جن کی ولادت ۱۳۰۳ھ، مطابق ۱۸۸۶ء اور وفات ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۹۴۴ء میں ہوئی ،تبلیغ کا حکم ان کو خواب میں ملا.(ملفوظات الیاس، ملفوظ ۵۰)

مولانا الیاس صاحب اور دیوبندی جماعت کے اکابرین و شیوخ صوفی تھے. سید ابوالحسن علی میاں ندوی فرماتے ہیں :''مولانا الیاس صاحب کا خاندان صدیقی شیوخ کا معتبر گھرانہ تھا''(مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت ص ۴۱)

اس کتاب میں علی میاں لکھتے ہیں: 'مولوی الیاس صاحب نے دس سال مولوی رشید احمد گنگوھی کے پاس بسر کئے ص ۵۳ مولوی رشید احمد صاحب گنگوھی مشہور صوفی بزرگ تھے ان سے ہی مولوی الیاس صاحب نے صوفیت کے سلسلوں پر بیعت کی. کتاب مذکور کے ص ۵۴ پر علی میاں لکھتے ہیں مولانا الیاس صاحب ذکر

کرتے تو ایک بوجھ محسوس کرتے حضرت (گنگوھی) سے کہا تو حضرت تھرا گئے اور فرمایا مولانا محمد قاسم صاحب نے یہی شکایت حاجی امداد اللہ صاحب سے فرمائی تو حاجی صاحب نے فرمایا اللہ آپ سے کوئی کام لے گا (کتاب مذکور ص ۵۵) آنے والے اوراق میں ہم نے جماعت تبلیغ اور دیوبندی علماء واکابرین کے بارے میں انہی کی کتابوں سے ثابت کیا ہے کہ یہ دونوں جماعتیں صوفی ہیں.

بانی جماعت کا قبروں پر مراقبہ

علی میاں فرماتے ہیں مولوی الیاس، عبدالقدوس گنگوھی کے روضہ کے پیچھے ایک بوریہ پر بالکل خاموش دوزانوں بیٹھتے (ص ۵۸) اور آپ سید بدایونی کے مزار کے قریب پہروں خلوت میں بیٹھتے. (ص ۷۱) حالانکہ مولوی الیاس صاحب کا یہ عمل استمداد بالقبور ہے اور قبر والوں سے فیض حاصل کرنے کا طریقہ صوفیانہ ہے مولوی الیاس صاحب کا تعلق جماعت دیوبندیہ سے ہے اور دیوبندی جماعت صوفیت کی راہ پر گامزن ہے.

اہل قبور سے فیض کا حصول

اس لئے ان کے ہاں قبر والوں سے فیض ملتا ہے دیوبندی جماعت کے حکیم الامت اشرف علی صاحب سے سوال ہوا! کیا اہل قبور سے فیض حاصل ہوتا ہے؟

مولانا نے کہا ہوتا ہے اور حدیث سے ثابت ہے حدیث شریف میں قصہ ہے ایک صحابی نے قبر پر بھولے سے خیمہ لگالیا دیکھا کہ مردہ بیٹھا ہوا قرآن شریف پڑھ رہا ہے انہوں نے سنا، اور قرآن سننے سے ثواب ہوتا ہے تو یہ فیض اہل قبور سے ہوا (الافاضات الیومیہ ج ۸ ص ۲۲۹)۔ مولوی اشرف علی صاحب نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ ضعیف ہے حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے (تفسیر ابن کثیر اردو ص ۳ پارہ ۲۹) اور الافاضات الیومیہ ج ۳، ص ۱۱۱ میں ہے مولوی اشرف علی صاحب سے ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت قبروں پر جا کر فیض لیتے ہیں وہاں کس کا اذن ہوگا فرمایا وہاں اذن کی ضرورت نہیں اور الافاضات الیومیہ ج ۹ ص ۴۳ میں یہ بھی ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب فرماتے ہیں اس لئے میں جو اس عمل میں مشغول ہوا تو اس مشغولی کی وجہ سے مجھ کو اس قدر ظلمت محسوس ہوئی کہ اس ظلمت کی مجھ کو برداشت نہ ہوسکی اور میں پریشان ہوگیا آخر میں نے چاہا کہ اس ظلمت کو کس طرح دور کروں تو سوچا...... کچھ عرصہ اہل نور کی صحبت میں بیٹھنا چاہئیے تو اس وقت زندوں میں سے کوئی ایسا نہ ملا کہ اس کے پاس بیٹھتا پھر تین کوس کے فاصلے پر ایک بزرگ کا مزار ہے وہاں گیا تب وہ ظلمت دفع ہوئی.

تین سو اولیاء حرم شریف میں ہر وقت رہتے ہیں

الافاضات الیومیہ ج ۶ ص ۱۵۸ میں ہے حاجی صاحب نے فرمایا حرم شریف

میں ہر وقت تین سو ساٹھ اولیاء حاضر رہتے ہیں مجھ کو ایکبار باطنی اشکال پیش آیا
جس سے میں پریشان ہو گیا دل میں کہا کہ تم تین سو ساٹھ کس مرض کی دوا ہو یہ
خیال آنا تھا کہ ایک شخص آیا اس نے مجھ پر نظر کی وہ اشکال دور ہو گیا۔ان واقعات
سے معلوم ہوا جماعت دیوبندیہ قبروں سے فیض حاصل کرنے پر یقین رکھتی ہے
اور بیت اللہ میں تین سو ساٹھ اولیاء کا ہر وقت موجود ہونا بھی دیوبندی جماعت
کے اکابرین کے ایمان میں داخل ہے۔قریش مکہ نے بھی تین سو ساٹھ بت بیت
اللہ میں گاڑ رکھے تھے دیکھئے دیوبندی عقیدے اور مشرکین مکہ کے عقیدے کے
مابین کتنی مشابہت پائی جاتی ہے قریش مکہ نے جو بت بنا رکھے تھے وہ بھی ان
کے عقیدے کے مطابق اولیاء ہی کے مجسمے تھے۔

تبلیغی جماعت دیوبندی جماعت ہے

تبلیغی جماعت ہمیشہ انکار کرتی ہے کہ دیوبندی جماعت سے اس کا کوئی تعلق
ہے یہ بات سوائے دھوکے بازی کے اور کچھ نہیں اس کے ثبوت کے لئے
پڑھیئے علی میاں ندوی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ آخری علالت میں یہ واقعہ بیان کیا
کہ ایک مرتبہ ایسا بیمار تھا اور اتنا کمزور تھا کہ بالا خانے سے نیچے نہیں اتر سکتا تھا
اتنے میں خبر سنی کہ حضرت سہارنپوری (خلیل احمد مؤلف بذل المجھود) دہلی
تشریف لائے ہیں بس بے اختیار اسی وقت پیدل دہلی روانہ ہو گیا یہ بھی یاد نہ رہا
میں اسقدر بیمار اور کمزور تھا کہ بالا خانے سے اترنا دشوار تھا دہلی کے راستہ میں
مجھے یاد آیا......اس کے بعد علی میاں نے لکھا ہے (دوسرے مشائخ اور بزرگوں
سے تعلق) اس عرصہ میں دوسرے مشائخ اور مولانا گنگوہی کے دوسرے خلفاء
سے عقیدت مندی اور صحبت و استفادہ کا تعلق برابر قائم رہا شاہ عبدالرحیم رائے
پوری، مولانا محمود الحسن تھانوی صاحب، (دیوبندی) اور مولانا اشرف علی تھانوی
، سے ایسا تعلق تھا کہ فرماتے تھے یہ حضرات میرے جسم و جان میں بسے ہوئے
تھے۔(مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت ص ۵۸،۵۹)

بانی جماعت صوفی تھے

بانی جماعت تبلیغ مولوی الیاس صوفیت کے طریق کار پر کاربند تھے یہ طریقہ
گنگوہی کے صاحب زادے حکیم مسعود احمد صاحب کے ہاتھوں پروان چڑھا علی
میاں ندوی فرماتے ہیں آپ ابتدا سے نحیف ولاغر تھے اسی گنگوہ کے قیام میں
آپ کی صحت خراب ہو گئی دردسر کا ایک خاص قسم کا دورہ پڑا جسکی وجہ سے مہینوں
سر کا جھکانا تکیہ پر سجدہ کرنا بھی ناممکن تھا مولانا گنگوہی کے صاحبزادے حکیم
مسعود احمد صاحب معالج تھے ان کا خصوصی طرز یہ تھا کہ بعض امراض میں پانی
بہت دنوں کے لئے چھڑا دیتے تھے بہت کم لوگ اس پرہیز کو برداشت کر سکتے
مگر مولانا نے اپنے مخصوص اصول کی پابندی اور اطاعت کے مطابق معالج کی
پوری اطاعت کی اور پانی سے پورا پرہیز کیا۔

بانی جماعت نے سات برس کامل پانی نہیں پیا

مولوی الیاس صاحب نے سات برس کامل پانی نہیں پیا اس کے بعد بھی پانچ برس تک برائے نام پانی پیا (کتاب مذکورہ ۵۵،۵۶) اس واقعہ سے یہ حقیقت کھل گئی کہ صوفیت کی راہ پر مولوی الیاس صاحب کو اسی صوفی حکیم نے ڈالا اس حکیم صاحب کا یہ طریقہ علاج بالکل جوگیوں اور رہبانیت کی راہ پر چلنے والوں کے مشابہ تھا یہ حکیم صاحب ایک سیدھے سادھے فطرت انسانی پر ہونے والے کے دماغ کو اسقدر بگاڑ دیتے تھے کہ وہ زندگی بھر اپنی فطرت کی طرف لوٹنا معدوم کر دیتا پانی، کھانا، فطرت انسانی کے لئے لازمی چیزیں ہیں جو انسان غیر فطری طریقہ اختیار کریگا اس کا دل و دماغ قطعاً فطرت پر نہیں رہیگا معلوم یہ ہوتا ہے اس حکیم صاحب نے سیدھے صاف عقیدہ مسلمانوں کو جوگیوں، کاہنوں رھبانوں کی راہ پر ڈالنے کا مطب کھول رکھا تھا ان کے طریقہ علاج نے مولوی الیاس صاحب کو وہاں پہنچا دیا جہاں سے واپس ہونا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے.

نبی کریم ﷺ نے غار حرا میں نبوت سے پہلے عبادت کی ان ایام کے دوران آپؐ کھانا پانی اپنی ساتھ رکھتے اور بوقت ضرورت استعمال فرماتے تاکہ فطرت انسانی میں کوئی بگاڑ پیدا نہ ہو امام بخاریؒ اپنی صحیح میں حدیث لائے ہیں اس میں یہ الفاظ پڑھئے. **فكان يخلو بغار حراء فيتحنث فيه وهو التعبد الليالي ذوات العدد قبل ان ينزع الى اهله ويتزود ثم يرجع الى خديجة فيتزود لمثلها حتى جاءه الحق (البداية والنهاية).**

یعنی جتنی راتیں غار حراء میں رہتے اس قدر کھانے پینے کا سامان گھر سے لے جاتے اور رسول اللہ ﷺ نے روزوں میں وصال سے بھی اسی لئے منع فرمایا:

عن أبي هريرةؓ قال نهى رسول الله ﷺ عن الوصال فقال رجل من المسلمين فانك تواصل يا رسول الله فقال وأيكم مثلي اني أبيت يطعمني ربي ويسقيني. (متفق عليه سبل السلام ص۶۵۱).

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے روزوں میں وصال سے منع فرمایا تو ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول آپ بھی وصال فرماتے ہیں آپ نے فرمایا تم میں سے کون ایسا ہے جو میری مثل ہو مجھے میرا اللہ رات کو کھلاتا و پلاتا ہے. اس حدیث میں صاف وضاحت ہے کہ روحانی غذا انبیاء کو ملتی ہے انبیاء بغیر کھائے پیئے زیادہ عرصے جی سکتے ہیں اس چیز میں انبیاء کا کوئی ثانی نہیں ہے.

مولوی الیاس کی والدہ کا دعویٰ مجھے اللہ کھلاتا پلاتا ہے

لیکن مولوی الیاس صاحب کی والدہ کا دعویٰ تھا کہ وہ تسبیحات سے غذا حاصل کر لیتی ہیں اس لئے وہ بغیر کھائے پیئے صحت مند تندرست رہتیں. (مولوی الیاس کی دینی دعوت ص۵۰)

رسول اللہ ﷺ مولوی الیاس کے والد کے جنازہ کے انتظار میں

مولوی الیاس صاحب کے والد کی جب وفات ہوئی تو ایک صاحب ادراک بزرگ نے دیکھا، وہ کہتے ہیں مجھے جلدی لے چلو رسول اللہ ﷺ میرا انتظار کررہے ہیں (مولوی الیاس کی دینی دعوت ص ۴۸) یہاں پہلا سوال تو یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی امت سے روزانہ کتنے مولوی الیاس صاحب کے والد جیسے بزرگ بلکہ ان سے بھی زیادہ فوت ہوتے ہونگے کیا رسول اللہ ﷺ سب کے جنازے کے انتظار میں اپنی قبر سے تشریف لاتے ہونگے اگر ایسا ہے تو پھر قبر شریف خالی رہتی ہوگی اور حجاج کرام روضہ مطہرہ پر جو سلام پڑھ کر آتے ہیں وہ قبر کی مٹی کی نظر ہوجاتا ہوگا کیونکہ آپ وہاں ہیں ہی نہیں بلکہ اپنی امت کے بزرگوں کے استقبال کے لئے ہمیشہ باہر ہی رہتے ہے دوسری بات یہ ہے کہ آپ تو ایک ہیں کس کس بزرگ کا استقبال فرماتے ہونگے اور یہ بھی یہ کہ یہ صاحب ادراک کون ہے جنہوں نے میت کی بات سن لی ان تمام سوالوں کا ایک ہی جواب ہے (**اذالم تستحی فاصنع ما شئت**) جب تجھے جھوٹ بولنے میں حیا نہ آئے تو جو بھی تیرے جی میں آئے تو کر.

مولوی الیاس صاحب نے مولوی رشید احمد گنگوھی سے بیعت کی مولوی صاحب کو رشید احمد صاحب سے ایسا قلبی تعلق پیدا ہوا کہ بغیر ان کے دیکھے آپ کو تسکین نہیں آتی تھی بعض اوقات وہ ان کو دیکھنے کے لئے رات کو اٹھتے اوران کا چہرہ دیکھ کر سوتے. دیکھئے ابوالحسن علی میاں ندوی کی کتاب (مولوی الیاس کی دینی دعوت ص ۵۴)

معین الدین چشتی کو ایک صوفی نے کچھ کھلا کر صوفی بنایا

خواجہ معین الدین چشتی کو بھی ایک جوگی نے کچھ کھلا کر اپنی راہ پر ڈال لیا تھا ایک روز خواجہ صاحب درختوں کو پانی دے رہے تھے کہ ایک مجذوب درویش ابراہیم قندوزی کو ادھر آتے دیکھا دوڑ کر استقبال کیا باغ میں لاکر بڑے ادب سے درختوں کے سائے میں بٹھایا انگوروں کا گچھا خدمت میں پیش کیا درویش نے اپنی بغل سے کھلی کا ٹکڑا نکال کر خواجہ کے منہ میں ڈال دیا اس ٹکڑے کے چباتے ہی خواجہ کے دل میں ولولہ عشق و ذوق الٰہی کا ایک نور پیدا ہوگیا اپنے املاک و اسباب دنیوی سے منہ پھیر لیا گھر بار، مال و اسباب فروخت کر کے سب کچھ درویشوں میں تقسیم کر دیا اور خود طلب حق کے لئے مسافرت اختیار کی (خلیل الصادقین اردو ترجمہ دلیل العارفین ص ۳۷-۳۸)

اس درویش نے معین الدین صاحب کے منہ میں جو چیز ڈالی وہ جادو کا اثر کر گئی اس نے اس سیدھے سادھے مسلمان کا دماغ پھیر دیا آناً فاناً وہ مال و اسباب چھوڑ کر راہب ہوگیا یہی راستہ جماعت تبلیغ نے اختیار کیا ہے ان کے نزدیک مال و اسباب بت ہے اس کو ترک کرنا ضروری ہے.

جماعت تبلیغ کی غیبی آدمی سے تائید

(ایک عارف کی توثیق)اس عنوان میں علی میاں نے حکایت لکھی ہے صاحب زادہ مولوی یوسف بیان کرتے ہیں.ایک مرتبہ ہم لوگ اپنی قیام گاہ پر جو باب العمرہ کے برابر والے مکان میں تھی بیٹھے تھے حضرت مولوی الیاس کچھ فرمارہے تھے اور ہم سن رہے تھے کہ ایک شخص دروازے کے سامنے آکر کھڑا ہوا اور کہا جو کام تم کرر ہے ہو اس میں مشغول رہو یہ کام اتنا بڑا ہے کہ اس کا اجر وانعام تم کو بتادیا جائے تو برداشت نہ کرسکو گے شاید مرگ ہوجائے یہ کہہ کر وہ شخص وہاں سے چلا گیا کچھ معلوم نہ ہوا کہ وہ کون بزرگ تھے(مولانا الیاس کی دینی دعوت ص ۱۰۹،۱۱۰)

تبلیغی جماعت کی بنیاد اور اس کی روح خواب وکشف ومکاشفات غیبی کی توثیق و تائید پر ہے حالانکہ یہ تمام چیزیں حق کا کوئی معیار نہیں حق کا معیار قرآن و حدیث ہے اگر کسی مذہب وتحریک کی قرآن وسنّت سے تائید ملتی ہے تو وہ برحق ہے اگر نہیں تو پھر کسی کا خواب کسی کا کشف کوئی غیبی تائید کچھ بھی نہیں.

نبی کریم ﷺ کے خلاف قریش نے دارالندوہ میں جو اجتماع کیا تھا اس میں ایک شیخ نجدی بھی تھا جس نے رسول اللہ ﷺ کے قتل کئے جانے کی تائید کی تھی وہ شیطان تھا شیخ نجدی کی صورت میں اس اجتماع میں شریک ہوا غزوہ بدر میں بھی اس نے خوب کردار ادا کیا اور قریش کو بے وقوف بنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی

''سورہ انفال آیت ۴۸ میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے : ترجمہ :''اور جس وقت خوشنما کردیا شیطان نے ان کی نظروں میں ان کے اعمال کو اور بولا کوئی بھی غالب نہ ہوگا آج کے دن لوگوں میں سے میں تمہارا حمایتی ہوں پھر جب آمنے سامنے ہوئیں دونوں فوجیں تو وہ الٹا پھرا اپنی ایڑیوں پر اور بولا میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں جو میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے میں ڈرتا ہوں اللہ سے اور اللہ کا عذاب سخت ہے''.

سیرت وتفسیر کی کتابوں میں ہے شیطان اس روز سراقہ بن مالک کی شکل میں ظاہر ہوا جو بنی کنانہ کے سردار تھے

اور علی میاں کتاب مذکورہ ص ۱۱۱ میں آگے لکھتے ہیں۔

ہندوستان کی نسبت حجاز میں تبلیغ کی زیادہ ضرورت

عرب کے سفر میں اس قدر اندازہ ہوگیا کہ ہندوستان کے مقابلہ میں عرب میں تبلیغ کی زیادہ ضرورت ہے اس جملے سے کہ عرب میں تبلیغ کی زیادہ ضرورت ہے تبلیغی جماعت کے ہدف وغرض وغایت کا اندازہ کرلینا چاہیئے عرب جن کی زبان قرآن وحدیث ہے عرب کا بچہ جب زبان کھولتا ہے تو عربی بولتا ہے وہاں تبلیغ کی اتنی کیوں ضرورت ہے جو ہندوستان میں نہیں جو شرک و بدعت وکفر سے بھرا ہوا ہے ہر قسم کے کفر وزندیقیت کو وہاں پنپنے کی کھلی آزادی ہے اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ جماعت تبلیغ کا مقصد جاہل عوام کو صوفی بنانا ہے اور یہ

کام واقعی عرب میں اتنا آسان نہیں جتنا کہ ہندوستان میں ہے مثلاً تبلیغی جماعت کا یہ مشہور قول کہ خروج کے دنوں میں کسی مسجد میں ایک نماز با جماعت پڑھنا تین کروڑ نماز کا ثواب رکھتا ہے (فضائل اعمال کتبخانہ فیضی لاہور ۳۳۷/۴۹ میں ہے ایک نماز کا ثواب تین کروڑ پینتس لاکھ چون ہزار چار سو بتیس درجہ ہے) کسی عرب کے سامنے جب یہ بات کہی جائے گی تو ضرور پوچھے گا کہ بیت اللہ کی ایک نماز کے ثواب سے جو ایک لاکھ ہے خروج کی نماز کا ثواب اس قدر کیوں بڑھ گیا ہے وہ فوراً کہدے گا (ان هـــذا الا كـــذب مبيـــن) نہیں یہ مگر ظاہر جھوٹ، اور اگر کسی عرب سے کہا جائے کہ رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ قبر سے نکلا تو نوے ہزار آدمیوں نے اس کی زیارت کی یہ سن کر وہ فوراً یہ کہنے پر مجبور ہو جائے گا (مـايـقـول هذا الا افاك اثيم) یہ بات کہنے والا رسول اللہ ﷺ پر بہت بڑی تہمت لگانے والا گنہ گار ہے یہی وجہ ہے جماعت تبلیغ پر حکومتی سطح پر بلاد عرب میں سے مملکت عربیہ سعودیہ میں پابندی لگی ہے ''القول البلیغ'' کے مؤلف نے اپنی اس کتاب میں بانگ دہل اعلان فرمایا ہے کہ تبلیغی جماعت گمراہ اور بدعتی جماعت ہے یہ جماعت اس طریقے پر نہیں جس پر آپ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ تھے یہ جماعت صوفیاء کے طریقہ ومنہج پر چلتی ہے جو بدعت ہے سعودی عرب کے مفتی اعلیٰ شیخ عبدالعزیز بن بازؒ نے بھی اس جماعت کو بدعتی جماعت قرار دیا ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ تبلیغی جماعت خروج پر ایمان رکھتی ہے جماعت کے اصولوں میں سے خروج بڑا اصول ہے کوئی عالم کوئی مسلمان اپنے علاقے میں رہ کر دین کا کام نہیں کر سکتا اس کو اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ اپنے گاؤں اپنے محلے میں رہ کر دین کی تبلیغ کرے بلکہ اس پر خروج فرض ہے جماعت کے بانی نے اس خروج کی فرضیت قرآن کریم کی اس آیت سے نکالی ہے ﴿کـنـتـم خيـرا مة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتـنـهـون عن الـمنكر﴾ (النساء : ۱۱۰) یعنی تم ایک افضل امت ہو جو لوگوں کے لئے نکالی گئی تم نیکی کا حکم کرتے ہو برائی سے روکتے ہو اخرجت کا معنی انہوں نے گھر سے نکالی گئی کیا ہے چونکہ یہ تفسیر عقل ونقل کے خلاف تھی اسلئے جماعت کے بانی نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ تفسیر مجھے خواب میں القا ہوئی (ملفوظات شاہ محمد الیاس ملفوظ ۵۰) یہ خروج بدعت فی الاسلام ہے دین اسلام کی تبلیغ کے لئے گھر سے نکل کر دوسرے علاقے میں جانا ضروری نہیں اللہ تعالی کا ارشاد پاک ہے ﴿وانـذر عشيـرتک الاقـربين﴾ (الشعراء : ۲۱۴) اے محمد ﷺ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے.

﴿يا ايها الذين آمنوا قوا انفسكم واهليكم نارا﴾ (التحریم : ۶) اے ایمان والو بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے.

ان آیات میں اللہ تعالی نے اپنے گھر والوں اور رشتہ داروں کو تبلیغ کرنے کا حکم فرمایا ہے اس لئے آپ ﷺ نبوت ملنے کے بعد مکہ مکرمہ میں ۱۳ سال تک مقیم

رہے آپ مدینہ اس وقت گئے جب انصار نے آپ کے ہاتھ پر مدینہ کے حکمران کی حیثیت سے بیعت کرلی یعنی آپ کو مدینہ کا حکمران تسلیم کرلیا اور آپ نے دوسرے ملکوں میں معلمین و مبلغین اس وقت بھیجے جب وہاں مسلمانوں کی حکومت قائم ہوگئی یعنی جب وہ ممالک اسلام میں داخل ہوگئے اور مملکت اسلامیہ کے صوبے بن گئے تب آپ نے مبلغین و معلمین کو وہاں بھیجا.

آپ ؐ نے کبھی کفار کے ملک میں تبلیغ کے لئے مبلغ نہیں بھیجے

آپ ؐ نے اپنی پوری زندگی میں کسی غیر اسلامی ملک میں صحابہ کو نہیں بھیجا اور صحابہؓ کی پوری خلافت اسلامیہ میں بھی ایسا کوئی واقعہ نہیں ملتا کہ انھوں نے کفار کے کسی ملک میں کسی کو مبلغ بنا کر بھیجا ہو بلکہ نبی کریم ﷺ نے کفار کے ملک کی طرف قرآن لیجانے سے بھی منع فرمایا ہے.

کفار کے ملک کی طرف قرآن لے جانے کی ممانعت

امام بخاریؒ فرماتے ہیں "**باب کراھیة السفر بالمصاحف الی ارض العدو**" یعنی کافر ملک جس کی مسلمانوں کے ساتھ دشمنی ہو اس کی طرف قرآن لیجانے کی ممانعت ہے "**عن عبدالله بن عمرؓ ان رسول الله ﷺ نھی أن یسافر بالقران الی ارض العدو**" یعنی نبی کریم ﷺ نے دشمن کافر ملک کی طرف قرآن کریم لے جانے سے منع فرمایا ہے. آپ نے یہ حکم اس لئے دیا تا کہ دشمن قرآن کریم کی بے حرمتی نہ کرسکیں (فتح الباری کتاب الجھاد باب ۱۲۹ حدیث ۲۹۹۰) یہ حدیث صحیح مسلم کتاب الامارۃ (باب ۲۴ حدیث ۱۸۶۹) میں بھی ہے اس کے آخر میں ہے "**مخافة ان ینالہ العدو**" یعنی تا کہ دشمن قرآن کریم کی بے حرمتی نہ کریں.

امام نوویؒ فرماتے ہیں امام ابوحنیفہؒ وامام بخاریؒ وغیرہ نے کہا ہے اگر جہاد میں جانے والوں کا لشکر قلیل ہو جس پر دشمنوں کے غالب ہونے کا امکان ہو تو قرآن کریم کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں اور اگر مسلمانوں کا لشکر بڑا ہو تو قرآن اپنے ساتھ لیجانے میں کوئی حرج نہیں لیکن یہ یاد رہے یہ اجازت اسلامی لشکر کے لئے ہے جو جہاد کے لئے دشمن ممالک میں جائے. امام نوویؒ فرماتے ہیں اس معاملہ میں صحیح قول یہی ہے اور امام مالکؒ نے مطلقاً قرآن لے جانا ناجائز کہا ہے. امام ابوحنیفہؒ سے ابن المنذرؒ نے مطلقاً جواز کا قول نقل کیا ہے مگر وہ ضعیف ہے ان کا صحیح قول وہی ہے جو پہلے گزرا ہے. اس سے معلوم ہوا کہ کافر ملکوں میں قرآن کریم عام لوگوں کو لے جانے کی اجازت نہیں ہے جو ان ملکوں کا سفر دنیاوی اغراض ومقاصد کی وجہ سے کرتے ہیں لیکن کیا کافروں کے ملکوں میں تبلیغی مشن پر مسلم جماعتوں کا جانا جائز ہوگا یا نہیں اس بات کا جواب بطور نص کے ملنا مشکل ہے کیونکہ قرآن وسنّت میں جو بات موجود ہے وہ ہے کفار سے جہاد اور کفر کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کا حکم ﴿**وقاتلوھم حتی لا تکون فتنة ویکون الدین**

لـلـه﴾ (البقرۃ : ۱۹۳) یعنی کفار سے اس وقت تک لڑائی جاری رکھو جب تک دنیا سے فتنہ ختم نہ ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا دین غالب نہ آجائے.

قرآن کے اس حکم سے یہ سوال ختم ہو گیا کہ کفار کے ملکوں میں جا کر دین کی تبلیغ کی جائے کیونکہ یہ بات کفار کے ملکوں میں ان کی حکومتوں کو تسلیم کئے بغیر ممکن نہیں اور مسلمانوں کو کافروں کی حکومت تسلیم کرنا جائز نہیں کیونکہ مسلمانوں کو ان کی حکومتوں کو ختم کرنے کا حکم ہے ان کو برقرار رہنے دینے کا نہیں اگر مسلمان کفار کی حکومت تسلیم کرلیں ان سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کرلیں تو جہاد اسلامی ختم ہو کر رہ جائے گا.اور جب سے مسلمانوں نے کفار کی حکومتوں کو تسلیم کرنا شروع کیا ہے اور مسلمان کفار کے مما لک میں آباد ہونا شروع ہوئے ہیں اسی وقت سے مسلمانوں پر زوال آنا شروع ہو گیا ہے کیونکہ مسلمان کفار کے ملکوں میں آباد ہونے لگے ادھر کفار نے مسلمانوں کے ملکوں میں ڈیرہ ڈالنا شروع کردیا ادھر مسلمانوں نے کفار کے ملکوں میں اسلام کی اشاعت کا بیڑہ اٹھایا ادھر کفار نے مسلمانوں کے ملکوں میں اپنے مذہب کی نشرواشاعت کے مراکز قائم کردیئے ادھر مسلمانوں نے کفار کو مسلمان کرنا شروع کیا ادھر کفار نے مسلمانوں کو کافر بنانے کی مہم تیز کردی دونوں گروہ و جماعتیں اپنے اپنے مشن پر تندہی سے کام کررہی ہیں جماعت تبلیغ و دیگر جماعتوں کو فخر ہے کہ وہ کفار کے مما لک میں اسلام کا نور پھیلا رہے ہیں.اور آئے دن اخبارات ولٹریچر کے ذریعے یہ بات شائع کرتے رہتے ہیں کہ ہم نے اتنے کفار کو مسلمان کردیا ! ادھر کفار کیا کررہے ہیں مسلمان اس سے غافل ہیں مسلمانوں نے ہر کافر کے لئے دروازے کھول رکھے ہیں۔

علاوہ ازیں ہم نے جہاد بالسیف ترک کردیا ہے اور مسلمان کفار کے طاغوتی غیر اخلاقی نظام وقانون کے زیر سایہ زندگی بسر کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور بڑے فخر سے کفار کے ملکوں میں سیر وسیاحت کو تبلیغ دین کا نام دیکر اپنے اصل فریضے سے غافل ہوئے بیٹھے ہیں اور کفار مسلمانوں کے ملکوں میں کیا کررہے ہیں قوم کو اس سے تبلیغ دین وخروج کی گولیاں کھلا کر نیند میں سلائے رکھنے کی جدوجہد میں مشغول ہیں تا کہ کفار پوری آزادی سے مسلمان ملکوں میں اپنے مشن کی تکمیل کرسکیں ہماری مسلم قوم کا حال اس کشتی میں سوار لوگوں سے مختلف نہیں جس کو دشمنوں نے چاروں طرف سے آگ لگا رکھی ہو اور اس میں سوار لوگ اپنے نصاب کی کتاب کھول کر پورے دین کو اپنے اندر داخل کرنے کے لئے غور وفکر کررہے ہوں ان کو کوئی فکر نہیں کہ وہ کشتی جسمیں وہ سوار ہیں آگ کی لپیٹ میں ہے ان کی پوری جدوجہد اس بات پر مرکوز ہے کہ پورا دین ہمارے اندر کیسے آجائے اس کے لئے سخت محنت کی ضرورت ہے وہ محنت کیا ہے وہ یہ ہے کہ اپنے مسلمان ملک وقوم کو کفار کی لگائی ہوئی آگ میں جھلستا دیکھ کر اس کو چھوڑیں اور کفار کے ملکوں میں دین کی تبلیغ کا کام کریں اپنے بال بچوں والدین مسلمان

مردعورتوں کوشرک وکفر والحاد وقتل وغارت وڈکیتی اغوابرائے تاوان میں جلتا ہوا چھوڑ کر چلّے لگائیں اوران چلّوں کے ذریعہ پورے دین کونگل کر اپنے اندر داخل کریں تاکہ دین کا کوئی حصہ باہراس دنیامیں نہ رہ جائے.

انگریزوں کے ساتھ خضرؑ

ہندوستان میں انگریزی فوج کے ساتھ جولوگ لڑرہے تھے ان میں مولوی فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی بھی تھے اچانک ایک دن مولانا کودیکھا گیا کہ خود بھاگے جارہے ہیں اور کہتے جارہے ہیں کہ لڑنے کا کیا فائدہ خضر کو تو میں انگریزوں کی صف میں پارہاہوں (حاشیہ سوانح قاسمی ۲ ص۱۰۳) یہ جماعت تبلیغ کے اکابرین کا حال ہے ان کو ہندوستان کی آزادی کی جنگ میں حصے لینے کی کیا ضرورت تھی ان کا ایمان ویقین یہ تھا کہ اللہ تعالی کی نصرت وتائید بصورت خضر انگریزوں کے ساتھ ہے یہ واقعہ ان لوگوں کے دعویٰ کو مزید پکا کردیتا ہے جو کہتے ہیں جماعت تبلیغ اس لئے بنائی گئی تھی تاکہ کفار مسلمانوں کے ملک میں قابض رہیں مسلمانوں میں ان کے خلاف کوئی تحریک نہ اٹھنے پائے انگریزوں کے ہندوستان پر قبضہ کے دوران دونئی تنظیمیں وجود میں آئیں ایک قادیانی جماعت اور دوسری تبلیغی جماعت ہے۔ان دونوں جماعتوں کا دعویٰ ایک ہے کہ جہاد بالسیف کی مسلمانوں کواب ضرورت نہیں ہے لہذا جتنا ممکن ہو مسلمانوں کوان کے حکمرانوں کے خلاف آواز نکالنے سے روکا جائے خواہ یہ حکمران کافرہوں یا قبر پرست. یہی وجہ ہے دنیا کی ہر حکومت کے دروازے بشمول اسرائیل اس جماعت کے لئے کھلے ہیں بلکہ اکثرو بیشتر فاسق و فاجرومسلم حکمران فوراً اس جماعت میں شمولیت اختیار کرلیتے ہیں اوراپنی پوری حکومت کی قوت اس جماعت کی ترقی میں لگادیتے ہیں اورحق کی آواز کو بندوق کی گولی اورتلوار کی نوک سے دبادیتے ہیں۔

ایک ہندوقوم پرست کا تبلیغی جماعت پراظہارطمانیت

مولوی مختاراحمد صاحب ندوی سابق امیر جماعت اہلحدیث ہند کا بیان صحیفہ اہلحدیث کراچی میں چھپا ہے جس میں مولانا نے فرمایا ابھی ممبئی میں کچھ دن پہلے جماعت تبلیغ کا اجتماع ہوا تو بال ٹھاکرے (ہندوقوم پرست لیڈر) نے اپنے دعائیہ کلمات میں کہا کہ بھگوان کرے آپ ہی جیسے لوگ اس ملک میں اٹھیں اس لئے کہ آپ کے پاس ایسا کوئی پروگرام نہیں جس سے ہم کو کوئی نقصان پہنچے ہم آپ کے امن کے سائے میں آباد رہیں گے. یہ ہے جماعت تبلیغ جس کے پروگرام سے ہندو سلطنت کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتی اسی وجہ سے اس جماعت کواسرائیل جیسے ملک کا ویزہ بآسانی مل جاتا ہے۔

اسلامی تحریک کے قاتل کو جنت کا سرٹیفیکٹ

مصرمیں جمال عبدالناصر کی حکومت کے خلاف علماء مصر نے تحریک چلائی اس

ظالم وخونخوار درندے نے ان میں سے بہت سے علماء کوسزائے موت دے دی
ان میں سے ایک نامور عالم سید قطب بھی تھے جن کی (ظلال القرآن) کے نام
سے قرآن کی تفسیر ہے.

جماعت دیوبند کے مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی نے ایک بیان میں کہا مصر
کے صدر جمال عبدالناصر کے جنت میں داخل ہونے کے لئے یہی ایک عمل کافی
ہے کہ اس نے سید قطب گمراہ کوسزائے موت دے دی (الطریق الی جماعت
المسلمین ۳۹۸)

اس دیوبندی تبلیغی کے بیان سے صاف ظاہر ہے کہ کسی مسلمان ملک میں اس کی
لادینی حکومت کے خلاف آواز اٹھانا مسلمانوں کو اس کے نظام کفر کے بارے
میں مطلع کرنا مسلمانوں کو اس حکومت کے خلاف تیار کرنا بغاوت ہے اور جو عالم
اس بغاوت میں سزا پائے گا وہ جہنم میں جائے گا اور وہ ظالم ہے مسلم ملک میں
کفر کا قانون چلانے والا علماء مسلمین کو سزا دینے کے عمل کی وجہ سے سیدھا جنت
میں جائیگا جب جماعت تبلیغ کا یہ نظریہ ہوا اور وہ مسلمانوں میں اس نظریے کو عام
کرنے اور بے دین حکمرانوں کے خلاف مسلمانوں کی زبان بند رکھنے پر زور
دینے کے عمل پر رات دن ایک کر کے محنت کر رہی ہو تو بے دین حکمران اس
جماعت کی کامیابی وتائید ونصرت پر اپنی قوت کیوں نہیں صرف کریں گے؟ اور
حق گو مسلمان علماء کی زبانوں پر تالے کیوں نہیں لگائیں گے؟ جماعت تبلیغ فخر
سے کہتی ہے کہ اس کے فلاں اجتماع میں اتنے مسلمان شریک تھے اور فلاں
اجتماع میں اتنے لاکھ کا اجتماع تھا اس سے سیدھے سادھے مسلمان دھوکہ
کھا جاتے ہیں اور اس جماعت میں شرکت کے لئے فوراً تیار ہو جاتے ہیں
حالانکہ کسی جماعت کے حق پر ہونے کے لئے یہ نشانی نہیں ہے کہ تعداد میں وہ
جماعت سب سے زیادہ ہو اللہ تعالی کا ارشاد ہے.

﴿**وما یؤمن اکثر ھم باللہ الا وھم مشرکون**﴾ (یوسف : ۱۰۶)
ان ایمان والوں کی اکثریت مشرک ہے اور ارشاد باری تعالی ہے.﴿**و ان تطع
أکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ**﴾ (الانعام : ۱۱۶) اگر
آپ زمین والوں کی اکثریت کی اتباع کریں گے تو آپ کو اللہ کے راستے سے
گمراہ کر دیں گے اور نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال قوم کو تبلیغ کی مگر چند
سو لوگ مسلمان ہوئے.﴿**ولقد ارسلنا نوحا الی قومه فلبث فیھم الف
سنة الا خمسین عاما**﴾ (العنکبوت : ۱۴) ﴿**وما آمن معه
الا قلیل**﴾ (ھود : ۴۰) لیکن جماعت تبلیغ نے نصف صدی میں کئی لاکھ لوگ
مسلمان کر لئے آخر اسکی وجہ کیا ہے انبیاء جو اپنی پوری کوشش سے اس قدر
کامیاب نہیں ہوئے جس قدر چند سالوں میں جماعت تبلیغ نے کام کر دکھایا اس
سے ظاہر ہے کہ اس جماعت کی تبلیغ خالص نہیں ہے اس میں شرک و بدعت کی
ملاوٹ ہے جیسا کہ دودھ میں جس قدر پانی ڈالا جائے گا اسقدر اس کی مقدار

بڑھتی چلی جاتی ہے اسی طرح جس قدر جماعت تبلیغ اپنے عمل وقول گفتار میں جھوٹ وبدعت کی اورشرک کی ملاوٹ کرتی چلی جائے گی اس قدراس کی تعداد بھی بڑھتی چلی جائے گی اس جماعت کی کثرت کا موجب لادینی حکومات وقت کی تائید وحمایت بھی ہے حکومتوں کی ممنون جماعتیں کم سے کم وقت میں اپنی خاطرخواہ تعداد بڑھالیتی ہیں چونکہ جماعت تبلیغ عقیدے پر بات نہیں کرتی اس لئے ہر بدعتی ومشرک ان کی جماعت میں شامل ہوجاتا ہے اس کو اپنی بدعت وکفر وشرک کے پھیلانے کے لئے بہترین پلیٹ فارم مل جاتا ہے.

محمد ﷺ اللہ کے نور میں سے اور باقی مخلوق محمد ﷺ کے نور میں سے

جماعت تبلیغ کے حکیم الامت اشرف علی صاحب تھانوی نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب کے ترجمے میں فرماتے ہیں پہلی فصل نور محمدی کے بیان میں عبدالرزاق نے اپنی سند سے جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کیا ہے میں نے عرض کیا میرے باپ ماں آپ پر فدا ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ سب سے پہلے اللہ تعالی نے کون سی چیز پیدا کی آپ نے فرمایا سب سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا پھر وہ نور قدرت الہیہ سے جیسا اللہ تعالی کو منظور تھا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ قلم تھا اور نہ بہشت تھی اور نہ دوزخ تھی اور نہ فرشتہ تھا اور نہ آسمان تھا اور نہ زمین تھی اور نہ سورج تھا اور نہ چاند تھا اور نہ جن تھا اور نہ انسان تھا پھر جب اللہ تعالی نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے ایک حصے سے قلم پیدا کی اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش (المواہب ص ۷۱-۷۲)

یہ حدیث بے بنیاد اور جھوٹی ہے اس جھوٹی حدیث کی رو سے دنیا کی ہر چیز محمد ﷺ کے نور سے ہوئی اور محمد ﷺ دنیا کی ہر چیز کی بنیاد ہوئے اس قسم کا عقیدہ صرف کفر ہی نہیں بلکہ حلول ووحدۃ الوجود کی طرف سے لے جانے والی راہ ہے جس پر چل کر انسان کفر وشرک کی تمام حدوں کو پار کر کے بہت آگے نکل جاتا ہے.

جماعت تبلیغ کی بنیاد اشرف علی تھانوی کی تعلیم عام کرنے کے لئے رکھی گئی

جماعت تبلیغ جھوٹ وفریب میں بہت ماہر ہے ایسے موقعہ پر وہ فوراً کہہ دیتی ہے ہمارا اشرف علی صاحب وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اس لئے ان کی بات ہماری بات نہ سمجھی جائے لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے اس کے ثبوت میں یہ پڑھئے.

ایک بار فرمایا ''حضرت تھانوی نے بہت بڑا کام کیا ہے بس میرا دل چاہتا ہے کہ تعلیم ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو اس طرح ان کی تعلیم عام ہو جائے گی''
(ملفوظات مولوی الیاس صاحب ملفوظ (۵۶)

جماعت تبلیغ کی کرامت سے کھایا ہوا بکرا دوبارہ زندہ

سنا ہے ایک دعوت میں بکرا ذبح ہوا بکرے کی ہڈیاں جمع کرلی گئیں ان ہڈیوں سے دوبارہ بکرا بن گیا۔ واہ! جماعت کی کرامت صوفیاء کے نزدیک بزرگوں کی کرامات میں سے مردوں کو زندہ کرنا بھی ہے. دیوبندی صوفی شیخ انور شاہ کشمیری بخاری کی شرح فیض الباری ج ۲ ص ۶۱ میں لکھتے ہیں کہ میں اس بات میں متردد تھا کہ ولی کی کرامات میں مردوں کا زندہ کرنا بھی ہے یا نہیں پھر میں نے یہ حکایت پڑھی کہ دولتمند لوگوں میں سے ایک شخص نے ملا جامی کے لئے کھانا بنایا اس میں مردہ مرغی پکائی، ملا جی آئے تو انھوں نے مرغی کے گوشت سے کہا ! **قم باذن الله** :ان کا یہ کہنا تھا کہ مرغی زندہ ہوگئی اور عبدالقادر جیلانی صاحب وعظ کررہے تھے ایک چیل آئی وہ چیخنے لگی عبدالقادر جیلانی صاحب نے اس کو بددعا دی وہ وہاں گر کر مرگئی آپ جب وعظ سے فارغ ہوئے تو اس کو کہا **قم باذن الله** وہ زندہ ہو کر اڑ گئی. اور ایک آدمی بجنور گیا وہاں ایک پرندے کی گردن مروڑ کر اسے مار دیا تھوڑی دیر بعد اس کو زندہ کر دیا. انور شاہ کے شاگرد صاحب فیض الباری کے حاشئے میں لکھتے ہیں ایک طالب علم کسی استاد کے پاس پڑھتا تھا ایک دن اس کی ماں مدرسے میں آئی دیکھا کہ استاد مرغی کھا رہا ہے اور اس کے بچے کے ہاتھ میں جو کی روٹی ہے وہ بغیر سالن کے کھا رہا ہے وہ عورت یہ دیکھ کر حیران رہ گئی اس نے استاد سے کہا تم خود تو مرغی اڑا رہے ہو اور میرا طالب علم بیٹا سوکھی جو کی روٹی کھا رہا ہے استاد نے یہ سن کر مرغی کے گوشت سے کہا **قم باذن الله** تو اللہ کے حکم سے زندہ ہو جا وہ مرغی اسی وقت زندہ ہوگئی استاد نے اس عورت سے کہا بی بی آپ کا بیٹا جب اس درجہ پر پہنچ جائے کہ پکی ہوئی مرغی کو زندہ کر دکھائے تو پھر وہ مرغی کھانے کا حقدار ہے اس نے کہا ہم بھی طالب علمی کے زمانے میں سوکھی روٹیاں کھایا کرتے تھے. فیض الباری ج ۲ ص ۶۱ حاشیہ.

قبروں و مزاروں کے ساتھ مسجد بنانا

شیخ انور شاہ جن کو امام العصر کا لقب دیا گیا ہے فیض الباری میں لکھتے ہیں ج ۲ ص ۴۲ طیبی نے کہا کسی بزرگ کی قبر کے پاس برکت حاصل کرنے کے لئے مسجد بنائی جائے اس طرح کہ بزرگ کی قبر مسجد سے باہر ہو تو جائز ہے۔ یہی وجہ ہے ہر مزار کے پاس مسجد بنی ہوئی ملتی ہے یہ دیوبندی جماعت کے بہت بڑے مفتی کا فتویٰ ہے اس سے قبروں کی پوجا کی راہ ہموار ہوتی ہے جو یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے طیبی کے حوالے سے انور شاہ نے لکھا ہے کہ بزرگ کی قبر کے پاس مسجد بنانے سے غرض اس بزرگ سے نفع و فیض حاصل کرنا ہو تو بھی جائز ہے.

قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا

انور شاہ صاحب مزید فرماتے ہیں جامع الصغیر میں ہے اگر چہ قبر کی طرف منہ

کر کے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے لیکن اپنے اور قبر کے درمیان کپڑا لٹکا دے تو پھر اس قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ سکتا ہے (فیض الباری ج ٢ ص ٥٤٢).

قبروں میں تمام عبادات، نماز، اذان، تلاوت قرآن جاری رہتی ہے

انورشاہ صاحب مزید فرماتے ہیں میرے نزدیک تحقیق شدہ بات ہے کہ قبروں میں قرآن کی تلاوت، نماز اذان کے ساتھ دیگر عبادات جاری رہتی ہیں ص ٤٦ شاہ صاحب فرماتے ہیں قبروں میں ارواح نماز پڑھتی ہیں حج کرتی ہیں ان کی قبریں تمام عبادات سے معمور اور آباد ہیں ہر وہ عمل جو انسان زندگی میں کرتا تھا وہ عمل قبر میں بھی کرتا رہے گا فیض الباری ج ٢ ص ٦٤ انورشاہ صاحب نے لکھا ہے بخاری کی حدیث **اجعلوا فی بیوتکم من صلاتکم ولا تتخذوھا قبورا**. اپنے گھروں میں نماز پڑھو ان کو قبریں نہ بناؤ اس حدیث کی مختلف شرحیں کی گئی ہیں ان میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ گھروں کو قبریں نہ بناؤ یعنی جیسا کہ قبر والے قبر میں نماز نہیں پڑھتے وہ اپنی قبروں میں مکلّف نہیں ہیں تم ان کی طرح نہ ہو جاؤ بلکہ اپنے گھروں کو عبادات سے معمور رکھو وہ فرماتے ہیں یہ تفسیر اگرچہ میرے نزدیک صحیح ہے مگر اس میں اشکال یہ ہے کہ اس تفسیر میں مردوں کا قبروں میں نماز نہ پڑھنا ثابت ہوتا ہے اور میرے نزدیک ان کا قبروں میں تمام عبادات بجالانا محقق ہے.

......الخ جبکہ اس دیوبندی تبلیغی شیخ ومفتی کے قول سے ثابت ہوتا ہے قبر والے اپنی قبروں کو جمیع عبادات سے معمور رکھے ہوتے ہیں وہ اپنی قبروں سے نکل کر حج وعمرہ بھی کرتے ہیں لیکن شیخ نے یہ نہیں بتایا کہ یہ لوگ باوضو نماز پڑھتے ہیں یا بے وضو اور اگر باوضو پڑھتے ہیں تو پانی کہاں سے لاتے ہیں اگر کہا جائے کہ اس شیخ کی بات علماء اہلسنّت کے قول کے مطابق ہے کیونکہ اہل سنّت کے نزدیک قبر کا عذاب بھی ہے اور ثواب بھی اس سے قبر والوں کی زندگی ثابت ہوتی ہے کیونکہ بدون زندگی عذاب وثواب محال ہے میں کہتا ہوں علماء اہلسنّت کے نزدیک دنیا سے مرجانے والے برزخ میں زندہ ہیں دنیا کی اس قبر میں نہیں اور صوفیاء واہل بدعت برزخی زندگی کے نہیں اس قبر کی زندگی کے قائل ہیں.

نبی کریم ﷺ کی روح بدن سے جدا نہیں ہوئی

بلکہ بعض اہل بدعت انبیاء علیہ الصلاۃ والسلام کی روح کے بدن سے مفارقت کے قائل نہیں چنانچہ مولوی قاسم صاحب نانوتوی نے آب حیات نامی کتاب میں لکھا ہے نبی کریم ﷺ پر موت بمعنی انفکاک روح عن الجسد واقع نہیں ہوئی (تبلیغی جماعت اپنے نصاب کے آئینے میں ص ٢٠) یہی وجہ ہے کہ جماعت، قبر والوں سے مانگنے کی ترغیب دیتی ہے اس بارے میں یہ حکایت سنئے.

مصر کے ایک صاحب خیر ایک ضرورت کے لئے ایک سخی کی قبر پر درخواست

گزارہوئے رات کووہ بزرگ انہیں خواب میں ملےاورکہاتم میرے گھر والوں
کے پاس جاؤاوران سے کہومکان کے فلاں حصے میں جو چولھا جل رہا ہے اس
کے نیچے ایک مرتبان ہے اس میں پانچ سواشرفیاں ہیں وہ فقیرکودے دیں یہ
بات حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی (فضائل صدقات حصہ دوم حکایت ۲۴)

قبر سے بزرگ کی اپنے مہمانوں کی ضیافت

یہ بھی سنئےعرب کی ایک جماعت ایک مشہورسخی کریم کی قبر پرگئی صاحب قبر نے
ان کی مہمانی کے لئے انہیں میں سے ایک آدمی کے ساتھ خواب میں اپنے اعلٰی
نسل کے اونٹ کے بدلے ایک اونٹ کا سودا کیا اور صاحب قبر نے اٹھکر اس
اونٹ کوذبح کردیا اونٹ والا بیدار ہوا تو واقعی خون جاری تھا اگلی منزل پرصاحب
قبر کے بیٹے کواونٹ کے ساتھ منتظر پایا کیونکہ اس نے خواب میں کہدیا تھا اگرتو
میری اولاد ہے تو میرا بختی اونٹ فلاں شخص کو دے دے (فضائل صدقات
حصہ دوم حکایت ۱۵)۔

قبر سے جواب 'تیرا مال محفوظ ہے'

یہ بھی پڑھیے:

مکہ مکرمہ میں ایک آدمی نے ایک خراسانی شخص کے پاس دس ہزار اشرفیاں
امانت رکھیں اور سفر پر چلا گیا واپس آیا تو اس کا انتقال ہو چکا تھا امانت کا کچھ پتہ
نہ تھا علماء مکہ کے کہنے پر رات کے پچھلے پہر اس نے چاہ زمزم میں آوازیں دیں
تین دن تک جواب نہ ملا پھران کے مشورے سے وادی برھوت کے کنویں میں
آواز دی فوراً جواب ملا تیرا مال محفوظ ہے اور مکان کے فلاں حصہ میں دفن ہے
(فضائل صدقات حصہ اول تیسری فصل)۔

ایک کفن چور کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے قبر کھودی تو اس کے اندر ایک شخص تخت
پر بیٹھے قرآن پاک سامنے رکھے تلاوت میں مصروف نظر آئے نیچے نہر چل رہی
تھی یہ بیہوش ہوکر گر پڑا لوگوں نے اس کو قبر سے نکالا تین دن بعد ہوش میں آیا
اور یہ قصہ سنایا بعض لوگوں نے اس قبر کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی اس سے پوچھا
کہ قبر بتادے اس نے ارادہ بھی کیا کہ ان کو لے جا کر قبر دکھاؤں رات کو خواب
میں قبر والے بزرگ کو دیکھا کہہ رہے ہیں اگر تو نے میری قبر بتائی تو ایسی آفتوں
میں پھنس جائے گا کہ یاد کریگا.(فضائل صدقات حصہ دوم مطبوعہ کتبخانہ فیضی
لاہور)

یعقوب سنوسی کہتے ہیں میرے پاس ایک مرید آیا اور کہنے لگا میں کل ظہر کے
وقت مرجاؤنگا چنانچہ وہ واقعی مرگیا میں نے اسے غسل دیا اور دفن کیا جب میں
نے اس کو قبر میں رکھا تو اس نے آنکھیں کھول دیں میں نے کہا مرنے کے بعد
بھی زندگی ہے کہنے لگا میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر عاشق زندہ ہی رہتا ہے
(فضائل صدقات حصہ دوم ص٦٦٠)

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرید کو غسل دیا اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا میں نے کہا میرا انگوٹھا چھوڑ مجھے معلوم ہے تو مرا نہیں ہے یہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال ہے اسنے میرا انگوٹھا چھوڑ دیا (ص ٦٦۰).

میں کہتا ہوں دنیا کے گھر سے آخرت کے گھر کی طرف انتقال ہی موت کہلاتی ہے تو پھر اس شخص کا یہ کہنا کہ تو مرا نہیں یہ ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف انتقال ہے نہایت بے ہودہ بات اور جاہل عوام کو دھوکہ دینا ہے کہ اللہ کے انبیاء واولیاء مرے ہی نہیں ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : ﴿ **انک میت وانهم میتون** ﴾ (الزمر : ۳۰) بیشک تو بھی مرتا ہے اور وہ بھی مرتے ہیں. (ترجمہ: محمود الحسن صاحب دیوبندی)۔ آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے (ترجمہ : از اشرف علی صاحب تھانوی)

﴿ **والذین یدعون من دون الله لایخلقون شیئا وهم یخلقون . أموات غیر احیاء ومایشعرون ایان یبعثون** ﴾ (النحل : ۲۰) اور جن کی یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود ہی مخلوق ہیں، مردے ہیں زندہ نہیں اور ان کو خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے

میت کا کشف

مولوی زکریا صاحب مؤلف فضائل اعمال وتبلیغی نصاب فرماتے ہیں جب کسی قبر پر حاضری ہو تو میت کے پاؤں کی طرف جائے تا کہ میت کو حق تعالیٰ آنے والے کا کشف عطا فرمائے تو دیکھنے میں سہولت رہے (فضائل حج، حکایت ۲۷ فصل ۸)۔

ابراہیم بن شیبان کہتے ہیں میں حج سے فارغ ہوا میں نے قبر شریف کے پاس جا کر سلام عرض کیا تو میں نے حجرہ کے اندر سے وعلیک السلام کی آواز سنی (فضائل حج زائرین کے واقعات واقعہ ۵) سید نور الدین ایجی شریف کے والد نے (رسول اللہ ﷺ) کو سلام عرض کیا تو سارے مجمع نے قبر شریف سے سنا وعلیکم السلام یا ولدی (فضائل حج واقعہ ۱۴) ابوبکرؓ کی وصیت کے مطابق علیؓ نے انہیں حجرہ میں دفن کرنے کی اجازت مانگی ایک دم حجرہ کے کواڑ کھل گئے اور آواز آئی دوست کو دوست کے پاس پہنچا دو اس طرح کا واقعہ حضرت عائشہؓ سے بھی مروی ہے علامہ سیوطیؒ نے خصائص کبریٰ میں اس روایت کو منکر بتایا ہے لیکن اسکی تاریخی حیثیت باقی ہے.

جماعت تبلیغ کے جاہل مبلغین اپنی عاقبت کی فکر کریں

میں کہتا ہوں منکر، جھوٹی روایت کو کہتے ہیں جب یہ روایت جھوٹی ہوئی تو تاریخی حیثیت سے کیسے ثابت ہوئی نبی کریم ﷺ سے متواتر حدیث ثابت ہے جس نے جان بوجھ کر میرے اوپر جھوٹ بولا وہ اپنی جگہ جہنم میں بنالے جماعت تبلیغ کے جاہل مبلغین کو چاہیئے کہ اپنی عاقبت کی فکر کریں اور روزانہ حساب لگائیں کہ انھوں نے ایک دن میں رسول اللہ ﷺ پر کتنے جھوٹ بولے ہیں. ابوبکرؓ کے

واقعہ کو لے لیجئے یہ کیونکر صحیح ہوسکتا ہے اس میں بتایا گیا ہے حجرہ کا دروازہ خود بخود کھل گیا.سوال یہ ہے کہ کس حجرے کا دروازہ کھل گیا تھا جس حجرہ میں ابوبکرؓ وعمرؓ اور رسول اللہ ﷺ دفن ہیں اس میں بی بی عائشہؓ قیام پذیر تھیں تو کس حجرے کے کواڑ بند تھے اور کھل گئے تھے . چونکہ ہماری عوام جاہل ہے تاریخ اسلام کی ان کو کوئی خبر نہیں اس لئے جھوٹ بولنے والا اپنے وعظ میں ،اپنی کتاب میں جتنا جھوٹ بولے اور لکھے عوام اس کو سچا مان لیتے ہیں.گذشتہ واقعہ سے یہ تاثر ملتا ہے کہ ابوبکر صدیقؓ کو اس حجرے میں دفن کرنے کے لئے لے جایا گیا جس میں رسول اللہ ﷺ پہلے سے دفن تھے اور وہ بند تھا اس کو رسول اللہ ﷺ نے ابوبکرؓ کے لئے خود کھولا یہ رسول اللہ ﷺ پر اتنا بڑا جھوٹ ہے جو اس کے بولنے والے لکھنے والے کو جہنم میں لے جانے کے لئے کافی ہے.مولوی زکریا صاحب کا یہ بیان کہ اس واقعہ کی بطور حدیث اگر چہ صحت ثابت نہیں مگر تاریخی حیثیت اس کی ثابت ہے،غلط ہے بلکہ اس واقعہ کی تاریخی حیثیت باطل ہے کیونکہ جب عائشہؓ اس حجرہ میں مقیم تھیں جہاں رسول اللہ ﷺ اور صاحبین دفن ہیں تو دروازہ کا خود بخود کھلنا کیا معنی رکھتا ہے.مگر مقلد وصوفی کو عقل کہاں جو ان باتوں پر غور کرے.

رسول اللہ ﷺ نے قبر مبارک سے لوگوں سے مصافحہ کیا

سید احمد رفاعی نے قبر اطہر پر حاضر ہو کر عرض کیا اپنا دست مبارک عطا کیجئے تا کہ میرے ہونٹ اس کو چومیں اس پر قبر شریف سے دست مبارک نکلا انہوں نے اس کو چوما کہا جاتا ہے اس وقت تقریبا نوے/۹۰ ہزار کا مجمع مسجد نبوی میں تھا جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور حضور ﷺ کے دست مبارک کی زیارت کی جن میں شیخ عبدالقادر جیلانی کا نام بھی ذکر کیا جاتا ہے.(فضائل حج زائرین کے واقعات ۱۳)۔یہ بھی صوفیوں اور دجالوں کے خرافات میں سے ایک خرافہ ہے.نبی کریم ﷺ اپنے حجرہ میں آرام فرما ہیں آپکی اور صاحبین کی قبروں کے چاروں طرف سیسہ پلائی ہوئی دیوار حائل ہے جس کا کسی طرف کوئی دروازہ نہیں رکھا گیا.(شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں.عمر بن عبدالعزیزؒ نے ولیدؒ کے حکم سے حجرہ شریفہ کی دیوار کو منہدم کر کے منقش پتھروں سے تیار کیا اسکی پشت پر دوسرا احاطہ بنوادیا ان دونوں عمارتوں میں سے کسی میں کوئی دروازہ نہیں چھوڑا.(جذب القلوب تاریخ مدینہ ص ۱۲۵)یہی بات محمد عبدالمعبود نے اپنی کتاب تاریخ المدینہ ص ۵۴۰ -۵۴۳ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور میں لکھی ہے.)نبی کریم ﷺ کا ہاتھ نکلا بھی ہو تو حجرہ میں ہی نکلا ہوگا مسجد میں موجود لوگوں نے بند حجرے کے اندر سے کیسے دیکھ لیا اور پھر مسجد نبوی میں اس وقت نوے ۹۰ ہزار آدمی کی کثیر تعداد کدھر سے آکر جمع ہوگئی تھی اور اس وقت کی آبادی کا اتنا ہونا بھی محال نظر آتا ہے اسکے ساتھ یہ بھی ہے کہ محدثین واہل تاریخ نے اس واقعہ کو مکمل طور پر کیوں نظر انداز کر دیا.حافظ ابن کثیرؒ کی البدایۃ

والنہایہ،ابن الاثیر کی الکامل فی التاریخ،ابن الجوزی کی المنتظم،سمھودی کی تاریخ مدینہ وغیرہ کیوں اس واقعہ سے خالی ہیں اس واقعہ کا چند صوفیوں کی کتابوں میں ملنا دوسرے علماء کی کتابوں میں نہ ہونا اس کے جھوٹ ہونے کی صاف دلیل ہے۔

رسول اللہ ﷺ اپنی قبر سے لوگوں کو ادھر ادھر پہنچاتے ہیں

اس کے بعد حضور ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مسجد حرام میں رکھ دیا (فضائل حج واقعہ ۱۱)۔ میں کہتا ہوں نبی کریم ﷺ اپنی زندگی میں اونٹوں پر سفر کر کے مدینہ سے مکہ جاتے تھے اس میں کئی دن لگ جاتے تھے.اسی طرح آپ کے دوسرے سفر ہیں اور اس صوفی نے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بول کر اپنی عاقبت خراب کر لی یہ معجزہ آپ کو زندگی میں نہیں ملا.وفات کے بعد کیسے مل گیا.

قبر سے رسول اللہ ﷺ کی بڑھیا کو صبر کی تلقین

ایک ہاشمیہ کو خدام بہت ستاتے تھے وہ فریاد لیکر روضہ پر حاضر ہوئی روضہ اقدس سے آواز آئی کیا آپ کے لئے میری زندگی میں نمونہ نہیں ہے جیسے میں نے صبر کیا تم بھی کرو (فضائل حج واقعہ ۱۶)۔ میں کہتا ہوں اگر نبی کریم ﷺ یوں ہی اپنی قبر سے باہر والوں سے باتیں فرماتے تھے، ان کی فریاد سنتے تھے اور حل کرتے تھے قبر سے ہاتھ باہر نکال کر آنے والوں سے مصافحہ بھی فرماتے تھے اور بھوکے کو پکی ہوئی روٹی اپنی قبر سے عطا فرماتے تھے اور قرضے کی فریاد کرنے والے کو پیسوں کی تھیلی عطا فرماتے تھے تو پھر واقعی آپ قبر میں اسی طرح زندہ ہوئے جس طرح دنیا میں تھے یعنی آپ اپنے دنیاوی جسم کے ساتھ زندہ ہوئے، اس لحاظ سے آپ اس جہاں میں زندہ ہوئے کیوں کہ قبر میں آپ کا زندہ ہونا جسم کے ساتھ یہی مطلب رکھتا ہے اگر واقعی ایسا ہی ہے تو پھر صحابہ کرامؓ نے آپ کے ساتھ بہت زیادتی کی کہ آپ کو زندہ ہی دفن کر دیا. ہاں یہ ممکن ہے کہ صحابہؓ کو اس زندگی کا علم نہ ہوسکا ہو کیونکہ اس زندگی کا علم کشف سے ہوتا ہے اور کسی صحابی کو کشف نہیں ہوسکا یہ صوفیاء کا خاصہ ہے اور صحابہؓ اس قسم کی صوفیت سے پاک تھے.جس کا یہ عقیدہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ قبر میں سے لوگوں کی حاجتیں پوری کرتے ہیں وہ پرلے درجے کا مشرک اور کافر ہے۔

نبی کریم ﷺ نے قبر سے عثمانؓ کو پانی کا ڈول پیش کیا

دیوبندی تبلیغی صوفی کا ایک اور جھوٹ سنئے محصوری کے آخری دن عثمانؓ نے عبداللہ بن سلامؓ کو بتایا آج کھڑکی سے نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا دشمنوں نے آپ کو پیاسا کر رکھا ہے میں نے عرض کی جی ہاں اس پر آپ نے ایک پانی کا ڈول لٹکایا جس میں سے میں نے پانی پیا جسکی ٹھنڈک ابتک محسوس ہورہی ہے اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ان کے مقابلے میں مدد چاہتے ہو یا میرے پاس آ کر روزہ افطار کرنا چاہتے ہو میں نے عرض کیا حضور کے پاس آنا چاہتا ہوں چنانچہ اسی دن شہید کر دئے گئے (فضائل حج واقعہ

١٨)۔اس واقعہ کے جھوٹے ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عثمان کو پانی پلایا جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا روزہ نہیں تھا اور آگے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عثمانؓ سے کہا تم ہمارے ہاں افطار کرنا، جس کا مطلب یہ ہے کہ عثمانؓ روزے سے تھے اس کہانی کے بنانے والے سے اسکا جھوٹ چھپایا نہ جاسکا اس کے جھوٹ ہونے کے دلیل یہ بھی ہے کہ عثمانؓ کے گھر کا رسول اللہ ﷺ کے گھر سے ساتھ متصل ہونا ثابت نہیں ہے اور کہانی میں ہے رسول اللہ ﷺ نے کھڑکی سے عثمانؓ کو پانی کا ڈول پیش کیا ہاں یہ ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی قبر اطہر سے نکل کر عثمانؓ کو پانی کا ڈول پیش کیا ہو اگر آپ ﷺ کا قبر میں زندہ ہونا تبلیغی و دیوبندیوں کے نزدیک ثابت ہے تو احمد رضا خان بریلوی نے غلط نہیں کہا کہ آپؐ قبر میں اپنی بیویوں سے شب باشی فرماتے ہیں (ملفوظات احمد رضا خان ص ٢٧٦) ۔ اس لحاظ سے دیوبندی اور بریلوی عقیدتاً بھائی بھائی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی قبر سے مسلمان کو سفر خرچ کے درہم عطا فرمائے

یہ جھوٹ بھی ملاحظہ فرمایئے جو شرک اکبر کی طرف کھلی دعوت ہے۔ابوزرعہ کو فاقہ تھا، قبر انور کے پاس مراقبہ میں بیٹھ گئے حضور ﷺ نے درہم دیئے جنہیں انہوں نے شیراز تک خرچ کیا (فضائل حج واقعہ ٢٤) ۔ مسجد نبوی میں نماز پڑھکر اللہ سے مانگنے کی بجائے یہ مشرک صوفی رسول اللہ ﷺ کی قبر پر جا کر مراقب ہوا جو شرک اکبر ہے اسی شرک وکفر و بدعت کی تبلیغ کے لئے صوفیوں کا یہ ٹولہ پوری دنیا کا گشت لگاتا پھر رہا ہے.

غیبی درہم

جھوٹے بزرگوں کی کرامت کا یہ واقعہ پڑھیئے۔قافلہ میں ایک بزرگ نے ایک ضعیفہ کی مدد کرنا چاہی ضعیفہ نے ہاتھ اوپر کیا تو مٹھی میں درہم آگئے وہ بولی تو نے جیب سے لئے ہم نے غیب سے لئے (فضائل حج حکایات ٢٢) ۔ نبی کریم ﷺ کا، ایک ماہ تک گھر میں چولھا نہیں جلتا تھا اور آپؐ نے دو وقت پیٹ بھر کر روٹی نہیں کھائی، مگر یہاں بزرگوں کے ہاتھ دولت سے مالا مال ہیں آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتے ہی درہم سے ان کے ہاتھ بھر جاتے ہیں یہ جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟ ان جھوٹی کہانیوں پر جماعت تبلیغ کی ترقی کا دارومدار ہے، لوگ جب اس قسم کی حکایت پڑھتے اور سنتے ہیں اور ان کو بتایا جاتا ہے کہ یہ درجہ خروج اور دین میں محنت سے حاصل ہوتا ہے یعنی بیوی بچوں کو چھوڑ و اللہ کے راستے میں گھروں سے باہر نکل جاؤ مساجد میں چلّے لگاؤ آسمان و زمین کے خزانوں کے مالک بن جاؤ یہ بات سنتے ہی لوگ اپنا کاروبار، گھر، مال مویشی چھوڑ کر جماعت کے ساتھ ہو جاتے ہیں تا کہ وہ بھی غیبی خزانے حاصل کرنے کے اہل ہوسکیں. اور قبر

پر مراقبہ اور قبر والے سے مدد مانگنے کا یہ جھوٹا قصہ بھی سماعت فرمائیں.

رسول اللہ ﷺ کی قبر سے روٹی وصول

شیخ ابوالخیر اقطع بیان کرتے ہیں میں نے پانچ دن سے کچھ نہیں کھایا تھا روضہ اقدس پر سلام عرض کیا اور حضور ﷺ کا مہمان بن کر سو گیا حضور ﷺ مع شیخین و حضرت علیؓ تشریف لائے آپ نے مجھے ایک روٹی مرحمت فرمائی میں نے آدھی کھائی اور جب میری آنکھ کھلی تو آدھی میرے ہاتھ میں تھی (فضائل حج واقعہ ٨)۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی شخص کے بعد الموت دنیا میں آنا محال ہے۔ اگر بفرض محال مان لیا جائے تو شیخینؓ تو نبی ﷺ کیساتھ دفن ہیں ان کا آنا تو ٹھیک ہے مگر علیؓ تو کوفہ میں دفن ہیں ان کا آنا بطریق اولیٰ محال ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ولی کو طی الارض (زمین کا سمٹ جانا) کی کرامت حاصل ہے تو فقہ حنفیہ میں بھی اس عقیدہ کو کفر قرار دیا گیا ہے (بحوالہ درمختار)۔

شرک اور بدعت کی طرف دعوت دینے والی ایک اور کہانی

شیخ عبدالسلام بن ابوالقاسم صقلی کہتے ہیں ایک مصری شخص نے حضور ﷺ سے کھانے وغیرہ کی درخواست کی حضور ﷺ نے خواب میں کسی سے مل کر پوری کرادی۔ میزبان شخص نے اس مسافر سے کہا خدا کی قسم آئندہ کبھی پرداداے ابا سے شکایت نہ کرنا (فضائل حج زائرین کے واقعات واقعہ ٢٨) ابوالعباس بن نفس مقری جو نابینا تھے کہتے ہیں میں تین دن بھوکا رہا تو قبر شریف پر یہ عرض کر کے کہ میں بھوکا ہوں سو گیا ایک لڑکی آئی اور پاؤں سے حرکت دے کر مجھے جگایا اور کہا چلو، میں ساتھ ہو لیا وہ اپنے گھر لے گئی گیہوں کی روٹی اور گھی اور کھجوریں میرے سامنے رکھ کر کہنے لگی ابوالعباس کھاؤ مجھے میرے دادا نے اس کا حکم فرمایا ہے اور جب بھوک لگا کرے یہاں آ کر کھا جایا کرو. ابوسلیمان اس واقعہ کو نقل کر کے کہتے ہیں، اس قسم کے واقعات کثرت سے نقل کئے گئے ہیں اور ان میں دیکھا گیا ہے کہ اس قسم کا حکم حضور ﷺ نے اپنی شریف اولاد ہی کو زیادہ دیا ہے. (فضائل حج واقعہ ٢٩)۔ اس واقعے کو گھڑتے وقت صوفی کو شرم نہیں آئی کیا رسول اللہ ﷺ نے اپنی اولاد میں سے ایک عورت کو رات کی تاریکی میں اس صوفی کے پاس اکیلے بھیج دیا تھا کیا مدینے میں کوئی مرد نہیں تھا جس کو آپ یہ حکم دیتے۔ آخر بے شرمی کی بھی کوئی انتہا ہوتی ہے مگر صوفی کے پاس شرم کہاں اور لڑکی نے پاؤں سے چھو کر صوفی کو جگایا کیا وہ آواز دیکر نہیں اٹھا سکتی تھی؟۔

درود پڑھنے والے کا آپ ﷺ نے منہ چوم لیا

بکثرت درود پڑھنے سے نبی ﷺ نے خواب میں محمد بن سعید بن مطرف کا منہ چوم لیا، آنکھ کھلی تو سارا بالاخانہ مشک کی خوشبو سے مہک رہا تھا مشک کی

خوشبوانکے رخسار میں سے آٹھ دن تک آتی رہی .(فضائل درود فصل ۵ حکایت ۳۸)ایک فوت شدہ نوجوان نے خواب میں ابرہیم نامی بزرگ سے مصافحہ کیا جسکی خوشبومرتے دم تک قائم رہی (فضائل حج فصل ۱۵ حکایت ۱۵) حضرت شاہ ولی اللہ کے والد کو نبی ﷺ نے خواب میں زردہ کھلایا آنکھ کھلی تو ہاتھوں سے زعفران کی خوشبو آرہی تھی .(فضائل درود فصل ۵ حکایت ۴۸)شاہ ولی اللہ اپنے والد کے بارے میں فرماتے ہیں بیماری کے دوران حضور ﷺ ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے اپنی داڑھی کے دوبال انہیں دیئے جس سے ان کی صحت بحال ہوئی ایک بال انہوں نے شاہ ولی اللہ کو دے دیا .(فضائل درود فصل ۵ حکایت ۴۸) یہ دونوں حکایات زکریا صاحب نے شاہ ولی اللہ کی کتاب ''درثمین'' سے نقل کی ہیں ان دونوں واقعات سے ثابت ہوتا ہے شاہ ولی اللہ صاحب بھی ایسی باتوں کے قائل تھے شاہ صاحب کی کتاب درثمین جس میں انہوں نے اپنے والد کے رسول اللہ ﷺ سے ملنے کے واقعات بیان کئے ہیں اور انکی کتاب ''انفاس العارفین'' سے پتا چلتا ہے کہ وہ بھی ان صوفیاء کے سلسلے کے پیروکار تھے اوراس قسم کی بدعات وخرافات پر وہ یقین رکھتے تھے .اللہ کرے انہوں نے ان کتابوں و مافیہا سے آخر عمر میں دست برداری و بیزاری ظاہر کردی ہو.صوفیاء کے جو واقعات گزر چکے ہیں یا آئندہ آئیں گے ان سے ثابت ہوتا ہے کہ انکے عقیدے میں تمام انبیاء،اولیاء وشہداء زندہ ہیں اسی دنیا میں گھومتے پھرتے ہیں اس عقیدے کا سبب امام ابن قیمؒ نے بیان فرمایا ہے،وہ یہ ہے کہ روح صوفیاً کے نزدیک عرض ہے اورعرض کی انھوں نے یہ تعریف کی ہے جو دوسری چیز کے ساتھ رہ سکتی ہو علیحدہ رہنا اس کے لئے ممکن نہ ہو اسلئے وہ جسم کے بغیر روح کی زندگی کے قائل نہیں ہیں.

امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں : **فالروح عندکم من الاعراض قائم بجسم الحی کا لا لوان** .یعنی روح تمہارے نزدیک عرض ہے اسکا جسم کے بغیر رہنا ممکن نہیں ہے جیسے انسان کا رنگ کالا گورا ہونا اسکے جسم سے تعلق رکھتا ہے اسی طرح انسان کی دوسری صفات اسکا سخی و بخیل ہونا عالم و جاہل ہونا.ان تمام صفات کا تعلق وجود انسان کے جسم کے ساتھ خاص ہے جسم کے بغیر ان کا وجود ممکن نہیں ہے.ان بدعتیوں کے عقیدے میں روح بھی اسی طرح ہے وہ جسم کے بغیر نہیں رہ سکتی اس لئے انھوں نے کہا ہے کہ انبیاء واولیاء اپنے دنیاوی جسموں کے ساتھ مرنے کے بعد قبروں میں زندہ ہیں جو اسی دنیا میں ہیں (توضیح المقاصد شرح قصیدہ نونیہ مؤلفہ امام ابن قیمؒ ج ۱ ص ۹۷،ج ۲ ص ۱۵۰)اور مولوی زکریا (فضائل حج فصل ۸ حدیث ۹)(اس حدیث سے مراد وہ حدیث ہے جس میں ہے ''نہیں کوئی جو مجھ پر سلام پڑھتا ہے مگر اللہ تعالی میری روح کو مجھ پر واپس کرتا ہے میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں''ابوداؤد وغیرہ)اسکی شرح میں لکھتے ہیں اکثر علماء نے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس

وقت روح واپس آتی ہے بلکہ وہ تو وصال کے بعد واپس آچکی حالانکہ جو حدیث
شیخ نے ذکر کی ہے اس میں کلام ہے.
امام ابن قیمؒ جلاء الافہام ص ۱۹ حدیث ۱۹ کی بحث میں فرماتے ہیں میں نے اپنے
شیخ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا اسکی سند میں یزید
بن عبداللہ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتا ہے اس نے ان سے نہیں سنا اور حافظ ابن حجرؒ
تحفۃ الاشراف (ج ۱۰ ص ۴۲۱) کے حاشیہ النکت الظراف میں فرماتے ہیں
اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم الاوسط میں روایت کیا ہے وہاں یزید بن عبداللہ
اور ابو ہریرہؓ کے مابین ابو صالح کا واسطہ ہے اس سے معلوم ہوا یہ حدیث متصل
نہیں ہے اس لئے ضعیف ہے.

ہر جمعہ کی رات کو دنیا کے تمام ولی بیت اللہ میں جمع ہوتے ہیں

مولوی زکریا صاحب نے فضائل حج فصل ۱۰ حکایت ۱۶ میں لکھا ہے کوئی کامل ولی
ایسا نہیں جو ہر جمعہ کی شب کو اس شہر میں نہ آتا ہو یعنی مکہ مکرمہ اور بیت الحرام
میں۔ یہاں مولوی زکریا صاحب نے زندہ اور مردہ ولی کا فرق نہیں کیا جس سے
معلوم ہوتا ہے کہ ان کے عقیدے میں ہر زندہ و مردہ ولی بیت اللہ میں نماز پڑھتا
ہے اور بعض دیو بندی علماء کا قول پہلے نقل کر چکا ہوں کہ اولیاء اپنی قبروں میں
زندہ ہیں وہ وہاں تمام اعمال کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ یہ تمام باتیں اس بدعتی
عقیدے کی وجہ سے ہیں کہ روح کے لئے جسم ضروری ہے وہ جسم کے بغیر زندہ
نہیں رہ سکتی اور ائمہ اہل سنّت کے نزدیک روح ایک مستقل مخلوق ہے وہ جسم
انسانی کے بغیر بھی زندہ رہ سکتی ہے انسان کے مرنے کے بعد یہی روح عذاب
میں مبتلا کی جاتی ہے اور اسی کو بہشت کی نعمتوں سے نوازا جاتا ہے اسی کو اللہ کے
پاس لے جایا جاتا ہے اللہ تعالی کے فرشتے اسی روح کو ان الفاظ کے ساتھ
خطاب کرتے ہیں ﴿یاا یتھاالنفس المطمئنۃ. ارجعی الی ربك
راضیۃ مرضیۃ. فادخلی فی عبادی. وادخلی
جنتی ﴾ (الفجر ۲۷-۳۰) ''اے اطمینان والی روح اللہ تعالی کے پاس چلی جا
خوش ہو کر (اللہ تعالی فرماتے ہیں) تو میرے بندوں کی جماعت میں چلی جا
میری جنت میں داخل ہوجا'' اس آیت میں جس خطاب کا ذکر ہے وہ روح کو
ہے انسان کے بدن کو مٹی میں دفن کر دیا جاتا ہے قیامت سے پہلے قبر میں پڑے
ہوئے جسم کا روح کے ساتھ زندہ ہونا اور اس کے تمام اعضاء کا کام کرنا ممکن نہیں
ہے، قبر میں موجود بدن میں روح نہ ہونے کی صراحت قرآن کریم میں موجود
ہے اللہ تعالی فرماتے ہیں ﴿قالو یاویلنا من بعثنا من مرقدنا ہذا
ما وعد الرحمن وصدق المرسلون﴾ (یٰس : ۵۲) جب صور میں
پھونکا جائے گا تو سب لوگ اپنی قبروں سے اپنے پروردگار کی ذات کی طرف تیز

تیز چلنے لگیں گے. کہیں گے ہائے ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے اٹھا دیا یہی ہے جس کا وعدہ رحمٰن نے دیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا. یہ آیت بتا رہی ہے کہ انسانوں کے جسم قبروں میں بغیر روح کے پڑے ہوئے ہیں ان کو قیامت سے پہلے کوئی نہیں اٹھائے گا اور اس آیت سے قبر کے عذاب وثواب کا نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ عذاب وثواب کا تعلق روح سے ہے اور قبر میں روح بدن سے خارج ہوتی ہے ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے ﴿کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون﴾ (البقرہ : ۲۸) تم اللہ کے ساتھ کیسے کفر کر سکتے ہو حالانکہ (نطفہ کی حالت) میں تم مردہ تھے پھر اس نے تم کو زندہ کیا پھر تم کو مارے گا پھر زندہ کریگا.

اس آیت میں اللہ تعالی نے دو موت اور دو زندگیوں کا ذکر کیا ہے پہلی موت ماں کے پیٹ میں روح پڑنے سے پہلے کی ہے دوسری دنیا سے جانے کے وقت کی اور پہلی زندگی ماں کے پیٹ میں روح پڑنے سے لیکر موت تک دوسری زندگی قیامت والی جب جسموں میں روح پھونکا جائے گا (ونفخ فی الصور)۔

جب صور میں پھونک ماری جائیگی تو آسمان اور زمین والے بے ہوش ہو جائیں گے اور جب دوسری بار صور میں پھونک ماری جائے گی تو سب لوگ قبروں سے اٹھ کھڑے ہونگے. (الزمر : ۶۸)

ان آیات میں وضاحت موجود ہے کہ قبروں میں پڑے ہوئے مردہ جسموں میں روح نہیں ہے اور مردوں کے نہ سننے کے بارے میں ہے ﴿فانک لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین﴾ (الروم : ۵۲) بیشک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور بہرے کو بھی نہیں سنا سکتے جب وہ پیٹھ دے کر جائیں، اس آیت میں اللہ تعالی نے مردوں کو نہ سننے میں بہروں سے تشبیہ دی ہے خاص کر جب وہ پیٹھ دیکر جائیں یعنی جس طرح بہرہ نہیں سنتا اسی طرح مردے بھی نہیں سن سکتے دوسرے مقام پر اللہ تعالی نے اس بات کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے. ﴿ومایستوی الاعمی والبصیر ☆ ولا الظلمت ولا النور ☆ ولا الظل ولا الحرور ☆ وما یستوی الاحیاء ولا الاموات ان اللہ یسمع من یشاء وماأنت بمسمع من فی القبور﴾ (فاطر : ۱۹-۲۲) نہیں برابر نابینا اور دیکھنے والا اور نہ اندھیرا اور اجالا اور نہ سایہ و دھوپ اور نہ زندہ و مردہ بیشک اللہ تعالی سناتا ہے جس کو چاہتا ہے اور آپ قبر میں پڑے ہوؤں کو نہیں سنا سکتے. ان آیات میں اللہ تعالی نے وضاحت فرمائی ہے کہ مردہ و زندہ برابر نہیں ہو سکتے جیسا کہ نابینا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہیں اور دھوپ و چھاؤں برابر نہیں ہیں اور جیسا کہ اندھیرا و اجالا برابر نہیں لیکن جماعت تبلیغ کے شیخ کیا فرماتے ہیں. جبکہ اللہ تعالی نے سورۃ المومنون میں انسانی تخلیق کے ذکر فرمایا ﴿ثم انکم لمیتون ☆ ثم انکم یوم القیامۃ تبعثون﴾ (آیت ۱۵-۱۶) پھر تم کو موت آجائے

گی پھرتم قیامت کے دن زندہ کئے جاؤ گے۔اس سے معلوم ہوا کہ قیامت سے پہلے انسانی جسم میں روح نہیں ڈالی جائے گی۔

نبی کریم ﷺ کی قبر کی زیارت کرنے والا یہ سمجھے میں زندگی والی آپ کی مجلس میں حاضر ہوں

اور نبی کریم ﷺ کی قبر کی زیارت کرنے والا یہ خیال کرے کہ چہرہ انور اس وقت میرے سامنے ہے حضور اقدس ﷺ کو میری حاضری کی اطلاع ہے اور یہ سمجھے گویا میں زندگی میں آپ کی مجلس میں حاضر ہوں اس لئے کہ امت کے حالات کے مشاہدے اور ان کے ارادہ وقصد کے ظہور میں اس وقت آپ کی حیات وممات میں کوئی فرق نہیں.(فضائل حج فصل ۹ حکایات ۲۹)۔اگر واقعی آپ ﷺ کی قبر کی زیارت کرنے والا آپ کی زندگی والی مجلس میں ہوتا ہے تو پھر آپ کی قبر کی زیارت کرنے والا ہر آدمی صحابی ہونا چاہیئے اور اگر آپ کی قبر پر آنے والوں کی آپ کو مکمل اطلاع ہے اور آپ کی قبر پر جو کچھ اہل بدعت خرافات کرتے آئے ہیں اس کی بھی آپ کو اطلاع ہے تو پھر اس حدیث کا کیا جواب ہے.''**عن ابن عباس رضی الله عنهما قال خطب رسول الله ﷺ فقال یا ایهاالناس......الاوانه یجاء برجال من امتی فیوخذهم ذات الشمال فاقول یا رب اصحابی فیقال ا نک لاتدری ماا حدثوا بعدک فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیهم ما دمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم وانت علی کل شی شهید فیقال ان هولا ء لم یزالوا مرتدین علی اعقابهم**''.رواہ البخاری کتاب التفسیر حدیث ۴۶۲۵.

ابن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا اس میں آپ نے فرمایا کہ ''قیامت کے دن میری امت کے کچھ لوگ میری طرف لائے جائیں گے پھر ان کو مجھ سے ہٹا کر بائیں طرف لے جایا جائیگا اس وقت میں کہونگا یہ میرے صحابہؓ ہیں مجھ سے کہا جائیگا آپ نہیں جانتے انھوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کیا خرافات وبدعات نکالی تھیں پھر میں وہ کلمات کہونگا جو عیسیٰ علیہ السلام نے کہے تھے یعنی میں ان پر اس وقت تک گواہ تھا جب تک میں ان کے اندر موجود تھا پھر جب آپ نے مجھے وفات دی تو پھر آپ ہی ان پر نگران تھے اور آپ ہی ہر چیز پر اطلاع رکھنے والے ہیں پھر مجھے کہا جائیگا یہ لوگ دین سے پھر کر مرتد ہو گئے تھے''.یہ حدیث اس بات کی وضاحت کر رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کو اس جہاں میں ہونے والے فتنوں کی کوئی خبر نہیں ہے،اور صوفیاء کو انکے خوابوں میں جو شخص نظر آتا ہے اور وہ اس کو رسول اللہ ﷺ سمجھتے ہیں وہ رسول اللہ ﷺ نہیں کوئی اور ہوتا ہے جو ان مبتدعین کو دھوکہ دیتا ہے اس بات کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے.شاہ ولی اللہؒ (البلاغ المبین ص ۱۸۶)

میں فرماتے ہیں شیخ اجل عبدالوہاب متقیؒ سے میں نے سنا ہے فرمارہے تھے کہ
فقراء مغرب میں سے ایک فقیر نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا حضور اس
کو شراب پینے کے لئے فرمارہے ہیں......الخ ظاہر ہے یہ شخص جس کو اس صوفی
نے خواب میں دیکھا شیطان تھا رسول اللہ ﷺ کسی کو شراب پینے کو نہیں کہہ سکتے
اس بات کی مزید تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے۔شاہ ولی اللہؒ (البلاغ المبین)
میں فرماتے ہیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شیخ عبدالوہاب منڈوی کے
احوال میں اخبار الاخیار میں لکھا ہے ص ۳۶۱-۳۶۲ ایک وقت سے
مکر واستدراج کی بحث ہورہی تھی تو آپ نے فرمایا فاسقوں اور بدعتیوں کو بھی
ایسی قوت دی جاتی ہے جس سے وہ عوام کے قلوب کو اپنی طرف کھینچ لیں احکام
شریعت میں پختگی نہ ہونے کی وجہ سے ان لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور اپنی
سرگزشت میں سے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ سفر کے زمانہ میں ایک مرتبہ دکن کے
شہروں میں سے ایک شہر میں پہنچا قاضی شہر عبدالعزیز نامی ایک شخص ہے ان سے
دریافت کیا کہ یہاں تمہارے شہر میں کوئی نیک بزرگ وصوفی موجود ہے کہ ان
کے پاس کچھ زمانہ صحبت اٹھالی جائے وہ بولے ایک شخص اہل باطن میں مشہور
ہے اکثر آدمی اس کے معتقد ہیں مگر ان کے بعض مناہی کے ارتکاب کی وجہ سے
میرا دل ان سے خوش نہیں ہے قاضی شہر نے جو نشاندہی کی تھی میں اس نشان دہی
پر اس بزرگ کو دیکھنے کے لئے گیا دیکھتا کیا ہوں وہ ایک بلند جگہ پر مردوں
عورتوں کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے میرے آنے سے وہ بہت خوش ہوا اور مرحبا کہا
اس کے بعد شراب نوشی کا دور شروع ہوا مجھے بھی اس صوفی نے شراب پینے کا
اشارہ کیا میں نے کہا یہ حرام ہے پینے کی اجازت نہیں ہے اس نے پینے کے لئے
بہت زیادہ اصرار کیا میں نے بھی سختی سے انکار کیا اس کے بعد وہ تنگ آکر بولا تو
شراب نہیں پیتا دیکھ میں تیرے ساتھ کیا کرتا ہوں میں اس کے سامنے سے
آزردہ خاطر ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے دوستوں میں آگیا لیکن اس واقعہ کو اپنے
ساتھیوں سے نہیں بیان کیا اسی حالت میں مغموم ہو کر سونے کے لئے لیٹ گیا
خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بہت ہی عجیب وغریب باغ ہے جو درختوں
اور میووں اور نہروں سے مزین ہے اس کا نقشہ کھینچنا دشوار ہے مگر اس باغ کے
راستہ میں کانٹے مصیبتیں اور قسم قسم کی پریشانیاں ہیں جن کی بناء پر باغ تک پہنچنا
مشکل ہے اور وہی صوفی شراب کا پیالہ ہاتھ میں لئے ہوئے سامنے آکر بولتا
ہے یہ شراب کا پیالہ پی لے میں تجھے اس باغ تک پہنچا دوں میں نے انکار کیا
اور بیدار ہو گیا لاحول پڑھا پھر سو گیا واللہ اعلم چالیس مرتبہ یہی خواب دیکھا اور
بیدار ہوا اس کے بعد میں نے رسول اکرم ﷺ پر درود پڑھا اور بارگاہ الٰہی میں
دعا کی اس کے بعد کیا دیکھتا ہوں میں رسول خدا ﷺ کی خدمت مبارکہ
میں ہوں اور آپ کے دست مبارک میں ایک لاٹھی ہے ناگاہ وہ بدعتی صوفی بھی
وہاں نمودار ہو گیا رسول اکرم ﷺ نے اپنا عصاء مبارک اس بدعتی کی طرف

پھینک دیا وہ فوراً کتا بن کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے ہٹ گیا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ بھاگ گیا ہے اب مزید اس شہر میں نہیں رہے گا میں بیدار ہو کر اس کی بنی ہوئی قیام گاہ کی طرف گیا آدمی بولے وہ تو اپنی اس جگہ کو ویران کر کے کسی اور جگہ بھاگ گیا ہے۔(البلاغ المبین ۱۷۸۔۱۸۱)۔

شاہ صاحب اپنی اسی کتاب میں لکھتے ہیں ص ۱۵۶-۱۵۷ معتبر حضرات سے یہ بات ثبوت کے ساتھ منقول ہے کہ ایک عابد دریا گنگا اور جمنا کے علاقے میں خواجہ قطب الدین کے عرس کے زمانہ میں آیا خواجہ کی قبر کی زیارت کے لئے حاضر ہوا تو دیکھتا کیا ہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین قبر سے باہر تشریف فرما ہیں اور اس شخص کو اپنے ہاتھوں سے پکڑ کر آزردگی اور افسوس کے ساتھ اس ہجوم کی وجہ سے سر درد کی شکایت کر رہے ہیں ......الخ. خواجہ قطب الدین کی قبر پر شیطان نے یہ کھیل بنا کر اس شخص کے عقیدے کو پکا کر دیا کہ انبیاء اولیاء اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اپنی قبر پر ہونے والے واقعہ سے باخبر ہیں اسلئے وہ عرس میں ہونے والے واقعات سے پریشان نظر آئے اور سر درد کی شکایت کی۔ شاہ صاحب اپنی اس کتاب کے ص ۱۹۰ میں فرماتے ہیں بعض (شیعہ) کہتے ہیں کہ تعزیہ کے ساتھ میں حسن و حسین کو برہنہ جاتے ہوئے دیکھا اس لئے مجھے بھی مجبوراً تعزیہ کے ساتھ چلنا پڑا شاہ صاحب فرماتے ہیں بعض پیر کہتے ہیں ایک شب میں نے فلاں بزرگ کے مقبرہ میں ایک مرد کو ایک عورت کے ساتھ زنا کرتے ہوئے پایا جب میں اس واقعہ پر مطلع ہوا تو میں نے سختی کے ساتھ اسکی ممانعت کی اور دونوں پر لعن وطن کیا وہ دونوں شرمندہ ہو کر چلے گئے جب میں سویا تو دیکھتا کیا ہوں کہ مقبرہ والے بزرگ مجھے زجر و توبیخ کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ یہ دونوں مدت دراز سے ایک دوسرے کے مشتاق تھے اس رات ان کو موقعہ مل گیا غنیمت سمجھ کر اپنی خواہش پورا کرنا شروع کی تو کہاں کا خشک ملّا آیا کہ ان کے کام میں خلل انداز ہو گیا اور حقیقت حال کی تجھ کو خبر نہیں اگر روکنا ہی منظور ہوتا تو میں خود ہی روکنے کی قوت رکھتا ہوں اور یہ کہہ کر زور سے میرے پیر پر لات ماری جس کی وجہ سے میں لنگڑا ہو گیا شاہ صاحب فرماتے ہیں مزاروں کے پجاریوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ شیطان پیر کی شکل نہیں بنا سکتا جیسا کہ شیطان رسول اللہ ﷺ کی شکل نہیں بنا سکتا.

جب کہ شیطان رسول اللہ ﷺ کی شکل نہیں بنا سکتا حدیث سے ماخوذ ہے ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (**من رآنی فی المنام فسیرانی فی الیقظة ولا یتمثل الشیطان بی**) (رواہ البخاری حدیث ۶۹۹۳) جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے جاگتے ہوئے ضرور دیکھے گا اور انسؓ سے روایت ہے (**قال قال النبی ﷺ من رآنی فی المنام فقدرآنی فان الشیطان لا یتخیل بی**) (رواہ البخاری حدیث ۶۹۹۴) جس شخص نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ

شیطان میری شکل نہیں بنا سکتا ان احادیث سے ثابت ہے کہ شیطان رسول اللہ ﷺ کی شکل وصورت اختیار نہیں کرسکتا لہذا جس نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اس نے آپ ہی کو دیکھا، یہ واضح رہے کہ ان احادیث میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صورت شیطان نہیں بنا سکتا لیکن کسی دوسری صورت وشکل میں آکر اپنے بارے میں رسول اللہ ﷺ ہونے کا دعویٰ کرسکتا ہے یعنی جو شخص رسول اللہ ﷺ کی حقیقی صورت سے واقف نہیں ہے تو شیطان کسی بزرگ کی شکل میں آکر اس کو دھوکہ دے سکتا ہے کہ میں تیرا نبی محمد ﷺ ہوں اور احادیث میں یہ ہے کہ شیطان نبی کی صورت نہیں بنا سکتا اس لئے اگر کسی شخص نے خواب میں بزرگ کی شکل دیکھی اس نے اس کو نبی کریم ﷺ سمجھ لیا تو ضروری نہیں کہ اس نے واقعی رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہو۔ لہذا نبی کریم ﷺ کو دیکھنے کے لئے شرط ہے کہ اس شخص نے آپ کو اس شکل میں دیکھا ہو جس صورت میں آپ کی وفات ہوئی ہے اس لئے امام بخاریؒ نے ابو ہریرہؓ کی مذکورہ حدیث کے بعد خوابوں کی تعبیرات کے مشہور عالم تابعی ابو ہریرہؓ کے شاگرد جناب محمد بن سیرینؒ کا قول نقل کیا ہے (قال ابوعبداللہ قال ابن سیرین اذا راٰہ فی صورتہ) یعنی امام بخاریؒ نے فرمایا محمد بن سیرینؒ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کو دیکھنا اس وقت ثابت ہوگا جس وقت دیکھنے والے نے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی اصلی وحقیقی صورت میں دیکھا ہو، امام بن سیرینؒ اس شرط کے عائد کرنے

میں منفرد نہیں بلکہ یہی بات مفسر قرآن عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے امام ترمذی (کتاب الشمائل حدیث ۴۱۲) میں یہ حدیث لائے ہیں کہ ایک شخص نے ابن عباسؓ سے کہا میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے ابن عباسؓ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل نہیں بنا سکتا ابن عباسؓ نے فرمایا کیا تم اس شخص کی شکل میرے سامنے بیان کرسکتے ہو جسکو تم نے دیکھا ہے اس شخص نے ابن عباسؓ کے سامنے وہ صورت بتائی جو اس نے دیکھی تھی تو ابن عباسؓ نے فرمایا واقعی تم نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے ابن عباسؓ کا اس شخص سے یہ سوال کرنا جس کو تم نے خواب میں دیکھا ہے اسکی شکل وصورت مجھے بتاؤ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سمجھتے تھے کہ خواب میں آنے والا ہر وہ شخص جو محمد ﷺ ہونے کا دعویٰ کرے وہ محمد ﷺ نہیں ہوسکتا بلکہ اس کی تحقیق ہونی چاہیئے اگر رسول اللہ ﷺ کی شکل و صورت کے ساتھ اسکی مطابقت ہو تو اس نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر اس نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا کسی جن کو دیکھا ہے جس نے اس کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے اس مسئلہ کو سمجھ لینے سے بہت سی غلط فہمیاں دور ہوسکتی ہیں اور شیطان ودجالوں کے دھوکے وفریب سے نجات مل سکتی ہے ان صوفیوں نے جو خوابوں پر اپنی دوکان چمکا رکھی ہے اور عوام الناس کو شرک وبدعت میں مبتلا کر رکھا ہے اس سے نجات پانے کے لئے خواب کے اس

مسئلہ کو ذہن نشین کر لینا چاہئیے اس مسئلے میں بہت لوگوں نے دھوکہ کھایا ہے خاص کر جماعت تبلیغ کے شیوخ واکابرین کو اس غلط فہمی ودھوکہ دہی میں وافر حصہ ملا ہے جبکہ ان کی جماعت کی کثرت کا سبب بھی دھوکہ دہی وفریب کاری ہے مولوی زکریا صاحب مؤلف تبلیغی نصاب وفضائل اعمال کے مبشرات پر اقبال نامی شخص نے دو کتابیں لکھی ہیں ایک کتاب (بنام بہجۃ القلوب) میں خواب اور بشارتیں جمع کی ہیں ان بشارتوں وخوابوں میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ زکریا صاحب کی زیارت کے لئے تشریف لایا کرتے تھے ان خوابوں میں سے ایک میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ شیخ زکریا صاحب کی مجلس میں دیکھے گئے داڑھی آپ کی سفید تھی آنکھوں پر چشمہ لگا رکھا تھا (بہجۃ القلوب ص۱۶)۔

رسالہ فضائل حج کی تالیف پر بشارت

اسی کتاب کے ص۱۴ پر خواب مذکور ہے جس میں ہے کہ رائے پور شریف کی خانقاہ میں ایک ذاکر شاغل بزرگ مولانا خدابخش صاحب مقیم تھے انھوں نے ایک روز خواب دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور شیخ زکریا صاحب بیت اللہ کی تعمیر کر رہے ہیں انہوں نے خواب حضرت رائے پور قدس سرہ کی خدمت میں عرض کیا حضرت اقدس نے اپنی عادت شریفہ کے مطابق فرمایا کہ اس کی تعبیر حضرت شیخ سے پوچھنا حضرت رائے پوری تشریف لے گئے تو یہ خواب بیان ہوا اور تعبیر پوچھی گئی حضرت شیخ نے فرمایا میں آج کل رسالہ فضائل حج تالیف کر رہا ہوں انشاء اللہ یہ رسالہ بیت اللہ کی تعمیر روحانی میں معین ہوگا چنانچہ ہزاروں خطوط اس نوع کے پہنچے کہ اس رسالہ سے حج وزیارت میں بہت لطف آیا۔

غور کیجئے ! پہلی بشارت میں رسول اللہ ﷺ کو سفید داڑھی اور چشمہ کے ساتھ بتایا حالانکہ رسول اللہ ﷺ جب فوت ہوئے تو آپ کی داڑھی کالی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے چشمہ کبھی نہیں پہنا پھر لطف کی بات یہ ہے کہ آپ حجرہ کے اندر تشریف فرما تھے اور حجرے میں بیٹھا ہوا انسان نظر کا چشمہ لگا تا ہے کوئی دوسرا نہیں اس ظالم صوفی نے رسول اللہ ﷺ کو بوڑھا بتایا اور آنکھوں کی کمزوری کا عیب آپ پر لگایا ان صوفیاء کو جو شیطان کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی کوئی پرواہ نہیں ہے انھوں نے اپنی دوکان چمکانا ہے دوسری بشارت کو لیجئے رسالہ فضائل حج جو بدعات وخرافات وشرکیات سے بھرا ہوا ہے اس کی تالیف کے وقت جناب ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو اس ظالم صوفی نے اپنے خواب میں منگوالیا حالانکہ جناب ابراہیم علیہ السلام شرک کی جڑ کاٹنے والے حنیف تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے سر پر انگریزی ٹوپی

اللہ کے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی جماعت تبلیغ کے شیوخ واکابرین کا شیوہ رہا ہے، انور شاہ صاحب کشمیری نے (فیض الباری ج ۱ ص۲۰۳-۲۰۴) میں

کسی شخص کے خواب کا ذکر کیا ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے سر پر انگریزی ٹوپی دیکھی اس کی تعبیر مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب نے یہ کی ہے کہ آپ ﷺ کے دین پر نصاریٰ کا دین غالب آجائیگا. کیا یہ شخص جس نے سر پر انگریزی ٹوپی لگا رکھی تھی رسول اللہ ﷺ تھے ایسا ہونا ہرگز ممکن نہیں ہے اس صوفی کے ساتھ جس نے یہ خواب دیکھا ہے شیطان کھیلا ہے اس کو بیوقوف بنایا اس صوفی کے سامنے شیطان انگریزی ٹوپی لگا کر آیا اور اپنے آپ کو اس کے سامنے محمد رسول اللہ ﷺ ظاہر کیا اگر یہ صوفی جانتا کہ آپ ﷺ کو خواب میں دیکھنے کی کیا شرائط ہیں تو اس سے کبھی دھوکہ نہ کھاتا.

رسول اللہ ﷺ علماء دیوبند کے شاگرد، رسول اللہ ﷺ نے علماء دیوبند سے اردو سیکھی

مولوی خلیل احمد صاحب مؤلف بذل المجہود فی حل ابی داؤد نے براہین قاطعہ نامی کتاب تالیف کی ہے اس کے ص ۳۰ پر لکھتے ہیں ایک صالح، رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا آپ کو یہ کلام کہاں سے آگیا آپ تو عربی ہیں؟ (آپ ﷺ نے) فرمایا جب سے علماء دیوبند کے مدرسے میں آنا جانا ہوا ہم کو یہ زبان آگئی اس جاہل صوفی کو اتنی سمجھ بھی نہیں آئی کہ اردو بولنے والے محمد عربی ﷺ نہیں ہو سکتے.

رسول اللہ ﷺ آسمان سے مدرسہ دیوبند کا حساب لینے آئے

جماعت دیوبند کے حکیم الامت اشرف علی صاحب نے (ارواح ثلاثہ حکایت ۴۴۰) میں لکھا ہے رسول اللہ ﷺ بمع صاحبین کے آسمان سے نازل ہو کر مدرسہ دیوبند کا حساب لینے آیا کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ اس دنیا میں کہاں آئیں گے، شیطان ہی کبھی نبی بن کر کبھی ولی بن کر کبھی شہید بن کر جاہل صوفیوں کو گمراہ کرنے میں لگا ہوا ہے.

شیطان کبھی بزرگوں کی شکل بنا کر لوگوں کو گمراہ کرتا ہے

علامہ شبلیؒ (احکام الجان ص ۳۶) میں مجاہد کی روایت لائے ہیں وہ فرماتے ہیں میں جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا تھا تو شیطان ابن عباسؓ کی شکل بنا کر میرے سامنے آجاتا تھا ایک دن میں نے چھری اپنے ساتھ رکھ لی جب وہ میرے سامنے آیا تو میں نے چھری سے اس پر حملہ کر دیا وہ گرا، اس کے گرنے کی میں نے آواز سنی اس کے بعد میں نے اس کو نہیں دیکھا شاہ ولی اللہؒ (البلاغ المبین ص ۱۹۲) و مابعدہ میں فرماتے ہیں اس قسم کے لمبے چوڑے قصے پیر پرستوں اور قبر پرستوں کے مشہور ہیں جو کہ دین اسلام اور انبیاء کرام اور اولیاء کے طریقوں کے سراسر مخالف اور مناقض ہیں اگر یہ واقعات خود بخود اس بات پر گواہی دیں کہ شیطان مسلمان بزرگ آدمی کی صورت میں آ سکتا ہے تو خیر ورنہ میں حدیث

شریف سے دلیل نقل کرتا ہوں وہ شافی دلیل یہ ہے کہ جب دجال بعض دیہات پر پہنچے گا اور وہاں کے رہنے والوں کو اپنی طرف دعوت دیگا اور وہ اس کا انکار کریں گے اور کہیں گے ہمارے والدین اور بزرگ جس دین پر ہمیں چھوڑ گئے ہیں اس دین پر قائم رہنے کا ہم کو حکم دے گئے ہیں تو دجال اپنے شیاطین کو حکم دے گا کہ ان بزرگوں کی شکل میں آکر میری سچائی کی گواہی دو چنانچہ وہ شیاطین اس ملعون کے کہنے کے مطابق ان بزرگوں کی شکل میں آئیں گے اور ان لوگوں کے ایمان تباہ کردیں گے.

اس حدیث سے زائد صریح روایت وہ جمع الجوامع کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا آخر زمانے میں شیاطین انسانوں کی شکل میں آکر لوگوں کو گمراہ کرتے پھریں گے اس قسم کی احادیث کے لئے دیکھئے کنز العمال (حدیث ۳۸۷۴۲-۳۸۷۷۸-۳۸۷۹۳) ان احادیث میں اس بات کا ذکر ہے کہ دجال کے پاس شیاطین ہونگے جو زندہ لوگوں کے مردہ رشتہ داروں کی شکلوں میں آئیں گے اور ان سے کہیں گے یہ دجال ہی ہمارا رب ہے تم اس کو اپنا رب مان لو.

دعا بزرگوں کے وسیلے سے مانگنی چاہیئے

مولوی زکریا صاحب فرماتے ہیں حاجی، سلام کے بعد اللہ جل شانہ سے حضور کے وسیلہ سے دعا کرے اور حضور سے شفاعت کی دعا کرے بعض علماء نے توسل سے منع فرمایا ہے لیکن جمہور علماء اس کے جواز کے قائل ہیں (فضائل حج فصل ۹ آداب زیارت ۳۲)۔

میں کہتا ہوں علماء اہل سنّت وسیلہ سے دعا کرنے کو بدعت کہتے ہیں سمجھتے ہیں. اور جن علماء کی مولوی زکریا صاحب نے بات کی ہے وہ علماء اہل بدعت ہیں اہل سنّت نہیں شرح عقیدہ طحاویہ (ص ۲۳۷ میں ہے) (**ولهذا قال ابو حنيفه وصاحباه ؓ يكره ان يقول الداعي انى اسالك بحق فلان او بحق انبيائك ورسلك وبحق بيت الحرام والمشعر الحرام ونحو ذالك . حتى كره ابو حنيفة و محمد ؓ ان يقول الرجل اللهم انى اسألك بمعقد العزمن عرشك**) س لئے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ نے اس بات کو ناجائز کہا ہے آدمی دعا میں اس طرح کہے اے اللہ فلاں کے واسطے سے میری دعا قبول فرما یا یوں کہے اپنے انبیاء اور رسولوں کے واسطے اور وسیلے سے یا کہے بیت الحرام اور مشعر الحرام کے واسطے سے میری یہ دعا قبول فرما حتی کہ امام ابوحنیفہؒ و محمدؒ نے اس طرح دعا کرنے سے بھی منع فرمایا ہے اور مکروہ جانا ہے. **اللهم انى اسالك بمعقد العزمن عرشك**. یہ ہے علماء اہل سنّت کا قول کہ بزرگوں کے وسیلے سے دعا کرنا بدعت ہے.

بزرگوں کی قبر پر دعا کرنا، رسول اللہ ﷺ کے بالوں نے

غریب کوامیر کردیا

زکریا صاحب فرماتے ہیں ایک تاجر فوت ہوا ترکہ میں کثیر مال کے علاوہ حضور
کے تین بال بھی تھے بڑے بیٹے نے سارا مال لیا چھوٹے بیٹے نے تین بالوں
کو ترجیح دی وہ اس کی بار بار زیارت کرتا اور درو شریف پڑھتا آخر بڑا بھائی
غریب اور چھوٹا بھائی امیر ہوگیا چھوٹا بھائی فوت ہوا تو کسی صالح کو حضور نے
خواب میں ارشاد فرمایا جب کسی کو کوئی ضرورت ہو اسکی قبر کے پاس بیٹھ کر اللہ
تعالی سے دعا کرے (فضائل درود فصل ۵ حکایت ۳۵)۔

اس حکایت سے تبلیغی جماعت کو مولوی زکریا صاحب نے قبر پرستی پر لگادیا ہے
اور جماعت کو یہ ترغیب دلائی ہے کہ وہ اللہ تعالی سے جو مانگنا چاہیں وہ مسجدوں
میں نہیں قبروں پر جا کر مانگیں وہاں دعاؤں کی قبولیت کے زیادہ امکانات ہیں.

ایک اعرابی نے آپ کے وسیلے سے مغفرت طلب کی تو قبر اطہر سے آواز آئی
بیشک تمہاری مغفرت ہوگئی (فضائل حج فصل ۹ زائرین کے واقعات ۱۷)۔

نبی کریم ﷺ اسی حجرہ میں دفن ہیں جہاں ساری عمر بی بی عائشہ صدیقہؓ مقیم
رہیں کیا کبھی بی بی عائشہؓ کو بھی آپ نے قبر سے جواب دیا کیا کبھی ابوبکر صدیق
ؓ کو بھی قبر سے وعلیکم السلام آپ نے کہا صوفی کے لئے یہی کہنا کافی ہے **اذا لم
تستحیی فاصنع ما شئت** (رواہ البخاری حدیث ۳۴۸۴) جب تو حیاء سے
خالی ہوجائے تو جو چاہے کر. جماعت تبلیغ کے شیوخ نے اپنے فقہی مذہب

حنفیت کو ترک کردیا اور صوفیت کے سلسلے کو اختیار کرلیا جس میں دین و مذہب کی
کوئی قید نہیں ہے صوفیت لا دینی مشرب ہے اس میں عشق و محبت کے نام
پر سب کچھ جائز ہے یہی وجہ ہے جماعت تبلیغ کے شیوخ نے جو سب کے سب
حنفی، دیوبندی کہلاتے ہیں اپنے مذہب کے اصول وقواعد کو بالائے طاق رکھ دیا
ہے حنفی مذہب میں کسی کے طفیل کسی کے وسیلے سے دعا کرنا مکروہ ہے.

(فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۱۸ میں ہے)'' **ویکرہ ان یقول فی الدعاء
بحق فلان وکذا بحق انبیاءک واولیاک ورسولک او بحق
بیت الحرام اومشعرالحرام لانہ لاحق للمخلوق علی اللہ
تعالی** ''یعنی مخلوق میں سے کسی کے حق کا واسطہ دے کر اللہ تعالی سے دعا کرنا
مکروہ و ناجائز ہے کیونکہ اللہ تعالی پر مخلوق میں سے کسی کا حق نہیں ہے اللہ کے
انبیاء و رسول اور اولیاء کے حق کے وسیلے سے دعا کر جائز نہیں ہے بیت اللہ
الحرام مشعر الحرام کے حق کے طفیل بھی دعا کرنا جائز نہیں ہے. یہ ہے حنفی مذہب
اس قول میں کسی حنفی امام وفقہ و مجتہد کا اختلاف مذکور نہیں ہے مگر زکریا صاحب
نے تبلیغ کے نصاب کی کتابوں میں حنفیت کے تمام قواعد واصولوں کو روند ڈالا ہے
اور بدعتی صوفی سلسلوں کی راہ پر اپنی جاہل عوام کو ڈال دیا ہے اور اس جماعت پر
نصاب کی کتابوں کے علاوہ کسی بھی کتاب کو اجتماعات میں پڑھنا حرام کردیا ہے
اس سلسلے میں یہ حوالہ ملاحظہ فرمائیں تابش مہدی لکھتے ہیں چند ماہ پہلے کی بات

ہے کہ دیوبندی کی جامع مسجد کے نمازیوں نے چاہا کہ عصر کے بعد بجائے تبلیغی نصاب کی خواندگی کے تفسیر معارف القرآن پڑھی جائے تو ایک تبلیغی بھائی نے بڑی سختی سے کہا کہ اس میں برکت نہیں ہے اور جب تفسیر شروع کر دی گئی تو اٹھ کر چلا گیا اور مسلسل یہی روش رہی (تبلیغ جماعت اپنے بانی کے ملفوظات کے آئینہ میں مؤلفہ تابش مہدی ص ۳۴) جماعت کے نزدیک دین کا کام صرف چلّوں اور خروج پر مرکوز ہے دینی مدارس میں قرآن وسنّت کی تعلیم احکامات کی تشریح و توضیح کوئی کام نہیں ہے اور تابش مہدی نے مذکورہ کتاب کے ص ۲۸ پر لکھا ہے.

ایک بار جماعت تبلیغ دارلعلوم پہنچی وہاں دارالعلوم کی مسجد میں قیام کیا اور وہیں سے گشت کا پروگرام بنایا سب سے پہلے جماعت دارالعلوم کے شیخ الحدیث مولانا فخرالدین کے پاس پہنچی مولانا درس میں مشغول تھے ان میں سے دو افراد نے بڑھ کر شیخ کو دو طرف سے پکڑ لیا اور کہا حضرت اٹھئے زندگی کا آخری وقت ہے اب تو کچھ دین کا کام کر لیجئے کتابوں میں تو پوری زندگی لگا دی.

جماعت تبلیغ کا دوسری جماعتوں کے ساتھ سلوک

تابش مہدی صاحب نے کتاب مذکورہ کے ص ۳۸ پر لکھا ہے چند سال پہلے کی بات ہے نان پورہ ضلع بہرائچ کی بازار والی مسجد میں ایک قاری صاحب نے اقامت کہدی تو وہاں کے امیر تبلیغ جناب عبدالشکور صاحب نماز ہی چھوڑ کر چلے گئے اور کہا میں مودودیوں کی کہی ہوئی تکبیر سے ہونے والی نماز میں شرکت نہیں کرونگا اگر ان کے بدن سے کبھی میرا بدن یا کپڑا چھو جاتا ہے تو میں کم از کم چالیس بار دھوتا ہوں یہ ہے جماعت تبلیغ کا 'اکرام مسلم' جو اس کے چھ اصولوں میں سے ایک ہے. دراصل یہ جاہل صوفی کا اپنے بارے میں یہ گمان ہے کہ وہ اتنے چلّے لگا کر بہت بڑا ولی بن چکا ہے کہ پوری دنیا اس کے مقابلے میں کچھ نہیں وہ سمجھتا ہے کہ ان چلّوں سے میں طاہر ومطہر ہو چکا ہوں باقی سب لوگ ناپاک ہیں یہ صوفی چند چلّے لگانے کے بعد اپنے آپ کو کیا سمجھتا ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایئے.

تابش مہدی کتاب مذکورہ کے ص ۱۸ پر لکھتے ہیں. ایک سے زائد بار گشت کے فضائل اس انداز میں بیان کرتے ہوئے سنا ہے "دوستو اور بزرگوں یہ گشت والا عمل انبیاء والا عمل ہے صحابہؓ والا عمل ہے خدا کی قسم اگر اس کام کو تمام انبیاء اور صحابہ نے کیا ہوتا تو سب کے سب متقی ہو کر مرتے".

تبلیغ پر نکلے ہوئے مرد کی نظر اگر حاملہ عورت پر پڑ جائے تو پیدا ہونے والا بچہ ولی پیدا ہوگا

تابش صاحب کتاب مذکورہ ص ۱۸ میں لکھتے ہیں ایک صاحب نے بتایا کہ مہاراشٹر کالج ممبئی کی مسجد میں ایک بار جماعت آئی گشت کا پروگرام بنا تو کچھ دیر کے لئے وہ صاحب بھی بیٹھ گئے لیکن جب گشت کے فضائل اس طرح بیان

ہوئے:''دوستو اور بزرگو یہ گشت والا عمل بڑے اجروفائدہ کا عمل ہے کیونکہ انبیاء و صحابہؓ کا عمل ہے اس راہ میں چلنے والا ہر قدم اتنا متبرک ہے اتنا متبرک ہے اگر چلنے والے کی نظر کسی حاملہ عورت پر پڑ جائے تو انشاء اللہ پیدا ہونے والی اولاد ولی پیدا ہوگی''.

تبلیغی چلّے لگانے والا مجاہد کی موت مرتا ہے اور نہ لگانے والا گدھے کی موت

تابش مہدی صاحب کتاب مذکور کے ص ١٦ میں لکھتے ہیں مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ١٩٦٧ء میں بیجی پور ضلع پرتاب گڑھ کے اجتماع میں ایک مشہور تبلیغی واعظ کھڑے ہوئے پہلے انہوں نے فضیلت جہاد کی کئی حدیثیں سنائیں اس کام کو جہاد سے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا بھئی اب یہ بتاؤ کہ آپ میں سے کون کون گدھے کی موت مرنا چاہتا ہے ذرا ہاتھ اٹھائیں کسی نے جب ہاتھ نہیں اٹھایا تو موصوف نے فرمایا اچھا وہ بھائی ہاتھ اٹھائیں جو گھوڑے (یعنی مجاہد کی) موت مرنا چاہتے ہیں تو سب کے سب نے ہاتھ اٹھا دیا پھر اس کے بعد فرمایا بھئی سچی بات تو یہ ہے کہ اگر گھوڑے کی موت مرنے کی تمنا دل میں ہے تو کم از کم ایک چلّہ تو اللہ کی راہ میں دینا ہی پڑے گا - یہ چلّے کیوں لگائے جاتے ہیں اس کا انکشاف اس کہانی سے ہوگا.

تبلیغیوں کے چلّوں کی حقیقت کا انکشاف

مولوی اشرف علی صاحب نے فرمایا ایک بزرگ کی خدمت میں ان کے معتقد حاضر ہوئے بس مل کر مرجھا گئے انھوں نے پوچھا کیا بات ہے عرض کیا کہ یہاں آ کر ایک عجیب بات دیکھی کہ آپ کی سور کی سی شکل نظر آتی ہے ان بزرگ نے فرمایا کہ تم چلّہ لگاؤ پھر جب آئے تو کتے کی سی شکل نظر آئی اسی طرح بلی پھر انسان کی سی نظر آئی تب ان بزرگ نے فرمایا کہ یہ خرابی تمہارے اندر تھی میں تو آئینہ ہوں جیسی تمہاری حالت تھی ویسی میری اندر نظر آئی (مکتوبات وملفوظات اشرفیہ ص ٢٩٩)۔اس حکایت سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ صوفی تبلیغی اس لئے چلّے لگاتے پھرتے ہیں کہ کہیں ان کی شکلیں اس پیر جیسی نہ ہو جائیں یا بقول پیر، مرید جیسی نہ ہوں. اور اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ کم از کم تین چلّے لگانا ضروری ہیں تین چلوں کے بعد ہی صوفی کا چہرہ انسانوں والا ہوسکتا ہے اس سے پہلے نہیں. اس حکایت سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ صوفیاء کے نزدیک جس شخص نے چلّہ نہیں کھینچا انسان نہیں بلکہ حیوان ہے اس لئے صوفی تبلیغی کے ہاں اپنے علاوہ کسی اور کی کوئی اہمیت ہی نہیں اس کی حیثیت ان کے ہاں انسانوں جیسی نہیں حیوانوں جیسی ہے اس بات کی مزید تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے.

شاہ عبدالعزیز کی پگڑی

شاہ عبدالعزیز صاحب جامع مسجد میں آتے تھے تو عمامہ آنکھوں پر جھکا لیا کرتے تھے اور ادھر ادھر نہیں دیکھا کرتے تھے ایک شخص نے اس کا سبب پوچھا شاہ صاحب نے اپنا عمامہ اس کے سر پر رکھ دیا، دیکھا کہ تمام جامع مسجد میں بجز دو چار آدمیوں کے سب گدھے، کتے، بھیڑیئے، بندر پھر رہے ہیں فرمایا اسی وجہ سے میں اس صورت میں آتا ہوں مجھ کو سب کتے بندر وغیرہ نظر آتے ہیں اور طبیعت پریشان ہوتی ہے (قصص الاکابر : مؤلفہ اشرف علی تھانوی صاحب ص ۱۷-۱۸) یہ ہے صوفی تبلیغی کا اپنے مخالفوں کے بارے میں نظریہ، یہ دو چار آدمی جو شاہ صاحب کو انسان نظر آئے غالبا چلّے نکالے ہوئے صوفی ہونگے اور ان کے علاوہ جو گدھے، کتے بندر وغیرہ نظر آئے وہ ہونگے جنہوں نے کوئی چلّہ نہیں کھینچا.

صوفی اپنے آپ کو سور، کتے سے بھی بدتر سمجھتا ہے

اشرف علی صاحب تھانوی کے خلیفہ حاجی محمد شریف فرماتے ہیں اسی طرح آپ (اشرف علی صاحب) کا یہ جملہ مجھے نہیں بھولتا کہ میں اپنے آپ کو کتے اور سور سے بدتر جانتا ہوں (مکتوبات وملفوظات اشرفیہ ص ۳۳-۳۴) اور یہ جملہ بھی انہیں کا ہے، خدا کی قسم میں اس قابل ہوں کہ گندی نالی میں پھینک دیا جاؤں اور ہر شخص مجھ پر تھوک کر جائے. (مکتوبات وملفوظات ص ۶۷)

صوفیاء کتوں اور خنزیروں کو اپنا معبود سمجھتے ہیں

ان کا یہ قول ہے **وما الکلب والخنزیر الا الٰھنا**. (الکشف عن حقیقۃ الصوفیاء ص ۱۶۲) کتے اور خنزیر ہمارے الٰہ اور معبود ہیں اسی کتاب کے (ص ۴۴۵) میں ہے ایک صوفی کے سامنے سے کتا گزرا صوفی اس کی تعظیم کے لئے اٹھ کھڑا ہوا اس بارے میں اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا اس کے گلے میں فقیری کا پٹہ تھا اس لئے میں اس کی تعظیم کے لئے کھڑا ہوا. اپنے آپ کو سور و کتا کہنے میں ہی صوفی بیحد فخر محسوس کرتا ہے مولوی زکریا صاحب اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں بارگاہ رسالت پر پہنچ کر اگر یاد آجائے تو یہ الفاظ بھی عرض کر دینا (ایک روسیاہ ہندی کتے نے بھی سلام عرض کیا تھا) سوانح محمد یوسف ص ۱۳۲ اور امداد المشتاق ص ۱۳۲ میں اشرف علی صاحب فرماتے ہیں جنید پر حالت طاری تھی سامنے سے کتا گزرا اس پر ایسا اثر پڑا کہ چیختا ہوا نکلا باہر جا کر مراقب ہو کر بیٹھ گیا اور شہر کے کتے اس کے گرد بغرض استفادہ کے جمع ہو گئے. یہ ہے صوفیت جو انسان کو اس کی اپنی جنس سے نکال کر حیوانوں کی ذلیل ترین جنس میں شمار کرا دیتی ہے انسان وہ مخلوق ہے جس کو اللہ تعالی نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا. **قال یا ابلیس ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی** (سورہ ص : ۷۵) حق تعالی نے فرمایا اے ابلیس جس چیز کو میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا اس کو سجدہ کرنے سے تجھ کو کون سی چیز مانع ہوئی. ترجمہ اشرف علی صاحب تھانوی ﴿**ولقد**

کرمنا بنی آدم ﴾(بنی اسرائیل : ۷۰)اورہم نے آدم کی اولاد کوعزت دی .﴿**لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم** ﴾(التین : ۴)ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے انسان وہ مخلوق ہے جس کواللہ تعالی نے زمین پراپنا خلیفہ بنایا ہے﴿ **واذ قال ربک للملائکة انی جاعل فی الارض خلیفة** ﴾(البقرہ : ۳۰)ارشادفرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے کہ ضرور میں بناؤں گا زمین پرایک نائب یعنی وہ میرا نائب ہوگا کہ اپنے احکام شرعیہ کے اجراء ونفاذ کی خدمت اس کے سپرد کرونگا.ازاشرف علی صاحب تھانوی ۔ یہ ہے انسان اوراسکی شان اگراس کو چھوڑ کر کتایا سور بننا چاہے تو رب تعالی کو کیااعتراض ہے اللہ تعالی نے قرآن کریم میں کفارکودنیا کے کتے کہا ہے.﴿**واتل علیهم نباالذی آتینه آیتنا فانسلخ منها فاتبعه الشیطن فکان من الغوین.ولوشئنا لرفعنه بها ولکنه اخلد الی الارض واتبع هواه فمثله کمثل الکلب ان تحمل علیه یلهث اوتترکه یلهث ذلک مثل القوم الذین کذبوابایٰتنا**﴾ (الاعراف : ۱۷۵-۱۷۶)اوران لوگوں کواس شخص کا حال پڑھ کرسنایئے کہ اس کوہم نے اپنی آیتیں دیں پھروہ ان سے بالکل ہی نکل گیا پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا سو وہ گمراہ لوگوں میں داخل ہوگیا.اوراگرہم چاہتے تو اس کوان آیتوں کی بدولت بلند مرتبہ کردیتے لیکن وہ دنیا کی طرف مائل ہوگیا اوراپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا تو اس کی حالت کتے کی سی ہوگئی کہ تو اس پرحملہ کرے تب بھی ہانپے یااس کو چھوڑ دے تب بھی ہانپے یہی حالت ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔

اس آیت سے معلوم ہوا دنیا کا کتا وہ ہے جو اللہ تعالی کی آیات کی تکذیب کرتا ہے اوراپنی خواہش نفسانی کی غلامی کرتا ہے لہذا کسی مسلمان ومومن کو لائق نہیں کہ وہ اپنے آپ کو سور یا کتا کہے اوراگر کہتا ہے تو پھر رب تعالی اگراس کو اسی مخلوق سے اٹھادے تو اس کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیئے اورزکریا صاحب کا قول گذرا ہے کعبہ بعض بزرگوں کی زیارت کو خود جاتا ہے اس کی تائید میں یہ پڑھیئے.

بعض اولیاءایسے ہیں کہ کعبہ خودان کی زیارت کو جاتا ہے.

یہاں پرفرمایا کہ حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم نے حج کے ارادے سے خانہ کعبہ کا راستہ اختیارفرمایااورفرمایاہرشخص پیروں کے بل جاتا ہے مجھے یہ راستہ سرکے بل طے کرنا چاہیئے.چنانچہ شکرانے کے طور پرایک ایک قدم پردوگانہ نفل پڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ چودہ برس کی مدت میں بلخ سے کعبہ معظّمہ تک پہنچے مگر وہاں خانہ کعبہ کواپنی جگہ پرموجود نہ پایانہایت حیران ہوئے اتنے میں ہاتف غیبی سے آوازآئی اے ابراہیم ٹھہرواورصبرکروکعبہ معظّمہ ابھی ایک ضعیفہ کی زیارت کو گیا ہے ابھی آتا ہے خواجہ ابراہیم یہ سن کراورزیادہ متحیر ہوئے اورعرض کی الٰہی وہ

ضعیفہ کون ہیں جن کی زیارت کو کعبہ چل کر گیا ہے حکم ہوا جنگل میں ایک ضعیفہ ہیں خواجہ روانہ ہوئے تا کہ اس ضعیفہ کی زیارت کا شرف حاصل کریں جب جنگل میں پہنچے تو حضرت بی بی رابعہ بصری موجود ہیں اور کعبہ ان کے اردگرد طواف کر رہا ہے حضرت ابراہیم کو غیرت آئی اور بی بی رابعہ کو پکار کر فرمایا کہ تم نے یہ کیا شور ڈالا ہوا ہے رابعہ بصریہ نے جواب دیا کہ یہ شور میں نے نہیں تم نے جہاں میں شور برپا کیا ہوا ہے کہ چلتے چلتے چودہ برس میں کعبہ تک پہنچے پھر بھی اسے دیکھنے کی آرزو پوری نہ ہوئی جب ابراہیم نے یہ سنا تو فرمایا اے رابعہ تمہیں کعبہ کی آرزو تھی تو وہ تمہارے پاس موجود ہو گیا اور ہمیں خانہ کعبہ والے کی آرزو تھی وہ ہم سے چھپ گیا.(انیس الارواح ملفوظات خواجہ ہارونی ص ۳۳-۳۵)۔

بیت الحرام کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا اس کا وہاں موجود نہ ہونا کسی ولی و بزرگ کی قدم بوسی کے لئے خود اس کے پاس جانا فقہ حنفی کی مشہور کتاب (فتاویٰ شامی - حاشیہ ردالمختار ج ۱ ص ۲۹۰ اور ج ۲ ص ۸۶۸) میں ممکن لکھا ہے یعنی ہونا ممکن و جائز ہے لہذا اگر کبھی کعبہ اپنی جگہ پر نہ ملے کسی کی زیارت کے لئے گیا ہو تو اس کی جگہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے یہ ہے بدعتی عقیدہ و بدعتی مذہب اس مذہب والے اپنے آپ کو سنی کہلاتے ہیں کہاں سنّت اور کہاں یہ بدعتی مذہب و بدعتی عقائد.

کعبہ شریف کے پتھر بول پڑے

اس بدعتی وخرافی مذہب و جماعت کے عقائد و نظریات و افکار و اقوال کا ذکر چل رہا ہے تو کعبہ کے تعلق سے یہ خرافات پڑھتے چلیں۔ حطیم میں نماز پڑھتے ہوئے ایک بزرگ نے کعبہ کے اندر سے آواز سنی میں اولا اللہ تعالی سے شکایت کرتا ہوں اور اس کے بعد جبریل سے شکایت کرتا ہوں لوگوں کی کہ وہ میرے گرد ہنسی مذاق اور لغو باتوں میں مشغول رہتے ہیں اگر یہ لوگ ان حرکتوں سے باز نہ آئے تو میں ایسا پھٹوں گا کہ میرا ہر پتھر جدا ہو جائے گا (فضائل حج فصل ٦ حدیث ٧ کی شرح)۔ میں کہتا ہوں کعبہ کی یہ آواز رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ میں سے بھی کسی نے سنی تھی جاہلیت کے زمانے میں کعبہ پر کیا کیا ظلم و زیادتیاں ہوئیں اللہ کے اس گھر میں تین سو ساٹھ بت رکھے گئے اس طاہر و مطہر گھر کا لوگوں نے ننگا طواف کیا عورتوں نے مردوں کو ننگا دیکھا اور مردوں نے عورتوں کو عریاں دیکھا کیا کبھی اس وقت بھی کسی صاحب کشف نے اس کی فریاد و شکایت سنی اگر کبھی ایسا ہوا ہوتا تو اس کا ذکر ضرور ملتا مگر یہ سب خرافات و اکاذیب جماعت تبلیغ کے حصے میں آئی ہیں قریش مکہ کا فرد مشرک ضرور تھے مگر پاگل و مجنوں نہیں تھے کہ پتھروں کے بولنے کی بڑ بھی ہانکتے.

کعبہ کا طواف کیا لبیک کا جواب نہیں سنا تو لبیک کا کیا فائدہ

موسیٰ علیہ السلام کو صفا و مروہ کے درمیان دوڑتے ہوئے آسمان سے آواز آئی (لبیک عبدی أنا معک) یہ سن کر موسیٰ علیہ اسلام سجدہ میں گر گئے

(فضائل حج فصل ۵) شیخ المشائخ قطب دوراں شبلی قدس سرہ کے ایک مرید حج کرکے آئے انہوں نے ان سے پوچھا اللہ جل شانہ کی طرف سے لبیک کا جواب ملا تھا عرض کیا نہیں تو فرمایا پھر لبیک کا کیا کہنا (فضائل حج فصل ۴ ذکر فوائد ۲۵)۔اس حکایت کا مطلب یہ ہے کہ ہر صوفی و تبلیغی کو کعبہ کے طواف کے وقت لبیک کا جواب سنائی دیتا ہے کیونکہ اگر ان کو جواب سنائی نہ دیتا تو کوئی تبلیغی حج و عمرہ کو نہ جاتا.

لوگ بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں اگر وہ اللہ پاک کی ذات کا طواف کرتے تو کعبہ سے بے نیاز ہو جاتے

مالک بن دینار فرماتے ہیں ایک شخص جس کے پاس کوئی توشہ اور پانی نہیں تھا نہ اس نے احرام باندھا ننگا رہا کہ دنیا کے کرتے سے ننگا رہنا اچھا ہے نہ لبیک کہا کہ کہیں لا لبیک کا جواب نہ ملے منیٰ میں یہ شعر پڑھا لوگ اپنے بدن سے بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں اگر وہ اللہ کی ذات کا طواف کریں تو حرم سے بے نیاز ہو جائیں پھر کہا میرے پاس کوئی چیز قربانی کے لئے نہیں سوائے میرے...... پھر چیخ ماری اور مردہ ہوکر گر گیا اس کے بعد غیب سے آواز آئی کہ یہ اللہ کا دوست ہے خدا کا قتیل ہے مالک بن دینار نے اس رات خواب میں دیکھ کر اس سے پوچھا تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا کہنے لگا جو شہداء بدر کے ساتھ ہوا بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ کیونکہ وہ کافروں کی تلوار سے شہید ہوئے اور میں عشق مولیٰ کی تلوار سے (فضائل حج فصل ۱۰ حج والوں کے قصے، قصہ ۴)

خودکشی کرنے والے اس ملحد جس نے نہ احرام باندھا بلکہ ننگا رہا نہ لبیک کہا اور حرام موت مرا یہ کفر والحاد کی بڑ ہانکی کہ اگر اللہ تعالیٰ کی ذات کا یہ لوگ طواف کرتے تو بیت اللہ سے بے نیاز ہوجاتے اور دعویٰ کیا کہ اس کو شہداء بدر سے بھی اونچا درجہ ملا ہے اس قسم کی بکواس وہی شخص کرسکتا ہے جو عقل سے فارغ ہوکر پاگل و دیوانہ ہو چکا ہو کہاں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صحابہؓ کا جہاد اور وہ بھی غزوۂ بدر اور کہاں حرام موت مرنے والا یہ صوفی ملحد ممکن ہے اس حرام موت مرنے والے صوفی کی شکل میں آکر شیطان نے اس خواب دیکھنے والے کو گمراہ کیا ہو اور یہ سب بکواس اس نے کی ہو.

مسجدوں کے بجائے قبروں اور مزاروں پر چلّے

تبلیغی جماعت کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ مسجدوں میں چلّے کھینچتی ہے لیکن مسجدوں کے چلّے اتنے بابرکت نہیں جتنا کہ قبروں اور مزاروں کے چلّے بابرکت ہیں اس کے ثبوت کے لئے یہ حکایت پیش خدمت ہے.

حاتم اصم بلخی جو مشہور صوفیاء میں سے ہیں کہتے ہیں کہ تیس برس تک ایک قبر میں انھوں نے یہ چلّہ کیا تھا کہ بے ضرورت کسی سے بات نہیں کی، جب حضور اقدسؐ کی قبر اطہر پر حاضر ہوئے تو اتنا ہی عرض کیا تھا کہ اے اللہ ہم لوگ تیرے نبیؐ کی

قبر کی زیارت کو حاضر ہوئے ہیں تو ہمیں نامراد واپس نہ کیجئیو ،غیب سے آواز آئی کہ ہم نے تمہیں اپنے نبیؐ کی قبر کی زیارت نصیب ہی اس لئے کی ہے کہ اس کو قبول فرمائیں.جاؤ ہم نے تمہارے اور تمہارے ساتھ جتنے حاضر ہیں سب کی مغفرت کردی.(فضائل حج ،فصل زائرین کے واقعات ،واقعہ۴).

اس حکایت سے ظاہر ہے کہ تبلیغی جماعت صرف مسجدوں کے چلّوں پر یقین نہیں رکھتی بلکہ قبروں ،مزاروں اور قبوں کے چلّوں کی اہمیت پر بھی یقین رکھتی ہے بلکہ ایک لحاظ سے مسجدوں کے چلّوں سے قبروں کے چلّے زیادہ مفید ہوسکتے ہیں، کیونکہ مسجدوں کے چلّوں سے صرف چلّہ کھینچنے والے کی مغفرت کی امید ہے اور قبروں ومزاروں کے چلّوں سے سب حاضرین کی بخشش کرائی جاسکتی ہے، جیسا کہ مذکورہ حکایت سے ظاہر ہے .جماعت تبلیغ لاکھ انکار کرے کہ قبروں و مزاروں کی مجاورت اور چلّوں کو ہم جائز نہیں کہتے ،لیکن ہمارے پاس اس کا پکا ثبوت موجود ہے .جماعت تبلیغ کے بانی محمد الیاس صاحب نے ایسے شخص کی قبر پر مجاورت کی اور چلّے کاٹے جو کفر والحاد کے عقیدے وحدت الوجود میں غرق تھا یعنی عبدالقدوس صاحب گنگوہی۔

سید ابوالحسن ندوی فرماتے ہیں :گنگوہ کے قیام کے دوران میں نے مولانا رشید احمد صاحب کی وفات کے بعد دیکھا کہ (مولانا الیاس پر) زیادہ سکوت اور مراقبہ طاری رہتا تھا شاید سارے دن میں کوئی ایک بات کرتے ہوں ،شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب فرماتے ہیں :کہ ہم لوگ اسی زمانے میں ان سے ابتدائی فارسی پڑھتے تھے ،ان دنوں ان کا دستور تھا کہ شاہ عبدالقدوس کے روضہ کے پیچھے ایک بوریہ پر بالکل خاموش دوزانو بیٹھے رہتے تھے ،ہم لوگ حاضر ہوتے اور کتاب ان کے سامنے رکھ کر انگلی کے اشارے سے سبق کی جگہ ان کو بتا کر سبق شروع کردیتے تھے اور فارسی شعر پڑھتے تھے اور ترجمہ کرتے تھے ،جہاں ہم نے غلط پڑھا انگلی کے اشارے سے انھوں نے کتاب بند کردی اور سبق ختم .اس کا مطلب یہ ہے کہ دوبارہ مطالعہ دیکھ کر لاؤ (مولانا الیاس کی دینی دعوت ص ۵۸)۔ یہ ہیں عبدالقدوس صاحب گنگوہی جن کی قبر پر مولانا الیاس دوزانو مراقبے میں بیٹھے ،عقیدۂ وحدۃ الوجود کے قائل وداعی تھے .

سید ابوالحسن ندوی فرماتے ہیں :اس صدی میں حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی ۹۴۴ھ کا آفتاب ارشاد نصف النہار پر پہونچا اور ان سے سلسلہ چشتیہ صابریہ کو نئی تاریخ اور طاقت حاصل ہوئی ،وہ وحدت الوجود کے اسرار برملا زبان سے کہتے اور اس کے داعی تھے .(تاریخ دعوت وعزیمت ۴ص ۳۷-۳۸)۔سوال یہ ہے کہ جماعت تبلیغ کے بانی عبدالقدوس گنگوہی جیسے ملحد و بے دین شخص کی قبر پر مراقبہ کرکے کیا فیض لینا چاہتے تھے اور پھر ان کا سارا دن خاموش رہنا حتی کہ طلباء کے درس کے وقت بھی بات نہ کرنا صرف اشارے سے سبق شروع کرانا اور اشارے سے بند کرادینا ،وہ ان باتوں میں کس کی سنّت پر عمل کررہے تھے .

صوفیوں کا براہ راست اللہ تعالی سے علم حاصل کرنے کا دعویٰ

ابدال میں سے ایک شخص نے خضرؑ سے دریافت کیا کہ تم نے اپنے سے زیادہ مرتبہ والا کوئی ولی بھی دیکھا ؟ فرمانے لگے ہاں دیکھا ہے .میں ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں حاضر تھا میں نے امام عبدالرزاق محدثؒ کو دیکھا کہ وہ احادیث سنا رہے ہیں اور مجمع ان کے پاس احادیث سن رہا ہے اور مسجد کے ایک کونہ میں ایک جوان گھٹنے پر سر رکھے علیحدہ بیٹھا ہے، میں نے اس جوان سے کہا تم دیکھتے نہیں کہ مجمع حضور اقدس ﷺ کی حدیثیں سن رہا ہے تم ان کی ساتھ شریک نہیں ہوتے ،اس جوان نے نہ تو سر اٹھایا اور نہ میری طرف التفات کیا اور کہنے لگا کہ اس جگہ وہ لوگ ہیں جو رزاق کے عبد سے حدیثیں سنتے ہیں اور یہاں وہ ہیں جو خود رزاق سے سنتے ہیں نہ کہ اس کے عبد سے .خضرؑ نے فرمایا : اگر تمہارا کہنا حق ہے تو بتاؤ میں کون ہوں؟ اس نے اپنا سر اٹھایا اور کہنے لگا کہ اگر فراست صحیح ہے تو آپ خضر ہیں. خضر فرماتے ہیں : اس سے میں نے جانا کہ اللہ جل شانہ کے بعض ولی ایسے بھی ہیں جنکے علو مرتبہ کی وجہ سے میں ان کو نہیں پہچانتا .(فضائل حج فصل ۹ زائرین کے واقعات واقعہ ۹).

اس واقعہ سے واضح ہے کہ صوفیاء علم لدنی کے قائل ہیں، تعلیم و تعلم اور کتابوں سے علم کے حصول کے وہ قائل نہیں جیسے دنیا میں انبیاء اور رسولوں کا کوئی استاد نہیں اسی طرح صوفیاء کے علم کا بھی دنیاوی کوئی استاد نہیں ہے .اس لئے صوفیاء کے اقوال میں سے کوئی قول قرآن وسنّت سے ٹکراتا بھی ہو تو صوفیاء اس کو غلط تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوتے .علم لدنی کے حصول کا ذریعہ ریاضت ومجاہدہ ہوتے ہیں ،اسی وجہ سے جماعت تبلیغ مساجد کے ائمہ ، مدارس کے معلم اور طلباء وطالبات پر زور دیتے ہیں کہ وہ چلّوں کے لئے ان مدارس ومراکز تعلیم کو چھوڑ کر خروج کریں ، مدارس ومراکز تعلیم میں بیٹھ کر کام کرنے والے اساتذہ وطلباء دین کا کوئی کام نہیں کر رہے ہیں، دین کا کام چلّے کھینچنے میں ہے ان چلّوں میں خروج سے وہ علم حاصل ہوتا ہے جو تعلیم وتعلم سے ممکن نہیں ہے اسی وجہ سے وہ مراقبہ کرنے والے صوفی محدث عبدالرزاق کی احادیث کی تعلیم کی طرف متوجہ نہیں ہوا بلکہ گھٹنوں پر سر رکھ کر وحی الٰہی سے علم حاصل کرتا رہا .صوفیاء کے مشہور بزرگ بایزید بسطامی کا مشہور قول ہے : ''تم نے مردوں سے علم حاصل کیا اور ہم نے ہمیشہ زندہ رہنے والی ذات سے علم حاصل کیا''.

بایزید نے کہا تم نے یہ علم شریعت مردوں سے حاصل کیا ہے اور ہم نے اپنا علم اس ذات سے براہ راست حاصل کیا ہے جو ہمیشہ رہنے والی ذات ہے اس کو کبھی بھی موت نہیں آئے گی. ہم کہتے ہیں ہمارے دل نے ہم کو حدیث بیان کی ہمارے رب سے ، اور تم کہتے ہو ہم کو حدیث بیان کی فلاں نے ، جب تم سے

دریافت کیا جاتا ہے کہ وہ فلاں کہاں ہے تو تم کہتے ہو وہ مرگیا، اس کو کس نے
حدیث بیان کی اور وہ کہاں ہے؟ تو تم کہتے ہو وہ بھی مرگیا.(الفکر الصوفی ص
۹۹، الفتوحات المکیہ باب ۵۴ شرکیہ اعمال ص ۴۹)۔ دیوبندی وتبلیغی جماعت
کہتی رہتی ہے کہ ہمارے علماء وشیوخ کا صوفیاء کے ان اقوال سے کوئی تعلق نہیں
ہماری خالص مذہبی جماعت ہے یہ بات کوئی تبلیغی کہے یا دیوبندی اس کو سچ نہیں
سمجھ لینا چاہیئے تبلیغی جماعت نے اپنے عمل سے اپنے پکے صوفی ہونے کا ثبوت
دے دیا ہے یہ جماعت کسی تعلیمی ادارے ومرکز سے تعلق نہیں رکھتی، پڑھنا
پڑھانا ان کے راستے کی بڑی رکاوٹ ہے اس کی شہادتیں پہلے بھی گزر چکی ہیں
آئندہ بھی آئیں گی.

کتابوں میں کیا رکھا ہے کچھ سینے سے عطاء فرمائیے

اشرف علی صاحب تھانوی (حکیم الامت) قصص الاکابر ص ۷۱ میں فرماتے ہیں
: ایک بار حضرت حاجی صاحب مجھے اپنا کتب خانہ دینے لگے میں نے کہا
کتابیں اپنے پاس رکھیئے کتابوں میں کیا رکھا ہے کچھ سینے سے عطا فرمائیے یہ سن
کر حضرت خوشی کے مارے کھل گئے اور فرمایا :''ہاں بھائی ہاں سچ تو یہ ہے کہ
کتابوں میں کیا رکھا ہے''.!(صد کتاب وصد ورق درنار کن سینہ را از نور حق
گلزار کن) یعنی کتابوں کو آگ میں جلا دیجئے سینے کو حق کے نور سے روشن کیجئے.
دیکھئے کہیں تبلیغی جماعت یہ نہ کہہ دے کہ اشرف علی صاحب سے ہمارا کوئی
واسطہ نہیں اس لئے ان کے جھوٹ کو پکڑنے کے لئے بانی جماعت کا بیان حفظ کر
لیجئے۔ ایک بار فرمایا حضرت تھانویؒ نے بہت بڑا کام کیا ہے بس میرا دل چاہتا
ہے کہ تعلیم ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو کہ اس طرح ان کی تعلیم عام ہو جائے گی
(ملفوظات مولانا الیاس ملفوظ ۵۶) تذکرۃ الخلیل ص ۲۹-۳۰ میں شاہ بھیک نام
کے فقیر کا تذکرہ ہے اس نے اپنے پیر کی بے انتہا خدمت کی تھی اس لئے پیر نے
اس کو اپنی چھاتی سے لگالیا اور روحانی نعمت جو کچھ دینی تھی وہ عطا کردی ادھر سینے
سے سینہ لگا اور ادھر ولایت ومعرفت الہیہ نصیب ہوگئی.

نبی کریم ﷺ کو جبرئیل کا سینے سے لگانا صحیح بخاری میں مذکور ہے لیکن وہاں
جبرئیل نے کہا (اقرأ) پڑھو آپ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، پھر جبرئیل
نے آپ کو پڑھایا اور کہا (اقرأ باسم ربک الذی خلق) اس حدیث میں
ہے رسول اللہ ﷺ کو جبرئیل کے پڑھانے سے علم آیا اور سورہ القیامۃ ﴿ **لا
تحرک به لسانک لتعجل به . .ان علینا جمعه وقرآنه.فاذا
قرأنه فاتبع قرآنه** ﴾ یعنی جبرئیل کے پڑھنے کے وقت آپ جلدی نہ کریں
ان کے ساتھ ساتھ نہ پڑھیں بلکہ جب وہ پڑھ کر ختم کریں تو آپ پڑھیں.اس
آیت میں بھی رسول اللہ ﷺ کے علم کو جبرئیل کی تعلیم سے حاصل کردہ بتایا گیا
ہے لیکن صوفیاء اپنا علم پڑھنے پڑھانے سے نہیں سینے کو سینے سے لگانے سے منتقل
کرتے ہیں، علم کی منتقلی کا یہ ذریعہ انسانوں میں معروف نہیں ہے ہاں شیاطین کا

یہ طریقہ تعلیم ہو تو ممکن ہے۔صوفیاء کی وحی بھی شیطانی ہوتی ہے اس وحی پر ان کے علم و دین و مذہب کا دارومدار ہے ﴿وان الشیاطین لیوحون الی أولیائهم لیجادلوکم﴾ (الانعام : ۱۲۱) بیشک شیاطین اپنے اولیاء کی طرف وحی کرتے ہیں تا کہ وہ تمہارے ساتھ جھگڑا کریں اگر تم نے ان کی بات مان لی تو مشرک ہو جاؤ گے۔

اللہ کی طرف سے حاجی کو خط، تیرے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے گئے

ذوالنون مصری فرماتے ہیں: ''میں نے نوجوان کو دیکھا کہ دمادم رکوع وسجود کر رہا ہے میں نے پوچھا کہ بڑی کثرت سے نمازیں پڑھ رہے ہو وہ کہنے لگا کہ واپسی کی اجازت مانگ رہا ہوں اتنے میں ایک کاغذ کا پرچہ اوپر سے گرا اس میں لکھا ہوا تھا یہ اللہ جل شانہ کی طرف سے اپنے سچے شکر گزار بندے کی طرف ہے کہ تو واپس چلا جا اللہ تعالی نے تیرے اگلے وپچھلے سب گناہ بخش دیئے'' (فضائل حج فصل ۱۰ اللہ والوں کے قصے، قصہ ۱۵)۔

پوری دنیا میں دین پہنچانے کی علمبردار جماعت تبلیغ اس قسم کی کہانیوں کو دین سمجھ کر دنیائے عالم تک ان کی نشر واشاعت کرتی پھر رہی ہے کیا یہی دین ہے جو محمد ﷺ لائے تھے۔کیا ہمارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کو بھی کوئی خط اللہ تعالی کی طرف سے ملا تھا اور پھر یہ کہ آسمان سے اترنے والا خط کس زبان میں تھا اور اس کو لکھا کس نے تھا اللہ تعالی نے خود اپنے ہاتھ سے تحریر فرمایا تھا یا اللہ تعالی نے املا فرمایا اور جبرئیل نے اس کو قلم بند کیا۔(قاتلهم الله أنى يؤفكون)

صوفیوں کی طرف سے لوگوں کو جنت کے پروانے اور اللہ تعالی کی طرف سے ان کی تائید

مالک بن دینار نے ایک نوجوان کو ایک لاکھ درہم کے عوض جنت میں ایک محل ملنے کا اقرار نامہ لکھ کر دیا وہ نوجوان چالیس روز بعد مر گیا اس کی وصیت کے مطابق وہ اقرار نامہ اس کے کفن میں رکھ دیا گیا اگلے روز اقرار نامہ مالک کے سامنے پڑا تھا جس کی پشت پر لکھا تھا یہ اللہ جل شانہ کی طرف سے مالک بن دینار کی برأت ہے جس مکان کا تم نے اس نوجوان سے وعدہ کیا تھا وہ ہم نے اس کو دے دیا ہے اور اس سے ستر گناہ زیادہ دے دیا۔(فضائل صدقات فصل ۷ ملخص واقعہ ۵۷)۔

یہ ہیں صوفیوں کی مجنونانہ اور احمقانہ باتیں اللہ تعالی کی طرف سے صوفی، لوگوں کو جنت کا پروانہ دے رہا ہے ایسی بات کوئی احمق ہی کر سکتا ہے اور اس سے بڑھ کر اسکا یہ دعوی کہ اللہ تعالی نے میرے پروانے یافتہ کو میرا لکھا دیکر اس کی اطلاع بھی مجھ تک پہنچا دی ہے۔رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کو بعض اعمال پر جنت

کی پیشنگوئیاں کیا کرتے تھے مگر یہ کبھی نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف اللہ کی طرف سے لکھا ہوا خط آیا ہو کہ ہم نے تمہارے فلاں امتی کو یہ چیز دے دی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے کسی امتی کو کوئی لیٹر بھی نہیں بنا کر دیا ہے مگر اس صوفی ملحد کی ڈھٹائی دیکھئے کہ اللہ تعالی سے پوچھے بغیر اس کی جنت کو تقسیم کرتا پھرتا ہے اس لئے یہ بات یقینی ہے کہ یہ احمقوں کی جنت ہوگی وہ جس کو چاہیں دیں کسی کو بھلا کیا اعتراض ہوسکتا ہے.

ستائیں سو ۲۷۰۰ میل سے صبح کی نماز مکہ میں

ایک شخص جس کا نام مالک بن قاسم جیلی تھا ستائیس سو میل سے مکہ میں صبح کی نماز پڑھنے آ گئے خود ہفتہ سے کچھ نہ کھایا تھا والدہ کو کھلا کر آئے تھے ابھی ہاتھوں سے گوشت کی خوشبو آ رہی تھی بعض بزرگوں کا بیان ہے کہ انھوں نے کعبہ شریف کے گرد فرشتوں اور انبیاء کو بھی دیکھا ہے. (فضائل حج فصل ۱۰، اللہ والوں کے قصے، قصہ ۱۶)

یہ قصہ بھی جھوٹ و مکر و خداع کے قسم سے ہے کیونکہ جو چیز بطور معجزہ رسول اللہ ﷺ کو عطا نہ ہوئی وہ بطور کرامت ایک امتی کو کیسے نصیب ہوسکتی ہے رسول اللہ مدینہ سے مکہ تک کا سفر کئی دن میں طے کر کے وہاں پہنچ پاتے تھے اور یہ صوفی اس سے کئی سو گنا زیادہ سفر منٹوں سکینڈوں میں کیسے طے کر لیتے ہیں. حنفی فقہ کی کتاب درمختار ج۲ ص ۵۲۹ اور اس کے حاشیہ ردالمحتار المعروف فتاویٰ شامی ج۴ ص ۲۶۰ میں ولی کے لئے طیّ الارض. (زمین کے سمٹ جانے) کو امام زعفرانی کے قول میں جہالت اور ابن مقاتل و محمد بن یوسف کے قول میں کفر کہا ہے یعنی جو شخص یہ کہے کہ ولی کے لئے زمین سمٹ جاتی ہے وہ بعض حنفی علماء کے نزدیک جاہل اور بعض کے نزدیک کافر ہے۔

خضر پانچ نماز کہاں پڑھتے ہیں

ایک بزرگ کو خضر نے بتلایا میں صبح کی نماز مکہ میں پڑھتا ہوں عصر کی نماز بیت المقدس میں اور عشاء کی سد سکندری پر (فضائل حج فصل ۱۰، اللہ والوں کے قصے، قصہ ۶۲).

یہ حکایت بھی مسئلہ طیّ الارض سے تعلق رکھتی ہے اس قسم کا طیّ الارض بطور معجزہ ہمارے نبی کو نہیں ملا دوسروں کو اسکا حاصل ہونا کہاں ممکن ہے، اس لیے یہ بھی صوفی کا سفید جھوٹ ہے. اس صوفی نے یہ نہیں بتایا کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں خضر اسی طرح مکہ و مدینہ آیا کرتے تھے یا نہیں اگر آیا کرتے تھے تو مکہ و مدینہ میں انہوں نے آپ ﷺ سے ملاقات کیوں نہیں کی اور آپ ﷺ پر ایمان لا کر مسلمان کیوں نہیں ہوئے. جو شخص رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں زندہ تھا اور وہ آپ ﷺ تک پہنچ بھی سکتا تھا پھر بھی وہ آکر مسلمان نہیں ہوا وہ کافر ہے. ان صوفیوں کو شرم نہیں آتی یہ خضر کو زندہ مان کر ان کے کافر ہونے کے درپے کیوں ہیں. ان لوگوں نے شیطان کو خضر مان رکھا ہے کیونکہ وہ مخلوق جو انسانی آنکھ سے

اوجھل ہے وہ جن ہے،جن کا معنی ہے آنکھوں سے اوجھل مخلوق ۔خضر علیہ السلام انسان تھے اگر وہ زندہ ہیں تو لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل کیوں ہیں ،اگر وہ صبح کی نماز مکہ میں پڑھتے ہیں تو پھر وہ عام مسلمانوں کو نظر کیوں نہیں آتے ،اگر وہ واقعی بیت اللہ میں موجود ہوتے ہیں اور نظر بھی نہیں آتے تو وہ یقیناً انسان نہیں دوسری مخلوق ہیں ،لہذا وہ خضر شیطان ہوسکتا ہے ،وہ خضر نہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہم سفر تھا جن کا ذکر سورہ کہف میں آیا ہے۔

اگر خضر علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بھی زندہ تھے تو آج وہ صحیح مسلم کی حدیث کی رو سے زندہ نہیں ہیں.

(أن عبدالله بن عمر قال صلىٰ بنا رسول الله ﷺ ذات ليلة ، صلاة العشاء في آخر حياته ،فلماسلم قام فقال : أرأيتكم ليلتكم هذه؟ فان على راس مائة سنة منها لا يبقى ممن هو على ظهر الارض احد. رواه مسلم حديث ۲۵۳۷) جابر کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ہم کو عشاء کی نماز پڑھائی پھر کھڑے ہوکر فرمایا اس رات میں جو شخص زندہ ہے وہ آج سے سو سال بعد زندہ نہیں رہے گا.ائمہ اہل حدیث نے اس حدیث سے خضر کے زندہ نہ ہونے پر استدلال کیا ہے اور یہ حدیث بھی خضر کے زندہ نہ ہونے پر دلیل ہے.**(عن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ ما من احد يسمع بى من هذه الا مة ولا يهودى ولا نصرانى ولا يو من بى الا ا دخل النار فجعلت اقول اين تصديقها فى كتاب الله حتى وجدت هذا الاية ومن يكفر به من الاحزاب فالنار موعده. (هود : ۱۷) قال:الاحزاب الملل.**رواہ الحاکم فی المستدرک ج ۲ ص ۳۴۲)۔

ابن عباس کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس وقت سے جس شخص نے بھی میری رسالت ونبوت کے بارے میں سنا اور اسی طرح یہودی اور نصرانی نے بھی پھر وہ میرے اوپر ایمان نہیں لایا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں : رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی تصدیق میں نے قرآن میں تلاش کی تو مجھے سورہ ھود کی یہ آیت ملی سابقہ امتوں میں سے جس شخص نے بھی اس دین کے ساتھ کفر کیا وہ اس پر اور اس کے نبی پر ایمان نہیں لایا اس کے لئے جہنم واجب ہوگئی.

یہ حدیث بھی اس بات کی دلیل ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں زندہ تھا اس نے آپ کی نبوت کے بارے میں سنا پھر بھی وہ آکر آپ کے ہاتھ پر مسلمان نہ ہوا وہ کافر ہے اس لئے خضرؑ اگر زندہ ہوتے تو آکر آپ ﷺ کے ہاتھ پر ضرور بیعت کرتے.

جب تک عشق پیدا نہ ہو اس وقت تک ان واقعات پر

اعتراض نہیں کرنا چاہیئے

صوفیوں کی ان بے اصل اور احمقانہ حکایتوں کے بارے میں ان کو بھی یقین ہے کہ یہ مضحکہ خیز ہیں اور کسی بھی ذی عقل و باشعور آدمی کے لئے ان کو تسلیم کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے صوفی زکریا صاحب فرماتے ہیں ان واقعات میں تین امر قابل لحاظ ہیں اول یہ کہ یہ احوال و واقعات جو گذرے ہیں وہ عشق و محبت پر مبنی ہیں اور عشق کے قوانین عام قوانین سے بالاتر ہیں .

؎ مکتب عشق کے انداز نرالے دیکھے

اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا.

عبث ہے جستجو بحر محبت کے کنارے کی

بس اس میں ڈوب ہی جانا ہے اے دل پار ہو جانا.

لہذا ان واقعات کو اسی عینک سے دیکھنے کی ضرورت ہے اور اس رنگ میں رنگ جانے کی کوشش کرنی چاہیئے لیکن جب تک عشق پیدا نہ ہو اس وقت تک نہ تو ان واقعات سے استدلال کرنا چاہیئے اور نہ ان پر اعتراض کرنا چاہیئے اسلئے کہ وہ عشق سے صادر ہوتے ہیں ......الخ .(فضائل حج فصل ۱۰ حکایات و واقعات ،واقعہ ۷۰)۔

اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان واقعات کی تصدیق اس وقت ممکن ہے جس وقت انسان مکمل طور پر پاگل اور دیوانہ ہو جائے اس کی عقل بالکل کام کرنا چھوڑ دے۔واہ رے واہ !! یہ بھی عجیب دین ہے جس پر عمل، عقل و ہوش کے وقت ممکن نہ ہو جب نہ رہے تو اس پر عمل شروع ہوا ایسا دین واقعی احمقوں کا دین ہے محمد رسول اللہ ﷺ والا دین نہیں.اور صوفیاء کا لفظ عشق بھی قابل غور ہے یہ لفظ عربی زبان میں اچھے معنی میں استعمال نہیں ہوتا،اس لئے یہ کوئی نہیں کہتا کہ میں نے اپنی ماں سے عشق کیا،اپنی بیٹی سے عشق کیا،اپنی بہن سے عشق کیا،اور یہ کہا جاتا ہے میں اپنی ماں سے محبت کرتا ہوں،بیٹی سے اور بہن سے محبت کرتا ہوں.لفظ عشق ایسی محبت میں استعمال ہوتا ہے جو ناجائز ہو اس لئے اس لفظ کا استعمال وہ لوگ کرتے ہیں جو کسی سے ناجائز محبت کرتے ہوں.قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں مسلمانوں کو اللہ اور اس کے رسول سے عشق نہیں محبت کا حکم ہے،ان ظالم و جاہل صوفیوں نے انسانی و اخلاقی اقدار کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اللہ تعالی کو اپنا معشوق بنا ڈالا محمد رسول اللہ ﷺ سے عشق کی رٹ لگانے لگے،اور اگر صوفیاء سمجھتے ہیں کہ لفظ عشق اور محبت میں کوئی فرق نہیں تو پھر اپنی ماؤں بہنوں اور بیٹیوں سے بھی عشق کرنے کا اعلان کریں امید ہے جماعت تبلیغ جلد سے جلد اس پر عمل شروع کر دے گی صوفی زکریا صاحب نے اس مقام پر جو اشعار لکھے ہیں وہ نہایت بیہودہ اور غیر اخلاقی اشعار ہیں ان اشعار کا اطلاق ان استادوں پر ہوتا ہے جو طلباء و طالبات پر غلط نظر رکھتے ہیں ،جن طلباء طالبات کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کی تمنائیں اپنے دلوں میں

رکھتے ہیں اس لئے وہ ان طلباء وطالبات کو سبق یاد ہونے کے باوجود اپنے پاس روک کر رکھتے ہیں جو نہایت بے ہودہ اور خبیث حرکت ہے اس قسم کے اشعار کو اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کے معنی میں استعمال کیا جائے ، ناجائز ہے سچ فرمایا اللہ تعالی نے ایسے لوگوں کے بارے میں ﴿**أم تامرهم أحلامهم بهذآ أم هم قوم طاغون**﴾ (طور : ٣٢) کیا ان کی عقلیں ان کو ان باتوں کی تعلیم کرتی ہیں یا یہ کہ یہ شریر لوگ ہیں. ترجمہ اشرف علی صاحب تھانوی.

اللہ تعالی آسمان پر ہے ہر جگہ پر نہیں

صوفی زکریا صاحب (فضائل حج فصل ١٠ ، اللہ والوں کے قصے ، قصہ ٣) میں فرماتے ہیں : حضرت ابوعبید خواص ممتاز بزرگوں میں سے ہیں ان کے متعلق مشہور ہے کہ ستر برس تک آسمان کی طرف منہ نہیں اٹھایا ، کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ ''مجھے شرم آتی ہے کہ اتنے بڑے محسن کی طرف اس سیاہ منہ کو اٹھاؤں'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوعبید خواص طریقہ سلف پر تھے وہ اللہ تعالی کو آسمان پر مانتے تھے ہر جگہ نہیں اور حنفیہ دیوبندی وتبلیغی جماعت اللہ تعالی کو ہر جگہ پر مانتے ہیں صرف آسمان پر نہیں ۔

فتاوی عالمگیری (جس کو پانچ سو علماء حنفیہ سے بھی زیادہ علماء نے لکھا ہے) میں ہے اگر کسی نے کہا ''اللہ تعالی آسمان میں ہے تو اگر اس کا مقصد قرآن کریم میں موجود آیات کی خالی نقل ہے تو کافر نہیں اور اگر اس کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالی آسمان میں موجود ہے تو کافر ہو جائے گا اور اس سے اگر اس کی نیت کچھ نہیں تھی تو بھی کافر ہو گیا اور اگر کہتا ہے کہ اللہ تعالی انصاف کے لئے بیٹھا یا کھڑا ہے یا اللہ تعالی کے لئے اوپر یا نیچے کی سمت بیان کرے یعنی یہ کہے کہ اللہ تعالی اوپر ہے یا نیچے تو کافر ہو جائے گا اور اگر کہتا ہے اللہ تعالی آسمان سے نیچے کی طرف دیکھتا ہے یا کہتا ہے عرش سے دیکھتا ہے تو کافر ہو جائے گا''. (فتاوی عالمگیری عربی ج ٢ ص ٢٥٩) ائمہ اہل سنّت (جن میں امام ابوحنیفہ بھی ہیں) کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی عرش پر مستوی ہے جو ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے وہ ہر جگہ پر نہیں ہے اس کا علم ہر جگہ کو محیط ہے علم کے لحاظ سے کوئی چیز اس سے دور نہیں اللہ تعالی کا ارشاد ہے (**الرحمن علی العرش استوی**) (طہ : ٥) وہ بڑی رحمت والا ہے عرش پر قائم ہے. (ترجمہ اشرف علی صاحب تھانوی) اور عرش باتفاق علماء ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے اور ایک حدیث میں ہے جس کو بخاری نے روایت کیا ہے **لما قضى الله الخلق كتب فی كتاب فهو عنده فوق العرش ان رحمتی سبقت غضبی** (صحیح البخاری حدیث ٧٤٥٣) اس حدیث میں ہے کہ لوح محفوظ اللہ تعالی کے پاس آسمان کے اوپر عرش پر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی عرش پر مستوی ہے ہر جگہ پر اس کا علم ہے اس کی ذات نہیں قرآن کریم کی بعض آیات جن میں انسان کے ساتھ اللہ تعالی کی معیت کا ذکر آیا ہے اس معیت سے مراد اس کا علم ہے اس کی ذات نہیں اور

آیت (ونحن اقرب الیه من حبل الورید)(ق : ١٦) میں قرب سے
مراد اللہ تعالی کا قرب نہیں، بلکہ اس کے علم کا قرب مراد ہے. اشرف علی صاحب
تھانوی اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں ''مطلب یہ ہوا کہ ہم باعتبار علم کے اس کی
روح اور نفس سے بھی زیادہ قریب ہیں''. اور ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر میں
لکھا ہے ''اور ہم اس کی رگ جاں سے بھی زیادہ قریب ہیں یعنی ہمارے فرشتے
''اور بعض نے کہا ہے ہمارا علم ہے ان کی غرض یہ ہے کہ حلول واتحاد نہ لازم
آجائے جو بالا جماع رب کی مقدس ذات سے بعید ہے اور وہ اس سے بالکل
پاک ہے اور صوفیاء اللہ تعالی کو بذاتہ ہر جگہ مانتے ہیں کیونکہ ان کا عقیدہ وحدت
الوجود اور حلول کا ہے، جماعت تبلیغ اور دیو بندی مذہب صوفی مشرب رکھتا ہے
اس لئے کہ ان کے یہاں اللہ تعالی اپنی ذات سے ہر جگہ پر موجود ہے، اشرف
علی صاحب تھانوی نے، جن کی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے جماعت تبلیغ
بنائی گئی ہے قرآن کریم کی آیت ﴿فأینما تولوا فثم وجه الله ﴾(البقرۃ
:١١٥) کے حاشیہ میں لکھا ہے اس میں دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالی کسی جہت کے
ساتھ خاص نہیں﴿ ان اللـه واسع علیم ﴾ (البقرۃ : ١١٥) کا ترجمہ
انہوں نے ان الفاظ میں کیا ہے : ''اللہ تعالی محیط ہیں کامل العلم ہیں'' اور آیت
واللہ محیط بالکافرین (بقرہ : ١٩) کے حاشیہ میں اشرف علی صاحب نے
لکھا ہے اس میں دلیل ہے قول صوفیاء کی کہ حق تعالی اپنی مخلوق کو ذاتاً محیط ہے
بدون اتصال اور کسی کیفیت کے، نہ محض علم سے محیط ہے.

حلول کا عقیدہ

ہمارے کلام میں دو لفظ زیادہ استعمال ہوئے ہیں حلول اور وحدۃ الوجود، ان
دونوں کی تعریف معلوم ہو جائے تو بات کے سمجھنے میں آسانی ہو جائے گی حلول کا
معنی ہے اترنا، داخل ہونا. اصطلاح میں حلول کا معنی ہے اللہ تعالی کی ذات کا
بندے کے اندر اترنا، داخل ہونا. صوفیاء میں کچھ لوگ حلول کے قائل ہیں ان کا
عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندے کے اندر بستا اور رہتا ہے اللہ تعالی بندے
کے اندر ایسے گھل مل جاتا ہے جیسے دودھ کے ساتھ پانی یا جیسے شکر پانی میں گھل مل
جاتی ہے. اس کی تفسیر میں صوفیاء کہتے ہیں انسان کے اندر جو روح ہے وہ اللہ
تعالی کی روح ہے اس روح کو وہ مخلوق نہیں کہتے بلکہ کہتے ہیں یہ اللہ تعالی کی
صفات میں سے اس کی ایک صفت ہے اور اللہ تعالی کی تمام صفات غیر مخلوق ہیں
اس لئے انسان کے اندر روح بھی ان کے نزدیک غیر مخلوق ہے اسی عقیدے کی
بنیاد پر حسین بن حلاج نے خدائی دعویٰ کیا تھا.

دیو بندی جماعت کے حکیم الامت اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں :
لوگوں نے خدائی دعوے کئے ہیں مگر حسین بن منصور حلاج پر شبہ نہ کیا جائے کہ
انھوں نے (انا الحق) میں خدائی کا دعویٰ کیا تھا کیونکہ ان پر ایک حالت طاری تھی
ورنہ وہ عبدیت کے بھی قائل تھے چنانچہ وہ نماز بھی پڑھتے تھے کسی نے پوچھا کہ

جب تم خدا ہو نماز کس کی پڑھتے ہو؟ جواب دیا کہ میری دو حیثیتیں ہیں ایک ظاہر ،ایک باطن. میرا ظاہر میرے باطن کو سجدہ کرتا ہے (الافاضات الیومیہ ج ا ص ۲۵۱)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے یہ حلاج اپنے آپ کو باطن میں خدا مانتا تھا اور باطن سے مراد روح ہے یعنی وہ اس روح کو اللہ تعالی کی پیدا کردہ مخلوق نہیں سمجھتا تھا بلکہ رب کی ذاتی روح سمجھتا تھا گویا یہ انسان اس عقیدے میں رب وعبد سے مرکب ہے یہی انسان رب بھی ہے اور عبد بھی ہے .العیاذ باللہ تعالی.

ظہور اور حلول میں فرق

دیوبندی وتبلیغی جماعت کے حکیم الامت نے حلاج اور اس کے پیر بھائیوں کی صفائی میں یہ انکشاف فرمایا ہے۔ الافاضات الیومیہ کا جامع ومرتب لکھتا ہے ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ ظہور وحلول میں کیا فرق ہے فرمایا جیسے صورت کا عکس کہ آئینہ میں اس کا ظہور ہے نہ کہ حلول یا ظل انسانی (انسان کا سایہ) کہ انسان کا ایک ظہور ہے انسان اس کے اندر حلول کئے ہوئے نہیں ،صوفیاء کی ایسی مثالوں سے نادانوں کو شبہ حلول کا ہو جاتا ہے (ج ا ص ۲۵۷)۔

حکیم الامت صاحب نے اپنے اس بیان میں ان لوگوں کی طرف سے صفائی پیش کی ہے جو مخلوق کی صورت میں اللہ تعالی کا ظہور وتجلی مانتے ہیں حکیم الامت نے اپنے طب سے یہ نقطہ کشائی فرمائی ہے کہ یہ حلول نہیں ہے اس لئے اس قول وعقیدے سے کسی قسم کی کوئی بدعت لازم نہیں آتی ، میں کہتا ہوں مانا یہ حلول نہیں مگر یہ وحدۃ الوجود ہے کیونکہ آئینہ سے باہر بیٹھا ہوا انسان اور آئینہ میں اس کی صورت دونوں ایک چیز ہیں آئینہ میں آنے والی تصویر بعینہ اس انسان کا عکس ہے جو اس کے سامنے بیٹھا ہوا ہے لہذا اگر مخلوق میں خالق حلول کئے ہوئے نہیں تو مخلوق مکمل اس کا عکس تو ہوا اور عکس وصاحب عکس ایک دوسرے کا غیر نہیں ہوتے لہذا اس ظہور وتجلی کے عقیدے میں خالق ومخلوق ایک ہوئے العیاذ باللہ تعالی. بعض صوفیاء علانیہ طور پر وحدت الوجود یا حلول کے عقیدے کا اظہار نہیں کرتے وہ اپنے مذہب کو ظہور کے نام سے تعبیر کر کے لوگوں کو دھوکے میں ڈالتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ تجلی وظہور بعینہ وحدۃ الوجود کا عقیدہ ہے اس بات کو سمجھنے لینے کے بعد اب اگر کسی کو تجلی وظہور کے عقیدے کا حامل پاؤ تو سمجھنے کی مشکل نہیں ہوگی کہ یہ شخص وحدت الوجود کا قائل ہے .

دیوبندی وتبلیغی جماعت کے حکیم الامت نے ارواح ثلاثہ (حکایت ۲۱۵) میں طویل حکایت نقل فرمائی ہے اس میں انھوں نے اپنے ایک پیر بھائی صوفی دیوبندی کے بارے میں یہ باتیں نقل فرمائی ہیں۔ اس بزرگ کے بیٹے کا بیان ہے میرے والد کے اندر چشتیت بہت غالب تھی ان کی کیفیت یہ تھی جس جگہ یہ سنتے تھے کہ وہاں فلاں شئ خوبصورت ہے تو سفر کر کے اسے دیکھنے جاتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ انہیں معلوم ہوا کہ جے پور میں ایک تصویر بہت خوبصورت ہے

پس وہ اسے دیکھنے کے لئے جے پور روانہ ہوگئے ، جاکر اسے دیکھ آئے اس
طرح ان کو معلوم ہوا کہ لکھنو سے بہت دور مقام پر کسی کے یہاں بانسی حصار
سے کوئی اونٹنی آئی ہے جو بہت خوبصورت ہے یہ سن کر اس کو دیکھنے روانہ ہوگئے
اور وہاں جاکر اس اونٹنی کو دیکھا اور اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اس کا سر جھکایا
اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ کہاں ظہور فرمایا ہے. لکھنو کے اطراف میں
ایک مقام پر ایک عالم رہتے تھے وہ ایک لڑکے پر عاشق تھے اس کو بہت محبت
سے پڑھاتے تھے جب والد صاحب کو اس کے حسن کا قصہ معلوم ہوا تو وہ حسب
عادت اسے دیکھنے چل دئے جس وقت والد پہنچے اس وقت لڑکا کوٹھری کے اندر
تھا وہ عالم صاحب چارپائی سے کمر لگائے کوٹھری کی طرف پشت کئے ہوئے تھے
والد صاحب اسباب رکھ کر اس عالم سے مصافحہ کرنے گئے جب یہ سہ دری پر
پہنچے تو لڑکا ان کو دیکھ کر کوٹھری میں سے نکلا والد صاحب نے مصافحہ کے لئے ہاتھ
بڑھائے تھے کہ ان کی نظر لڑکے پر پڑگئی اس عالم سے مصافحہ تو رہ گیا والد
صاحب اس لڑکے کی طرف دیکھنے میں مستغرق ہوگئے ......الخ. یہ ہے دیوبندی
وتبلیغی علماء وشیوخ کا دین کہ ہر خوبصورت چیز میں ان کا رب بیٹھا ہوا ہے یہود
نے صرف عزیر کو اللہ کا بیٹا کہا وہ کافر ہوئے عیسائی قوم نے عیسیٰ کو رب والٰہ
کہا وہ کافر ہوئے مگر اس امت کا صوفی ہر خوبصورت چیز میں رب مان کر بھی
مسلمان ہے. دیوبندی شیوخ وعلماء واکابرین کا پیر حاجی امداد اللہ ہے اشرف علی

صاحب تھانوی نے ان کے نام پر مختلف کتابیں لکھی ہیں فتاویٰ امدادیہ
امدادالمشتاق، شمائم امدادیہ وغیرہ۔ مولوی اشرف علی صاحب نے قصص الاکابر
ص۱۰۴ میں اپنے اسی پیر کے بارے میں نقل کیا ہے کہ حضرت حاجی صاحب
پاؤں پھیلا کر نہیں سوتے تھے کسی خادم نے کہا آپ پاؤں کیوں نہیں پھیلاتے
فرمایا کوئی اپنے بادشاہ کے سامنے پاؤں بھی پھیلایا کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا
ہے یہ حاجی صاحب اپنے چاروں طرف رب کی ذات کو موجود مانتے تھے
حالانکہ اس طرح رب تعالی کو زمین پر بذاتہ ماننا کہ اس کی طرف پاؤں پھیلانا
بے ادبی ہو، کفر ہے. امام طحاویؒ نے عقیدہ ائمہ اہل سنّت میں کتاب تالیف کی
ہے اس کی شرح ایک حنفی عالم نے کی ہے یہ کتاب شرح عقیدہ طحاویہ کے نام
سے مطبوع ہے اس کتاب کے ص ۲۸۸ میں ہے شیخ الاسلام ابو اسماعیل
الانصاری نے ابومطیع بلخی سے نقل کیا ہے انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا ایک
شخص کہتا ہے میں نہیں جانتا رب تعالی زمین پر ہے یا آسمان میں ہے اس کے
بارے میں کیا فتویٰ ہے. امام صاحب نے فرمایا وہ کافر ہے اس لئے کہ اللہ تعالی
کا فرمان ہے (الرحمن علی العرش استوی) اللہ تعالی عرش پر مستوی ہے
اور اللہ تعالی کا عرش ساتویں آسمان کے اوپر ہے میں نے کہا اگر وہ یوں کہے کہ
اللہ تعالی عرش پر ہے لیکن میں نہیں جانتا کہ عرش آسمان پر ہے یا زمین پر. امام
صاحب نے فرمایا وہ بھی کافر ہے کیونکہ اللہ تعالی اعلٰی علیین میں ہے. یہ ہے اللہ

تعالیٰ کے بارے میں ائمہ اہل سنّت کا عقیدہ امام ابوحنیفہؒ کا عقیدہ بھی یہی ہے امام صاحب نے اس شخص کو کافر کہا ہے جو اللہ تعالیٰ کو ساتوں آسمانوں کے اوپر عرش پر نہیں جانتا.حلول کے عقیدے میں انسانی روح کو رب تعالیٰ کی تجلی مانا جاتا ہے جو غیر مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کا حصہ ہے ۔اس لئے اشرف علی صاحب نے فرمایا(عذاب وثواب اس جسم پر نہیں ہے اور روح اعظم پر بھی نہیں) (امدادالمشتاق ص ۷۹)۔اس کی وضاحت حکیم الامت حنفیہ دیوبندیہ تبلیغیہ نے یہ فرمائی ہے کہ روح حق کی تجلی ہے اس لئے اس پر عذاب نہیں اور اس جسم پر بھی عذاب نہ ہوگا بلکہ اس جسم پر ہوگا جو خواب میں نظر آتا ہے اور فرماتے ہیں روح اعظم پر عذاب نہ ہوگا کیونکہ وہ تجلی ہے حق کی اور عذاب اس روح پر ہوگا جو روح اعظم نہیں بلکہ ہر انسان میں جدا جدا ہے اس کی شان مثل ملائکہ کے ہے کہ کائنات کے مربی ومرید ہیں امرونہی کے وہ مخاطب نہیں اس روح اعظم کا علم کشف سے ہوا ہے .روح حیوانی اس کے علاوہ ہے.(صوفیاء کے یہاں روح مخلوق نہیں)اس کے بارے میں شبیر احمد عثمانی صاحب نے جو دیوبندی وتبلیغی جماعت کے بڑے علماء میں سے ہیں ؛ سورہ اسراء کی آیت (۸۵)﴿ **ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وماا ویتم من العلم الا قلیلا** ﴾کی شرح میں طویل بحث کی ہے اس بحث میں شیخ موصوف نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ روح کا تعلق عالم اور عالم خلق

سے نہیں.﴿**الا له الخلق والامر تبارک الله رب العالمین** ﴾(الاعراف : ۵۴)خبردار اسی کا کام ہے پیدا کرنا اور حکم چلانا یہاں خدا کے دو مد ہیں جو علیحدہ علیحدہ ہیں ایک خلق دوسرا امر دونوں میں کیا فرق ہے اس کو سیاق آیات سے سمجھتے ہیں. پہلے فرمایا(**ان ربکم الله الذی خلق السموات والارض فی ستة ایام**)یہ خلق ہوا درمیان میں(**ثم استوی علی العرش**)کا ذکر کیا جو شان حکمرانی کو ظاہر کرتا ہے فرمایا(**یغشی اللیل النهار یطلبه حثیثا والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامره**) یعنی ان مخلوقات کو معین ومحکم نظام پر چلاتے رہنا جسے تدبیر وتصریف کہہ سکتے ہیں یہ امر ہوا﴿ **الله الذی خلق سبع سمٰوٰت ومن الارض مثلهن یتنزل لامر بینهن** ﴾(طلاق : ۱۲) گویا دنیا کی مثال ایک بڑے کارخانے کی سمجھو جس میں مختلف قسم کی مشینیں لگی ہوں کوئی کپڑا بن رہی ہے کوئی آٹا پیس رہی ہے کسی سے پنکھے چل رہے ہیں (وغیر ذالک) ہر ایک مشین میں بہت کل پرزے ہیں جو مشین کی غرض وغایت کا لحاظ کر کے ایک معین اندازے سے مشین فٹ ہو کر کھڑی ہو جاتی ہیں تب بجلی کے خزانے سے ہر مشین کی طرف جدا جدا راستے سے کرنٹ چھوڑ دیا جاتا ہے آن واحد میں ساکن وخاموش مشین اپنی اپنی ساخت کے موافق گھومنے اور کام کرنے لگ جاتی ہے بجلی ہر مشین اور ہر پرزہ کو اس کی مخصوص ساخت اور غرض کے مطابق گھماتی ہے حتی کہ جو قلیل وکثیر کہربائیہ

روشنی کے لیمپوں اور قمقموں میں پہنچتی ہے وہاں پہنچ کر ان ہی قمقموں کی ہیئت اور رنگ اختیار کر لیتی ہے اس مثال میں یہ بات واضح ہوگئی کہ مشین کا ڈھانچہ تیار کرنا اسکے کل پرزوں کا ٹھیک اندازہ پر رکھنا پھر فٹ کرنا ایک سلسلہ کے کام ہیں جس کی تکمیل کے بعد مشین کو چالو کرنے کے لئے ایک دوسری چیز بجلی یا اسٹیم اس کے خزانہ سے لانے کی ضرورت ہے اسی طرح سمجھو لوحق تعالی نے اول آسمان و زمین کی تمام مشینیں بنائیں جس کو خلق کہتے ہیں ہر چھوٹا بڑا پرزہ ٹھیک اندازہ کے موافق تیار کیا جسے تقدیر کہتے ہیں. سب کل پرزوں کو ٹھیک جوڑ کر مشین کو فٹ کیا جسے تصویر کہتے ہیں یہ سب افعال خلق کی مد میں آتے ہیں اب ضرورت تھی کہ جس مشین کو جس کام میں لگنا ہے لگا دیا جائے آخر مشین کو چالو کرنے کے لئے امر الہی کی بجلی چھوڑ دی گئی بہر حال میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں امر کے معنی حکم کے ہیں اور وہ حکم یہی ہے جسے لفظ (کن) سے تعبیر کیا گیا ہے اور (کن) جنس کلام سے ہے جو حق تعالی کی صفت قدیمہ ہے جس طرح ہم اس کی تمام صفات مثلاً حیات وسمع وبصر وغیرہ کو بلا کیف تسلیم کرتے ہیں کلام وکلمۃ اللہ کے متعلق بھی یہی مسلک رکھنا چاہئیے لہذا ثابت ہوا کہ روح کا مبدأ حق تعالی کی صفت کلام ہے جو صفت علم کے ماتحت ہے شاید اس لئے (نفخت فیہ من روحی) میں اسے اپنی طرف منسوب کیا کلام اور امر کی نسبت متکلم اور امر سے صادر و مصدور کی ہوتی ہے مخلوق وخالق کی نہیں ہوتی ہاں یہ امر کن، باری تعالی سے صادر ہو کر

ممکن ہے جوہر مجرد کے لباس میں یا ایک ملک اکبر اور روح اعظم کی صورت میں ظہور پکڑے جسے ہم کہربائیہ روحیہ کا خزانہ کہہ سکتے ہیں گویا یہیں سے روح حیات کی لہریں دنیا کی ذوی الارواح میں تقسیم کی جاتی ہے اور بے شمار تاروں کا کنکشن یہیں ہوتا ہے اب جو کرنٹ چھوٹی بڑی بے شمار مشینوں کی طرف چھوڑا جاتا ہے وہ مشین سے اس کی بناوٹ اور استعداد کے موافق کام لیتا اور اس کی ساخت کے مناسب حرکت دیتا ہے بلکہ جن لیمپوں اور قمقموں میں یہ بجلی پہنچتی ہے ان ہی کے مناسب رنگ وہیئت اختیار کر لیتی ہے رہا یہ مسئلہ کہ روح جوہر مجرد ہے جیسا کہ اکثر حکماء قدیم اور صوفیاء کا مذہب ہے یا جسم نورانی لطیف جیسا کہ جمہور اہل حدیث وغیرہ کی رائے ہے اس میں میرے نزدیک قول فیصل وہی ہے جو بقیۃ السلف بحر العلوم سید انور شاہ صاحب نے فرمایا کہ بالفاظ عارف یہاں تین چیزیں ہیں اول وہ جواہر جن میں مادہ اور کمیت دونوں ہوں جیسے ہمارے ابدان مادیہ، دوم وہ جواہر جن میں مادہ نہیں صرف کمیت ہے جنھیں صوفیاء اجسام مثالیہ کہتے ہیں سوم وہ جو مادہ اور کمیت دونوں سے خالی ہوں جن کو صوفیاء ارواح یا حکماء جواہر مجرد کے نام سے پکارتے ہیں جمہور اہل شرع جسے روح کہتے ہیں وہ صوفیاء کے نزدیک بدن مثالی سے موسوم ہے جو بدن میں حلول کرتا ہے اور بدن مادی کی طرح آنکھ ناک ہاتھ وغیرہ اعضاء رکھتا ہے یہ روح کبھی بدن سے جدا ہو جاتی ہے اس جدائی کی حالت میں بھی ایک طرح کا

مجہول الکیفیت علاقہ بدن کے ساتھ قائم رکھتی ہے گویا علیؑ کے قول کے موافق جو
بغوی نے (اللہ یتوفی الانفس حین موتھا) کی تفسیر میں نقل کیا ہے اس
وقت روح خود علیحدہ رہتی ہے مگر اس کی شعاع جسد میں پہنچ کر بقائے حیات کا
سبب بنتی ہے جیسے آفتاب لاکھوں میلوں سے بذریعہ شعاعوں کے زمین کو گرم
رکھتا ہے میں یہی سمجھتا ہوں کہ ہر مخلوق کو اس کی استعداد کے موافق قوی یا ضعیف
زندگی ملی ہے یعنی جس کام کے لئے وہ چیز پیدا کی گئی ڈھانچہ تیار کر کے اس کو حکم
دینا ''کن'' اس کام میں لگ جا بس یہی اس کی روح حیات ہے جب تک اور
جس حد تک یہ اپنی غرض ایجاد کو پورا کرے گی اسی حد تک زندہ سمجھی جائے گی اور
جس قدر اس سے بعید ہو کر معطل ہوتی جائے گی اسی قدر موت سے نزدیک یا
مردہ کہلائے گی ''انتھی ملتقطا''۔

اس طویل بیان میں جو کچھ شیخ صاحب نے لکھا ہے اس کا خلاصہ ولب لباب یہ
ہے کہ روح مخلوق نہیں ہے حالانکہ روح کے غیر مخلوق ہونے کا عقیدہ اہل سنّت
کا نہیں اہل بدعت کا ہے روح کو اللہ تعالی کا قول یا حکم کہنا اس کے مخلوق ہونے
کے منافی نہیں اللہ تعالی کا ارشاد ہے (تعرج الملائکة والروح
الیہ) (المعارج :۴) اللہ تعالی کی طرف اسکے فرشتے اور روح پرواز کرتے ہیں
اس آیت سے ثابت ہے کہ روح جسم اور وجود والی مخلوق ہے جو اللہ تعالی سے
ملاقات کے لئے اوپر جاتی ہے (سورہ فجر ۲۷-۳۰) میں (یاایتھا النفس
المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی
وادخلی جنتی) اے اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار کے جوار رحمت کی
طرف چل اس طرح کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش پھر چل کر تو میرے
خاص بندوں میں شامل ہو جا.(ترجمہ اشرف علی تھانوی صاحب) شیخ محمود الحسن
صاحب دیوبندی نے اس آیت کا ترجمہ یہ کیا ہے ''اے وہ جی جس نے چین
پکڑلیا پھر چل اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی ہے اور
شامل ہو میرے بندوں میں.

اشرف علی صاحب نے (ارجعی الی ربک) کا ترجمہ کیا تو اپنے پروردگار
کے جوار رحمت کی طرف چل، حالانکہ آیت کریمہ میں ایسا کوئی لفظ نہیں جس کا
ترجمہ جوار رحمت ہو یہ ترجمہ نہایت صوفیانہ ترجمہ ہے صوفیاء وغیرہ کے نزدیک
اللہ تعالی کا عرش پر مستوی ہونا باطل ہے ان کے ہاں وہ ہر جگہ مخلوق کی شکل میں
موجود ہے .لہذا روح کا آسمانوں کی طرف جانا انکے نزدیک بے معنی ہے
،اشرف علی صاحب کے اس ترجمہ سے رب کے عرش پر ہونے کی صاف طور
پر نفی ہوجاتی ہے، اور محمود الحسن صاحب کا ترجمہ قرآن کے الفاظ کے موافق ہے
جو اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالی آسمانوں کے اوپر مستوی ہے، روحیں اسی کی
طرف لوٹائی جاتی ہیں.

یہ آیت ارواح کے مخلوق ہونے کی واضح دلیل ہے، یہ آیت اس بات کی بھی

دلیل ہے کہ نیک روحیں جنت میں ہیں ان قبروں میں پڑے ہوئے جسموں میں روحیں نہیں ہیں ،لہذا انبیاء و اولیاء وشہداء کو انہی جسموں کے ساتھ انہی قبروں میں زندہ ماننا اہل بدعت کا عقیدہ ہے اہل سنّت کا نہیں ،شبیر احمد عثمانی کی مذکورہ بحث سے یہ بات بھی صاف عیاں ہے کہ وہ پوری کائنات کی ایک روح مانتے ہیں اس میں صرف روح والی مخلوق کی تخصیص نہیں ہے انہوں نے روح کو رب تعالی کا حکم اور امر کہا ہے جو تمام مخلوق میں یکساں طور پر جاری وساری ہے ،اس معنی کے لحاظ سے جو روح جانوروں میں ہے وہی روح انسانوں میں ہے اس سے جانوروں میں بندر،سور،کتوں میں موجود روح اور انبیاء اولیاء کی ارواح کے مابین فرق مٹ جاتا ہے .(العیاذ باللہ تعالی) صوفیاء تمام کائنات میں موجود روح کو روح اعظم کہتے ہیں ،جو ان کے نزدیک رب تعالی کی تجلی ہے جو اس سے جدا نہیں اس سے متحد و متصل ہے .صوفیاء اس عقیدہ کی بناء پر دنیا سے مرجانے والے بزرگوں پر وفات کا لفظ استعمال نہیں کرتے بلکہ وصال کا لفظ استعمال کرتے ہیں ،جو مخلوق کی ارواح کے خالق کے ساتھ اتصال واتحاد کو ظاہر کرتا ہے صوفی زکریا صاحب تبلیغی نصاب وفضائل اعمال میں بزرگوں کی وفات پر یہی لفظ وصال استعمال کرتے ہیں .

عقیدۂ وحدت الوجود

وحدت الوجود ہر صوفی کا عقیدہ ہے ،دیوبندی مذہب کے شیخ اعلیٰ صوفی حاجی امداد اللہ ہیں ،انہوں نے اپنے رسالے وحدت الوجود میں اس کی یوں تعریف کی ہے: ’’بندہ قبل وجود خود خدا بود ظاہر بندہ **-کنت کنزا مخفیا-** بریں معنی گواہ است حقائق کونیہ کہ نتائج علم الٰہی اندر ذات مطلق مخفی بودند وذات بر خود ظاہر بود چوں ذات خود است کہ ظہور خود برنہج دیگر شود اعیان و بلباس قابلیات شان بجلوۂ تجلی خود ظاہر فرمود خود از شدت ظہور خود از چشم بصیر ایشاں مخفی گردید مثل تخم کہ شجر یا تمام شاخ و برگ وگل وثمر دراں پوشیدہ بود گویا تخم بالفصل بود وشجر بالقوہ چوں تخم باطن خود را ظاہر نمود وجود خود پنہاں گردید ہر کہ بیند شجر می بیند تخم بنظر نمی آید .(کلیات امدادیہ ص۲۲۲).

بندہ اپنے وجود سے پہلے باطن میں خدا تھا ،خدا ظاہر بندہ .حدیث : میں مخفی خزانہ تھا اس پر شاہد ہے حقائق کونیہ جو علم الٰہی کے نتائج ہیں ذات مطلق میں مندوج و مخفی تھے اور جب یہ ذات کائنات کے روپ میں ظاہر ہوئی تو اس نے اپنے آپ کو کائنات میں چھپا دیا اس کی مثال درخت کے بیج کی ہے کہ اس میں درخت کی تمام چیزیں مخفی تھیں اس کی جڑ اسی کی ٹہنیاں اس کے پتے اس کا پھل یہ تمام چیزیں مکمل طور پر درخت کے بیج میں چھپی پڑی تھیں اور جب یہ درخت خود وجود میں آگیا تو وہ بیج جو اس کا اصل تھا اس میں چھپ گیا اسی طرح یہ تمام کائنات رب تعالی کی ذات کے اندر مکمل طور پر موجود تھی اور اس میں چھپی ہوئی تھی جب کائنات وجود میں آگئی تو درخت کے بیج کی طرح رب تعالی کی ذات

اس کائنات میں چھپ گئی (العیاذ باللہ تعالی) یہ ہے وحدۃ الوجود کی آسان مثال
اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس وقت مخلوق کی ذات میں رب کی ذات مخفی و پوشیدہ
ہے اس مخلوق کے باہر رب تعالی کی ذات کا کوئی وجود نہیں ہے.
یہ مخلوق ظاہر میں مخلوق ہے اور باطن میں خالق اور رب ہے، اس طرح انسان
رب بھی ہے اور بندہ بھی، اسی لئے ابن عربی نے فصوص الحکم میں فرعون کو
حقیقت حال کا عارف اور مسلمان لکھا ہے کیونکہ جب ہر انسان رب ہے تو
فرعون بادشاہ ہونے کی وجہ سے بڑا رب ہوا، ابن عربی نے کہا ہے کہ اس نے
(**انا ربکم الاعلیٰ**) صحیح کہا تھا اور جادوگروں نے بھی فرعون کے رب ہونے
کا یقین کرلیا تھا اس لئے انھوں نے فرعون کے آگے سر تسلیم خم کردیا تھا. (فصوص
الحکم فص موسوی، اردو ص ۳۹۵ طبع دھلی) دیوبندی علماء واکابرین وحدۃ الوجود
پر یقین و ایمان رکھتے ہیں صوفی اشرف علی صاحب تھانوی کی کتاب
امدادالمشتاق ص ۱۴۱ میں ہے : ایک دن ایک شخص نے مسئلہ وحدت الوجود کا
سوال کیا فرمایا یہ مسئلہ حق وصحیح واقع کے مطابق ہے اس مسئلہ میں کچھ شک وشبہ
نہیں معتقد علیہ تمام مشائخ کا ہے.

جبرئیلؑ کون تھے محمد ﷺ خود جبرئیلؑ تھے

وحدت الوجود کے عقیدے میں چونکہ دوئی کا کوئی وجود نہیں اس دنیا میں موجود
صرف ایک ذات ہے اس لئے اشرف علی صاحب تھانوی نے فرمایا : جبرئیل
آئینہ تھے رسول اللہ ﷺ کے اس آئینہ میں حضور نے اپنے آپ کو دیکھا تو آپ
خود اپنے آپ سے مستفید ہوئے آپ جبرئیل کا کیا فیض لیتے. (امدادالمشتاق
ص ۱۵۹)۔ دیوبندی جماعت کے حکیم الامت صاحب نے اس بیان میں محمد
ﷺ اور جبرئیل کو ایک ذات، ایک شخصیت، ایک جان بتایا اور فرمایا رسول اللہ
ﷺ نے اپنے آپ کو وحی کی محمدؐ بھی آپ تھے جبرئیلؑ بھی آپ تھے. (العیاذ
باللہ تعالی)

صوفیاء کے نزدیک حلوہ اور غلاظت دونوں ایک چیزیں ہیں

اشرف علی صاحب امدادالمشتاق ص ۱۵۱ میں فرماتے ہیں : ایک موحد سے
لوگوں نے کہا اگر تمہارے نزدیک حلوہ اور غلاظت ایک چیز ہیں تو تم ان دونوں
کو کھاؤ اس نے بشکل خنزیر ہوکر پاخانہ کھالیا پھر بصورت انسان ہوکر حلوہ کھالیا
یعنی اس نے ثابت کردیا ہم دونوں چیزیں کھاتے ہیں شکل وصورت بدل کر
، صوفی کے نزدیک انسان خنزیر اور کتا ہے اور خنزیر و کتا انسان. (العیاذ باللہ تعالی)
اشرف علی صاحب نے یہ بھی کہا ہے : انسان کا ظاہر عبد ہے اور باطن حق
. (امدادالمشتاق ص ٦٢) یعنی انسان کا یہ ظاہر جسم و بدن بندہ ہے اور اس کا باطن
یعنی اس کی روح حق یعنی رب ہے. اس وجہ سے مشہور صوفی ابو یزید بسطامی نے
کہا تھا. **سبحانی ما اعظم شانی** (شمائم امدادیہ مؤلفہ اشرف علی صاحب
تھانوی ص ٣٦) اس کلمہ کا معنی ہے میں پاک ہوں میری شان بہت بڑی ہے

مولوی صوفی اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں: کوہ طور پرآگ کے پاس موسیٰ علیہ السلام کو جوآواز آئی تھی ﴿ انی انا ربک فاخلع نعلیک انک بالوادالمقدس طوی ﴾ (طٰہٰ : ۱۲) میں تمہارا رب ہوں اپنا جوتا اتاروتم طویٰ کی مقدس وادی میں ہو یہ آواز کہیں اور سے نہیں موسیٰ علیہ السلام کے اپنے اندر سے آئی تھی یعنی موسیٰ علیہ السلام کے باطن نے اس کے ظاہر کو کہا تھا میں تیرا رب ہوں، اس معنی کے لحاظ سے موسیٰ علیہ السلام کا باطن رب تھا ظاہر بندہ تھا. اشرف علی صاحب فرماتے ہیں : اس معنی کی وجہ سے حسین بن منصور الحلاج نے کہا (اناالحق) میں ہی رب ہو. (شمائم امدادیہ ص ۳۶)۔ حسین بن منصور پر اس وقت کے علماء اسلام نے زندیق وملحد ہونے کا فتویٰ لگایا تھا اسی وجہ سے اس کو اسلامی سزا دے کر قتل کیا گیا مگر وہ ان صوفیاء کے ہاں اپنے رب ہونے کے دعویٰ میں سچا تھا دیوبندی علماء کے پیرومرشد حاجی امداد اللہ نے یہ انکشاف کیا ہے کہ حلاج کو اسلامی سزا اس لئے ہوئی کہ اس نے رب تعالی کے اہم راز کو ظاہر کردیا، حالانکہ اسکا چھپانا فرض تھا وہ اہم راز عقیدہ وحدۃ الوجود ہے، ہر چیز کا رب ہونا حاجی امداداللہ نے کہا ہے. صوفی شہاب الدین عمر سہروردی سے ابن عربی الصوفی کے بارے میں ان کی زندگی میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا : وہ بے دین ہے زندیق ہے. اور جب ابن عربی فوت ہوگیا تو سہروردی نے کہا قطب الوقت فوت ہوگیا، لوگوں نے کہا آپ نے اس کے بارے میں پہلے کہا وہ زندیق ہے بے دین ہے اب کہہ رہے ہیں قطب تھا. سہروردی نے کہا وہ قطب تھا لیکن زندگی میں اتباع کے قابل نہیں تھا آخر میں وہ مجذوب ہوگیا تھا اس نے رب تعالی کا راز ظاہر کردیا تھا جو نہیں کرنا چاہئیے تھا. (کلیات امدادیہ ص ۲۱۹) شیخ امداداللہ نے علماء دیو بند کے بارے میں بھی یہی فرمایا ہے کہ وہ عقیدہ وحدت الوجود رکھتے ہیں مگر اس کا اظہار نہیں کرتے شمائم امدادیہ میں اشرف علی صاحب تھانوی کے قلم سے پڑھئیے سوال اول- محمد قاسم صاحب مرحوم معتقدان وحدۃ الوجود وحدۃ الموجود کو ملحد وزندیق کہتے ہیں اوران کے مرید اور شاگرد مولوی احمد حسن صاحب کا بھی یہی مقولہ ہے اوراقوال ضیاء القلوب کو محتاج تاویل جانتے ہیں اوران تاویلوں کا واقف اپنے سوا دوسرے کو نہیں مانتے مولوی رشید احمد ومولوی محمد یعقوب صاحب اس مسلک پر ہیں باوجود اس کے کہ آپ سے اجازت بیعت کی حاصل ہے اور مشرب اہل چشت کا رکھتے ہیں خلاف مشائخ چشت گفتگو کرتے ہیں. جواب اول نکتہ شناسا مسئلہ وحدۃ الوجود حق وصحیح ہے اس مسئلہ میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے فقیر ومشائخ اورجن لوگوں نے فقیر سے بیعت کی ہے سب کا اعتقاد یہی ہے، مولوی محمد قاسم مرحوم، مولوی رشید احمد صاحب، مولوی محمد یعقوب صاحب، مولوی احمد حسن صاحب وغیرہم فقیر کے عزیز ہیں اورفقیر سے تعلق رکھتے ہیں کبھی خلاف اعتقادات فقیرو خلاف مشرب مشائخ طریق خود مسلک اختیار نہ کریں گے. (شمائم امدامیہ ص

۳۱-۳۲)۔

دیوبندی علماء مشائخ تبلیغ کے پیرومرشد کے اس بیان سے ثابت ہوگیا کہ وحدت الوجود ان کا عقیدہ بھی ہے یہ لوگ اس سے انکار اس لئے کرتے ہیں کہ اس عقیدے کا اظہار کفر ہے اس کو چھپانا ہر حال میں فرض ہے جو بات حاجی امداد اللہ نے کہی ہے اس کا ثبوت دیو بند علماء و مشائخ کے مذہب کی کتابوں سے ثابت ہے.

آدم کو فرشتوں نے اس لئے سجدہ کیا کہ وہ خدا کے مظہر تھے بیت اللہ کو اس لئے سجدہ کیا جاتا ہے کہ وہ بھی خدا کا مظہر ہے ابلیس بھی خدا کا مظہر ہے

صوفی اشرف علی صاحب تھانوی شمائم امدادیہ ص ۶۱-۶۲ پر فرماتے ہیں انھوں نے اپنے پیرومرشد حاجی امداداللہ سے پوچھا کہ صوفیاء کی بعض کتب میں ابلیس کی مدح پائی جاتی ہے چونکہ توحید وعشق اس کا اعلی درجے کا تھا سجدہ آدم گوارا نہ کیا حضرت حاجی صاحب نے فرمایا ابلیس نابکار نے ظاہر پر نظر کی اور کہا (خلقتنی من نارو خلقته من طین) یہ نہ سمجھا کہ یہ خطاب کس نے فرمایا ہے اور واجب الاتباع ہے اور نظر باطن پر نہ کی کہ آدم مظہر کس کے ہیں کیا بیت اللہ کو سجدہ کرتے ہیں حالانکہ وہ پتھروں سے بنا گیا ہے نہیں چونکہ وہ خدا کا مظہر ہے پس مسجود الیہ ہوا اور وہ نابکار مظہر (مضل) گمراہی تھا اپنی حقیقت میں واصل ہوا اور اپنی مراد کو پہنچا. ایک درویش بھی اس کو عاشق کہتے تھے اور یہ کہ بے مراد ہے غلط ہے کیونکہ معنی بے مرادی عاشق کے اور ہیں کہ وصال معشوق میں اس طرح فنا ہوجائے کہ لذت وصال و مکالمات کی نہ پائے۔ اس مقام پر صوفی امداداللہ نے ابلیس کے بارے میں لفظ مظہر استعمال کیا ہے۔ مظہر کا معنی ہے ظاہر ہونے کی جگہ جیسے کہا جاتا ہے مطعم ، کھانے کی جگہ، مقتل قتل ہونے کی جگہ، آدم علیہ السلام اور بیت الحرام کو مظہر کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ کے ظاہر ہونے کی جگہ ہیں. صوفیاء صرف ان ہی کو مظہر نہیں کہتے بلکہ ان کے نزدیک کائنات میں موجود ہر ایک جگہ ہر شئ اس کا مظہر ہے اس لئے صوفی صاحب مذکور نے اپنے اس بیان میں ابلیس کو بھی اللہ تعالی کا مظہر کہا ہے مظہر (مضل) کہنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی ایک صفت (مضل) بھی ہے. قرآن کریم میں ہے (یضل به کثیرا)(البقرۃ) یعنی اللہ تعالی اس کے ذریعہ بہت لوگوں کو گمراہ کرتا ہے لہذا گمراہ کرنا اس کی صفت ہوا، اور ہدایت دینا بھی اس کی صفت ہے ﴿ ویهدی به کثیرا ﴾ (البقرۃ) اس کے ذریعہ بہت سے لوگوں کو ہدایت دیتا ہے. اس لئے ہر گمراہ کرنے والا اور ہر ہدایت دینے والا اللہ کا مظہر ہے اس کی مزید وضاحت اشرف علی تھانوی کے اس بیان میں ہے. حضرت حاجی امداداللہ صاحب پر توحید کا بہت زیادہ غلبہ تھا وحدۃ الوجود تو حضرت کے سامنے ایسا

معلوم ہوتا کہ مشاہدہ ہے ایک مرتبہ سورہ طٰہٰ سنتے رہے اس آیت پر جب پہنچے (الله لا اله الا هو له الا سماء الحسنى) حضرت پر اس پر غلبہ ہو گیا بطور تفسیر کے فرمایا کہ پہلے جملے پر سوال وارد ہوا کہ جب سوائے اللہ کے کوئی نہیں تو یہ حوادث کیا ہیں جواب ارشاد ہوا (لـه الا سـمـاء الحسنى) یعنی سب اسی کے اسماء کے مظہر ہیں اسی کو کسی نے کہا ہے۔

(ہر چہ بینم در جہاں غیر تو نیست☆ یا توئی یا خوئے تو یا بوئے تو).

(الافاضات الیومیہ ج ا ص ۲۴۴) یعنی حب اللہ تعالیٰ نے فرمایا (الله لا اله الا هـو) نہیں کوئی موجود مگر وہی اللہ تعالیٰ تو اس پر اعتراض وارد ہوا کہ اگر اس کے سوا کوئی موجود نہیں تو پھر دنیا میں موجود یہ تمام چیزیں کیا ہیں اس کا جواب ان الفاظ میں ملا (لـه الا سماء الحسنى) یہ سب چیزیں اس کی صفات یعنی اس کے مظاہر ہیں.

سورج، چاند، ستارے رب تعالیٰ کے مظاہر ہیں ابراہیم علیہ السلام نے ان کو رب کیوں کہا؟

اشرف علی تھانوی شمائم ص ٦١ میں فرماتے ہیں عارف کی نظر پہلے ظاہر پر پڑتی ہے پھر مظاہر پر پڑتی ہے اس لئے ابراہیم علیہ السلام نے سورج، چاند، ستاروں کو کہا'' هـذا ربـی ''یعنی جناب ابراہیم خلیل اللہ کی ان چیزوں پر نظر پڑی تو اول ان کو رب سمجھ بیٹھے جب وہ غروب ہو گئے تو سمجھ گئے کہ یہ رب کے مظاہر تھے حقیقی طور پر رب نہیں تھے (نعوذ باللہ من الجھل والکفر) ابراہیم علیہ السلام کے کلام میں اس صوفی کے مذکور بیان کی کھلی تردید موجود ہے جب یہ ایک ایک کر کے سب غروب ہو گئے تو خلیل اللہ نے کہا میں غروب ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا اگر یہ رب تعالیٰ کے مظاہر ہوتے تو ابراہیمؑ یہ الفاظ نہ کہتے کیونکہ رب تعالیٰ کی صفات جن کو صوفی مظاہر کہتا ہے اس کی ذات کی طرح قائم و دائم ہیں ان پر فنا نہیں. یہ سورج، چاند، ستارے طلوع ہوئے پھر غروب ہو گئے یہ ان کے فانی ہونے کی علامت ہے. لہذا یہ رب تعالیٰ کے مظاہر اور صفات نہ ہوئے. ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہی بات بتائی کہ فانی چیز کبھی رب تعالیٰ کی صفات نہیں ہو سکتی. اور ابراہیمؑ نے ان کو اول رب استفہام انکاری کے معنی میں کہا یعنی کیا یہ میرے رب ہیں۔

زادالمسیر فی علم التفسیر ج ۳ ص ۴۷ میں امام ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ بعض علماء کا قول یہ ہے کہ ابراہیم کے ان چیزوں کے رب کہنے کا مقصد ان کو ایک طریقے سے سمجھانا تھا. اس پر انہوں نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک عقلمند شخص کسی قوم کے پاس ٹھہرا یہ قوم بت کی عبادت کرتی تھی اس قوم پر دشمن نے حملہ کیا انھوں نے اس سے مشورہ کیا تو اس نے کہا اپنے اس معبود (بت) سے مدد طلب کرتے ہیں اس کے پاس جمع ہوئے اس کو پکارتے رہے اس نے ان کو کوئی

فائدہ نہیں پہنچایا۔ تو اس نے ان سے کہا ہمارا معبود ہے ہم اس کو پکارتے ہیں
اس سے مدد طلب کرتے ہیں جب انہوں نے اللہ تعالی کو پکارا تو دشمن بھاگ گیا
اس سے وہ لوگ مسلمان ہو گئے ممکن ہے ابراہیمؑ نے یہ طریقہ اختیار کر کے قوم
پر حجت قائم کی ہو اور خلیل اللہ کے حق میں یہ کہنا کہ وہ ان کو رب تعالی کا مظہر سمجھتے
تھے ان پر بہتان ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خلیل اللہ بھی ان صوفیوں کی طرح
وحدت الوجود کے قائل تھے۔ (قاتلهم الله انی یوفکون)۔

شیطان کا جنت میں جانے کے مسئلے پر صوفی سہل تستری سے مناظرہ شیطان کی جیت سہل کی ہار

شیخ ابن عربی صوفی نے فتوحات مکیہ (باب ۲۹۳) میں اور عبدالوہاب شعرانی نے
الیواقیت والجواہر ص ۱۱۱ میں لکھا ہے مشہور صوفی بزرگ سہل تستری سے شیطان کی
ملاقات ہوئی اس بات پر مناظرہ ہوا کہ شیطان کے لئے اللہ کی رحمت میں سے
کچھ ہے یا نہیں؟ شیطان نے قرآن کریم کی آیت (ورحمتی وسعت کل
شیء) (الاعراف : ۱۵۶) میری رحمت ہر چیز پر غالب ہے سے استدلال کیا
کہ میں بھی قرآن کے لفظ (کل شی) میں شامل ہوں کیونکہ میں بھی شی ہوں اور
ہر شے کو رحمت الٰہی میں شامل ہونے کا ذکر یہاں ہے اور لفظ شئے سے پہلے لفظ
کل آیا ہے اور میں کل سے باہر نہیں ہو لہذا قرآن کی آیت کی رو سے مجھے بھی
رحمت الٰہی شامل ہے سہل کہتے ہیں میں نے قرآن میں شیطان کے استدلال کا
جواب بہت ڈھونڈھا تو مجھے اس کا جواب مل گیا اللہ تعالی نے اسی آیت میں
آگے فرمایا ہے (**فسا کتبها للذین یتقون ویوتون الزکاة والذین هم
بایاتنا یومنون**) یعنی میں نے اپنی اس رحمت کو ان لوگوں کے لئے لکھا ہے جو
متقی ہیں اپنے مال کی زکوۃ دیتے ہیں اور میری آیات پر ایمان رکھتے ہیں میں
اس جواب سے بہت خوش ہوا شیطان سے اس دلیل کا ذکر کیا تو شیطان مسکرایا
اور کہنے لگا اے سہل تقیید آپ کی صفت ہے رب تعالی کی نہیں ہے یعنی رب تعالی
کی صفات کسی چیز سے مقیّد اور مشروط نہیں کیونکہ اس طرح اس کی صفات محدود
ہو کر رہ جائیں گی حالانکہ اس کی صفات محدود نہیں لامحدود ہیں پھر شیطان نے کہا
میں نہیں سمجھتا تھا کہ تم اس قدر جاہل اور ناواقف ہو سہل کہتے ہیں میں شیطان
کے آگے لاجواب ہو گیا شیخ ابن عربی اس حکایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے
ہیں میں پہلے شیطان کو بہت بڑا جاہل اور بے وقوف احمق سمجھتا تھا لیکن جب
میں نے یہ حکایت پڑھی اور سنی تو میں نے کہا شیطان واقعی رب تعالی کے
واقعات اور معاملات میں بڑا علم رکھتا ہے۔ ابن عربی اس حکایت کو اپنی کتاب
کے اس باب میں لائے ہیں جس میں انھوں نے کہا ہے کہ بندوں کے اللہ تعالی
پر کوئی حقوق واجب نہیں ہیں جن کا بندوں کو ادا کرنا اللہ تعالی کے لئے ضروری ہو
۔ میں کہتا ہوں یہ پوری حکایت جھوٹ جہالت اور حماقت پر مبنی ہے کیونکہ جب

اللہ تعالی نے اپنی رحمت کو متقی اور پرہیز گاروں کے لئے مشروط محدود کررکھا ہے تو پھر شیطان کو اس سے کس حصے کی امید ہے اور اللہ تعالی نے قرآن کریم میں شیطان اور اس کی پیروی کرنے والوں کے ساتھ جہنم کا وعدہ کررکھا ہے (**وان عليک لعنتی الی يوم الدين**) بیشک تیرے اوپر میری لعنت ہے قیامت کے دن تک (ص : ۷۸)

﴿ **قال فالحق والحق اقول لاملئن جهنم منک وممن تبعک منهم اجمعين** ﴾ (ص :۸۴-۸۵) اللہ تعالی نے فرمایا یہ حق ہے اور میں حق ہی کہتا ہوں البتہ ضرور بھر دونگا میں تجھ سے اور تیرے پیروکاروں سے جہنم کو۔

ایسی وضاحتوں کے بعد صوفی سہل تستری کا شیطان سے ہار جانا غیر معقول ہے اگر واقعی وہ ہار گیا تھا تو یہ اس کی بہت بڑی جہالت ہے۔

اولیاء اللہ تعالی کی صفت سے متصف ہو سکتے ہیں

اشرف علی صاحب تھانوی شمائم امدادیہ ص ۹۷ میں فرماتے ہیں مولانا روم نے کہا کہ جنات کو یہ دخل ہے کہ اپنے صفات کو دوسرے میں جاری و ساری کردیتے ہیں پھر اولیاء کرام کا صفات باری سے متصف ہونا کیا بعید ہے۔

میں کہتا ہوں ایسے بدعتی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے ﴿ **فلا تضربوا لله الامثال ان الله يعلم وانتم لا تعلمون** ﴾ (النحل : ۷۴) یعنی اللہ تعالی کے لئے مثالیں مت بیان کرو (کیونکہ) وہ جانتا ہے تم نہیں جانتے اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے ﴿ **ليس كمثله شي وهو السميع البصير** ﴾ (الشوری : ۱۱) یعنی اس کی صفت جیسی کسی کی صفت نہیں ہے. اور صوفی کا یہ کہنا کہ اولیاء اللہ تعالی کی صفت سے متصف ہو سکتے ہیں۔ اسس کا مطلب یہ ہے کہ اولیاء اللہ تعالی کی ربوبیت والوہیت میں شریک ہیں۔ العیاذ باللہ

دنیا میں کوئی کسی پر ظلم کرے تو صوفی کہتا کہ ہے رب کے اسماء جلالیہ کا ظہور ہو رہا ہے.

اشرف علی تھانوی صاحب (قصص الاکابر ص ۱۰۷) میں فرماتے ہیں حضرت حاجی امداد اللہ کو محبت حق اور توحید میں کمال تھا آپ ہر بات کو توحید (وحدت الوجود) کی طرف منعطف کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر بعض حکام مکہ کے تشددات کا تذکرہ کیا کہ یوں ظلم کرتے ہیں یوں پریشان کرتے ہیں مگر وہاں تو دل میں ایک ہی بسا ہوا تھا بس معاً ہی فرماتے ہیں آجکل اسماء جلالیہ کا ظہور ہو رہا ہے یعنی جب اسماء جلالیہ کا ظہور ہو رہا ہے تو پھر دعا کی کیا ضرورت ہے.

دیوبندیوں و جماعت تبلیغ کے شیوخ واکابرین کا پیر حاجی امداد اللہ مرید کی نظر میں رب المشرقین ورب المغربین تھا

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب قصص الاکابر ص ۱۱۵ میں فرماتے ہیں ایک شخص نے حضرت حاجی صاحب کو خط میں القاب کی جگہ یہ لکھا تھا (**رب المشرقین ورب المغربین**) میں نے حضرت کو سنایا حضرت بڑے ہی حلیم تھے فرمایا (**لاحول ولا قوۃ الا باللہ**) جہل بھی کیا بری چیز ہے یہ فرما کر اس شخص کی معذوری بیان کردی کہ بوجہ بے علمی کے ایسا ہوا. میں کہتا ہوں کیا حضرت صاحب نے اس ملحدانہ زندیقانہ عقیدے کی اصلاح بھی کی یا نہیں صرف انہیں الفاظ پر اکتفا کیا ''بے علمی کی وجہ سے ایسا ہوا'' اور پھر یہ بات بھی غور طلب ہے کہ اس نے حضرت حاجی صاحب کو (**رب المشرقین ورب المغربین**) کیوں کہا ہماری نظر میں اس کا یہ قول کسی جہالت کی بناء پر نہیں تھا بلکہ اس کا موجد وسبب عقیدہ وحدت الوجود وحدۃ الموجود ہے جب ہر چیز وہی ہے تو حاجی صاحب بھی وہی ہوئے اس کا ثبوت مولانا اشرف علی صاحب سے سنئے: ؎ جملہ معشوق است عاشق پردۂ ☆ زندہ معشوق است عاشق مردۂ. (قصص الاکابر ص ۱۰۹).

دنیا میں موجود تمام اشیاء حقیقت واصل میں معشوق کی کوئی نہ کوئی شکل ہے عاشق اپنی شکل میں معشوق کا پردہ ہے حقیقت میں معشوق یعنی رب تعالی ہی زندہ ہے عاشق وباقی کائنات مردہ ہے ۔

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قصص الاکابر ص ۴۸ میں فرماتے ہیں مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی کا کشف بڑھا ہوا تھا ایک مرتبہ فرمایا اللہ کا ترجمہ ہندی میں بتاؤ پھر خود ہی فرمایا اللہ کا ترجمہ ہندی میں **من موھن** ہے یہ کہہ کر چیخ ماری.

صوفی کا اپنا کوئی رنگ نہیں ہوتا

مولوی اشرف علی صاحب قصص الاکابر ص ۵۷ میں لکھتے ہیں حضرت حاجی صاحب نے کہا سب لوگ مجھے اپنا سمجھتے ہیں حالانکہ میرا کوئی رنگ نہیں میری مثال پانی کی ہے اس کا اپنا کوئی رنگ نہیں جس رنگ والی بوتل میں بھرلو اسی کے رنگ میں پانی نظر آئے گا. میں کہتا ہوں مسلمان اور مؤمن کا ایک رنگ ہوتا ہے اس کے مختلف چہرے اور رنگ نہیں ہوتے اللہ تعالی نے فرمایا (**ثم اوحینا الیک ان اتبع ملة ابراهیم حنیفا وما کان من المشرکین**) (النحل: ۱۲۳) پھر ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی کہ آپ ابراہیم کے طریقہ پر ہیں جو بالکل ایک طرف کے ہو رہے تھے اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے.

ترجمہ اشرف علی صاحب صوفی کے ایک رنگ نہ ہونے کی وجہ سے حاجی امداداللہ کو بریلوی اور دیوبندی دونوں اپنا پیر سمجھتے ہیں اور تبلیغی جماعت کو بھی سب لوگ اپنا سمجھ لیتے ہیں اس لئے اس کے ساتھ ہوجاتے ہیں بریلوی، دیوبندی ان پڑھ اور ناواقف اہلحدیث ان کو اپنا سمجھ کر ان کے ساتھ چل پڑتے ہیں یہ لوگ اپنا اصلی اور حقیقی چہرہ کسی کو نہیں دکھاتے یہی ان کی کثرت کا راز ہے آپ اگر ان

کے اندر شامل لوگوں کے اندر کو ٹٹولیں اور کسی مسئلہ پر بحث چھیڑ دیں تو آپ کو خود معلوم ہو جائے گا کہ یہ سب اندر سے ایک نہیں ہیں۔

اللہ تعالی فرماتے ہیں ﴿**تحسبھم جمیعا و قلوبھم شتی**﴾ اے مخاطب تو ان کو ظاہر میں متفق خیال کرتا ہے حالانکہ ان کے قلوب غیر متفق ہیں ﴿ ذلك بانھم قوم لا یعقلون ﴾ (الحشر : ۱۴) یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو عقل نہیں رکھتے واقعی نصف صدی میں اس تنظیم، یا تحریک کا اتنا پھلنا پھولنا اس میں اتنی بھیڑ کا جمع ہو جانا اس لئے ہے کہ اس میں شامل ہر شخص کو معلوم ہی نہیں کہ جس قافلے میں وہ شامل ہے اس کا اصلی رخ کدھر ہے ہر شخص سمجھتا ہے یہ قافلہ اس کی منزل کی طرف رواں دواں ہے مگر کسی کو معلوم نہیں کہ یہ قافلہ وحدۃ الوجود و وحدۃ الموجود اور وحدۃ ادیان کی طرف سب کو لے جا رہا ہے جو اس کی آخری اور حقیقی منزل ہے. ہندو پاک میں مشہور ہے کہ ہندوستان میں خواجہ معین الدین چشتی نے لاکھوں لوگوں کو مسلمان کیا ہے مگر یہ نہیں بتایا جاتا کہ خواجہ نے ان کو کس قسم کا مسلمان کیا ہے خواجہ کا اپنا عقیدہ کیا تھا ظاہر ہے جو عقیدہ خواجہ صاحب کا ہوگا اس نے لوگوں کو مسلمان بھی اسی قسم کا بنایا ہوگا، خواجہ صاحب بھی عقیدہ وحدت الوجود رکھتے تھے چنانچہ ان کی ملفوظات پر مشتمل کتاب خلیل الصادقین ترجمہ اردو دلیل العارفین کے ص ۱۸۹ پر لکھا ہے پھر اسی موقعہ پر فرمایا خواجہ بایزید کہا کرتے تھے کہ تیس سال ہو گئے (حق تعالی میں تھا) یعنی تیس سال تک رب تعالی میں تھا - العیاذ باللہ تعالی - اور یہ بھی انہیں کا ملفوظ ہے (مدت ہوگئی خانہ کعبہ کا میں طواف کرتا تھا اب خانہ کعبہ میرے گرد طواف کرتا ہے ص ۱۹۰)۔ سوڈان میں ملحد صوفی کو موت کی سزا دی گئی وہ وحدت الوجود ووحدۃ الموجود کا قائل و داعی تھا اس نے سورۃ نساء کی پہلی آیت ﴿**یٰایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ**﴾ سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالی نے انسان کو اپنے آپ سے پیدا کیا اس آیت میں (من نفس واحدۃ) سے مراد اللہ کی ذات ہے یہ سوڈانی ملحد محمود طہٰ کہتا ہے کہ انسان ترقی کرتا رہتا ہے یہاں تک اللہ کی ذات میں مل جائے انسان کے اللہ بن جانے پر وہ دو آیتوں سے استدلال کرتا ہے اول آیت ﴿**یٰایھا الانسان انک کادح الی ربک کدحاً فملقیہ**﴾ (الانشقاق : ٦) اے انسان تجھ کو تکلیف اٹھانی ہے اپنے رب کے پہنچنے تک کوشش کرتے کرتے. دوسری آیت سورہ نجم ﴿**وان الی ربک المنتھی**﴾ بے شک تیرے رب تک پہنچنا ہے وہ اپنی ایک کتاب میں لکھتا ہے انسان کا مطلق ہونا اصل ہے اور اطلاق اللہ تعالی کی شان ہے وہ کہتا ہے انسان کی اللہ تعالی سے ملاقات کہاں ہوگی اس کے جواب میں وہ ایک جھوٹی من گھڑت حدیث کے حوالے سے کہتا ہے حدیث قدسی ہے اللہ تعالی فرماتے ہیں میری گنجائش نہ میری زمین میں ہے اور نہ میرے آسمان میں ہے میری گنجائش

میرے مومن بندے کے دل میں ہے جب اس کو پھانسی دی گئی تو اس کا ایک
مرید چیخ اٹھا (**وماقتلوه وما صلبوه ولكن سبه لهم**) (النساء) اس کو
انھوں نے نہ قتل ہی کیا نہ پھانسی دی لیکن اس کی صورت بن گئی ان کے سامنے
(تصوف اوراہل تصوف مولانا سید احمد عروج قادری ص ۱۷۱ و مابعدہ).

دیوبندی جماعت کے شیوخ واکابرین کا صوفیت سے گہرا تعلق ہے اس لئے
امداالسلوک مؤلفہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے ص ۲۰۱ میں ہے
(**قدافلح من تزکی**) بیشک اس شخص نے فلاح پائی جس نے اپنے نفس کا
تزکیہ کیا یعنی خواہشات نفس کی مخالفت اور مجاہدہ کی تلوار سے نفس کی آلائشوں اور
کدورتوں کو کاٹ ڈالا نیز معلوم کرلے کہ پیر کی وجہ سے انسان کا نفس نورانی
ہوجاتا ہے یہی بات ہے کہ حق تعالی نے اپنے حبیب کی شان کے بارے میں
فرمایا (**قدجائکم من الله نورو كتاب مبين**) (المائدہ : ۱۵) بے شک
آیا تمہارے پاس حق تعالی کی طرف سے نور اور واضح کتاب نور سے مراد
حبیب خدا ﷺ کی ذات ہے نیز حق تعالی نے ارشاد فرمایا ﴿
**یاایهاالنبی انا ارسلناک شاهدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی الله
باذنه وسراجا منیرا** ﴾ (الاحزاب : ۴۵-۴۶) اے نبی ﷺ ہم نے تم کو
نوراور مژدہ سنانے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کی طرف بلانے والا اور چراغ
منیر بنا کر بھیجا ہے. منیر روشن کرنے والے اور دوسروں کو نور دینے والے کو کہتے
ہیں، پس اگر کسی دوسرے کو روشن کرنا انسان کے لئے محال ہوتا تو ذات پاک
ﷺ کو بھی یہ کمال حاصل نہ ہوتا کیونکہ آنحضرت ﷺ بھی تو اولاد آدم میں سے
ہیں مگر آنحضرت ﷺ نے اپنے ذات کو اتنا مطہر بنالیا کہ نور خالص بن گئے اور
حق تعالی نے آپ کو نور فرمایا ہے اور شہرت سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے
سایہ نہیں تھا اور ظاہر ہے کہ نور کے علاوہ ہر جسم کے سایہ ضرور ہوتا ہے اس طرح
آپ نے اپنے متبعین کو اس قدر تزکیہ وتصفیہ بخشا کہ وہ بھی نور بن گئے چنانچہ ان
کی کرامات وغیرہ کی حکایتوں سے کتابیں پر اور مشہور ہیں۔ اس پوری عبارت کو
مؤلف صاحب نے تواضع، عبدیت، فنائیت کے عنوان کے تحت لکھا ہے اس
پوری عبارت کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی کٹر بریلوی مولوی کا کلام
ہے حالانکہ یہ دیوبندی صوفی مولوی کا کلام ہے اس بیان میں مؤلف نے رسول
اللہ ﷺ کی ذات کو مجسم نور کہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ بشریت سے نکل
کر نوری مخلوق ہو گئے تھے اس لحاظ سے آپ بشر نہیں رہے تھے اس کی دلیل
مؤلف نے یہ دی ہے کہ آپ کا سایہ نہیں تھا اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے آپ
ﷺ کو خالی نور نہیں کہا بلکہ دوسروں کو منور کر دینے والا قرار دیا. مؤلف نے
وضاحت کی ہے کہ آپ کی مطہر ہستی نے صحابہ کو بھی خالص نور کر دیا جس کا
مطلب یہ ہے صحابہ کا سایہ بھی نہیں تھا. دیوبندی شیخ نے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ
کے نور ہونے کا سبب ریاضت ومجاہدہ اور سیر وسیاحت کو قرار دیا ہے یعنی جس کو

آج تبلیغی جماعت خروج کا نام دیتی ہے اس سے واضح ہے کہ اس دیوبندی
مؤلف وشیخ نے جس دین کی بات کی ہے وہ مسلمان قوم کا دین نہیں ہے جوگیوں
اور رھبانوں کا دین ہے قرآن وسنّت سے ثابت ہے کہ آپ مجسم نور نہیں تھے
کیونکہ نور نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ سوتا ہے نہ نکاح کرتا ہے نہ اس کی اولاد ہوتی
ہے اور یہ تمام چیزیں رسول اللہ ﷺ کے لئے ثابت ہیں اللہ تعالی نے قرآن
کریم میں وضاحت فرمائی ہے کہ انبیاء سب بشر تھے ان میں کوئی نبی ورسول نور یا
فرشتہ نہیں تھا.﴿ **قل لو کان فی الارض ملا ئکة یمشون مطمئنین
لنزلنا علیهم ملکا رسولا** ﴾ (بنی اسرائیل : ۹۵) کہہ دیجئے کہ اگر زمین
پر فرشتے رہتے ہوتے اور اس میں چلتے بستے تو البتہ ہم ان پر آسمان سے فرشتے
کو رسول بنا کر بھیجتے. اس آیت میں اللہ تعالی نے وضاحت فرمائی ہے کہ چونکہ
زمین پر بشر اور انسان بستے ہیں اس لئے ہم ان میں رسول بھی انسان اور بشر کو
بھیجتے ہیں. اور امداد السلوک کے ص ۲۰۱ میں مؤلف صاحب نے لکھا ہے حضرت
ﷺ نے فرمایا جوحق تعالی نے مجھ کو اپنے نور سے پیدا فرمایا اور مؤمنین کو میرے
نور سے ......الخ. حالانکہ اس قسم کی کوئی حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں
ہے اور صوفیاء کے اس قول کا رد کہ آپ ﷺ نور تھے اس حدیث میں بھی ہے ابن
عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ ان الفاظ سے دعا کرتے تھے (**اللهم اجعل
فی قلبی نورا، وفی بصرینورا، وفی سمعی نور ا،و عن یمینی
نورا،وعن یساری نورا، و فوقی نورا، وتحتی نورا،وامامی نورا،و
خلفی نورا،وجعل لی نورا.** (رواہ البخاری فی صحیحہ حدیث ۶۳۱۶)
یا اللہ میرے دل میں نور کردے میری آنکھوں میں نور کردے میرے کانوں میں
نور کردے میرے دائیں طرف نور کردے میرے بائیں طرف نور کردے
میرے اوپر نور کردے میرے نیچے نور کردے میرے آگے نور کردے میرے
پیچھے نور کردے اور میرے لئے نور ہی نور کردے. یہ صحیح بخاری کی حدیث اس
بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کو نور کہنے والے جھوٹے ہیں کیونکہ جوخود نور ہو
اور دوسروں کو بھی نور کردینے والا ہو وہ یوں اللہ تعالی سے کبھی نور نہیں مانگتا.

کفر وایمان کی تفریق بے معنی ہے

شیخ عبدالقدوس گنگوہی (جنکی قبر کے قریب بانی جماعت تبلیغ مولانا الیاس
مراقبے کیا کرتے تھے) کے بارے میں علامہ احمد عروج قادری لکھتے ہیں. گنگوہ
کے شیخ عبدالقدوس نے اعلان کیا انسانوں کے درمیان اہل ایمان وکافر گنہ گارو
دیندار وگمراہ وراستی پسند پاک وناپاک وغیرہ کی بے معنی تقسیم کیوں ہے سب
ایک ہی باغ کے پھول ہیں (تصوف اور اہل تصوف ص ۲۵۵)۔
میں کہتا ہوں اس صوفی کا یہ بیان اس بات کی دلیل ہے کہ صوفیاء کے مذہب
میں کفر وایمان کے مابین کوئی فرق نہیں اس کی دلیل اس نے یہ دی ہے کہ سب
ایک ہی باغ کے پھول ہیں میں کہتا ہوں کیا اس صوفی کی نیک وفرمانبردار اولاد

اور نافرمان اولاد برابر ہے کیا اس صوفی کے نزدیک عالم وجاہل دونوں برابر ہیں
کیا حیوانات میں گائے وبھینس وبھیڑ کے اور کتے وخنزیر برابر ہیں .اگر واقعی وہ
ایسا ہی سمجھتے ہیں تو پھر گائے وبھینس کے اور کتے وخنزیر کے گوشت کے مابین کوئی
فرق نہیں ہوگا .اگر کفر وایمان کی تفریق بے معنی ہے تو پھر انبیاء ورسل کا دنیا میں
آنا بے سود ولایعنی ہوگا . بارہا کہا جاتا ہے کہ جماعت تبلیغ کے اکابرین وشیوخ کا
صوفیت و وحدت الوجود والموجود کے عقیدے سے کوئی تعلق نہیں یہ صحیح العقیدہ
جماعت ہے لیکن کتابیں اور بیانات اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے کافی
ہیں کہ یہ جماعت عقیدہ مذکورہ ہی رکھتی ہے اس کے حوالہ جات پہلے بھی گذر چکے
ہیں اور یہ بھی اسی حقیقت کا شاہد ہے صدیقیت کا یہ مرتبہ بلند اللہ تبارک وتعالی کی
صفات عالیہ کے کمال عرفان کا نتیجہ ہوتا ہے

حضرت جی (مولوی یوسف مولوی الیاس کے بیٹے) پر صفات الہیہ جس تفصیل
ووضوح سے کھلی تھیں اس کی مثال کم دیکھنے میں آئی ہے اور وہ یقیناً صوفیاء کاملین
اور محققین عارفین کا ہی حصہ ہے .توحید افعالی آپ یعنی مولوی صاحب کا مقام
بن چکی تھی اور توحید کامل کا رسوخ دل کی گہرائیوں میں نتیجہ ہر غیر سے براءت اور
خلت کا وہ مقام تھا جہاں کسی دوئی کا ادنی شائبہ نہیں کیا جاسکتا .تذکرہ حضرت جی
ص ٦٢ صوفیاء کی اصطلاحیں ہمیں سمجھ لینی چاہیں تاکہ ہم ان کے بیانات اور
عبارتوں کو اچھی طرح سمجھ سکیں .صوفیاء کی اصطلاح میں توحید اللہ تعالی کو وجود میں
اکیلا ماننا ہے یعنی توحید یہ ہے کہ اس کائنات میں وجود حقیقی صرف اللہ تعالی کا ہے
باقی ظاہر میں موجود اشیاء اس کی تجلیات اور عکس ہیں اور صوفیاء کے ہاں شرک یہ
ہے کہ اس کائنات میں اللہ تعالی کے علاوہ باقی موجود چیزوں کا وجود حقیقی واصلی
مانا جائے .اس اصطلاح کو سمجھ لینے کے بعد مذکورہ عبارت کے سمجھنے میں کوئی
مشکل نہیں پیش آئے گی مذکورہ الفاظ نتیجہ ہر غیر سے براءت اور خلت کا وہ مقام
تھا جہاں کسی دوئی کا ادنی شائبہ نہیں کیا جاسکتا ......الخ .کسی تفسیر کا محتاج نہیں اور
یہ وحدت الوجود و وحدت الموجود کے عقیدے کی کھلی دلیل ہے اس کے ساتھ
ساتھ یہ الفاظ بھی قابل غور ہیں ۔

حضرت کے وہبی علوم سے صاف معلوم ہورہا تھا کہ آپ نہیں کہہ رہے ہیں
کہلوایا جارہا ہے علوم کا فیضان موسلا دھار بارش کی طرح حضرت کے قلب پر
ہورہا تھا مولانا کی توجہ کا مرکز خاص آپ کی ذات بن چکی تھی (ص ٦) محسوس
ہوا کہ ان کو اللہ تعالی کی طرف سے ایک علم عطا ہوا ہے جو مدرسے اور کتب خانے
کا علم نہیں (ص ٣١) ہمارے سید الملۃ .سید سلمان ندوی فرمایا کرتے تھے کہ
مولانا الیاس تو مامور من اللہ تھے ایک مرتبہ ان کے فضائل وکمالات کا تذکرہ
فرمایا عجیب وجد آفرین انداز میں دوتین مرتبہ فرمایا (سلام علی الیاسین ص ٦٦) ۔
تذکرہ حضرت جی کے مذکورہ صفحات پر یہ کمالات درج ہیں یعنی حضرت کے وہبی
علوم ان کا علم کسی مدرسے وکتب خانہ کا علم نہیں تھا اس قسم کا علم انبیاء اور رسل کا علم

ہوتا ہے تذکرہ کے مؤلف نے حضرت یوسف جی کو نبی اور رسول تو نہیں کہا البتہ
نبیوں اور رسولوں کی خصوصیات کو ان کی طرف نسبت کر کے ان کو نبی کا درجہ دے
ہی دیا. ان کو مأمور من اللہ کہنا اس بات کو مزید تقویت پہنچاتا ہے (سلام علی
الیاسین) کا جملہ مولوی الیاس صاحب کے لئے بولنا اللہ کے نبی الیاس سے
متعلق قرآنی کریم کی آیت (سورہ صافات) کی تحریف ہے اس آیت کو مولوی
الیاس کے متعلق بولنے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں. اول یہ کہ اس آیت کو مولوی
الیاس کے متعلق سمجھ کر اس کو پڑھا ہو اگر ایسا ہے تو پھر یہ بات کفر سے کم نہیں ہے
. دوم یہ کہ مولوی الیاس کو اللہ کے نبی الیاس سے تشبیہ دے کر یہ آیت پڑھی گئی اگر
ایسا ہے تب بھی یہ بات جرم عظیم سے کم نہیں.

نبی کریم ﷺ ہی کائنات کی اصل تھے

صوفیاء کے مذہب میں اس کائنات کا اصل جس سے یہ کائنات بنی ہے محمد ﷺ
ہیں صوفیاء اس معنی کے لحاظ سے آپ ﷺ کو انسان کبیر بھی کہتے ہیں پہلے یہ حوالہ
گزر چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالی کے نور سے پیدا ہوئے باقی کائنات
رسول اللہ ﷺ کے نور سے ہی ہے یہی بات یہاں پر حضرت جی کے الفاظ میں
دہرائی گئی ہے (تذکرہ حضرت جی ص ۵۲) میں یہ عبارت پڑھئے).
اسی کے ساتھ حضرت جی کی ایک ایک بات کا کامل یقین بھی ظہور ہو رہا تھا کہ
حضور والے اعمال کے بغیر کبھی بھی دنیا و آخرت میں کامرانی نصیب نہیں ہو سکتی
کائناتی اسباب کتنے ہی ہاتھ آجائیں بلکہ کائناتی اسباب حکومت، تجارت
زراعت وغیرہ میں جب تک حضور والے اعمال کی روح نہ آجائے یہ اسباب
مردہ ہیں اور یہ بھی فرماتے تھے کہ جو انسان خالق کائنات اور اصل کائنات حضور
ﷺ کو جانے اور مانے بغیر کائنات کی چیزوں میں گھستے ہیں ان کی حیثیت
چوروں اور ڈاکوؤں کی سی ہے انہیں مال و دولت مل سکتے ہیں مگر سکون و محبوبیت
ہرگز نہیں مل سکتی اس بیان میں حضرت جی نے نبی کریم ﷺ کو کائنات کا اصل
کہہ کر اپنے پکے صوفی ہونے کا ثبوت دیا ہے.
اگر واقعی حضرت جی یہی عقیدہ رکھتے تھے تو یہ کفر والحاد سے کم نہیں یہیں سے
وحدت الوجود و وحدت الموجود کے گمراہ عقیدے و مذہب بد کی طرف راستہ جاتا
ہے.

اصحاب خدمت ابدال

صوفیاء کے عقیدے و مذہب میں اس کائنات کا نظام ابدال کے ہاتھوں میں ہے
ان کو اصحاب خدمت ابدال کہا جاتا ہے وہی اس کائنات کا نظام چلاتے ہیں
مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی المذہب صوفی المشرب کا یہ بیان ملاحظہ ہو.
ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا جو بزرگ صاحب خدمت ہیں
تعلق تکوینیات میں اس کی شان ایسی ہے جیسے حضرت خضر علیہ السلام اس لئے
ان کا پتہ لگنا بھی مشکل ہے وہ مثل سی، آئی، ڈی. کے مخفی ہیں اس لئے اس کی

تلاش بھی بے کار ہے چونکہ وہ تصرفات تکوینیہ میں مأمور و مضطر ہیں اس لئے
اگران کو راضی رکھو تب کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے اور اگر کوئی ناراض رکھے تو ضرر نہیں
پہنچا سکتے. وہ جو کرتے ہیں حکم سے کرتے ہیں حضرت شاہ عبدالعزیز کے زمانہ
میں ایک شخص نے شاہ صاحب سے شکایت کی کہ آجکل دہلی کے اندر منتظم حکام
میں بڑی سستی چھائی ہوئی ہے. ہر کام میں اندھیر ہے فرمایا آجکل یہاں کے
صاحب خدمت ڈھیلے ہیں عرض کیا کون صاحب ہیں فرمایا بازار میں فلاں سمت
میں جو خربوزے بیچ رہے ہیں عرض کیا گیا ملاقات کرآؤں فرمایا کرآؤ اس شخص
نے وہاں پہنچ کر سلام مسنون عرض کرکے کہا کچھ خربوزوں کی ضرورت ہے کہا
لے لو اس نے کہا پہلے دیکھ لوں اس شخص نے تمام خربوزے ٹوکرے کے کاٹ
ڈالے اور آخر میں کہدیا اچھے نہیں ہیں میں نہیں لیتا کہا بہتر یہ چلا آیا آکر
حضرت شاہ صاحب سے تمام واقعہ بیان کیا فرمایا دیکھ لو یہ ایسے ہیں انہیں کا اثر
ظاہری حکام پر ہے تقریباً ایک مہینہ گزرا تھا کہ دفعۃً تمام کاروبار میں ترقی ہوگئی
اس شخص نے پھر دوبارہ جا کر شاہ صاحب سے عرض کیا آج کل تو دہلی کے اندر
کاروبار میں رونق ہے فرمایا اب صاحب خدمت بھی ایسے ہیں تیز و طرار ہیں
عرض کیا کہ وہ کون ہیں فرمایا فتح پوری کے بازار میں پانی پلاتے پھرتے ہیں
صاحب خدمت وہ ہیں. دو کٹوروں کی جھنکار لگا رہے ہونگے عرض کیا ملاقات کر
آؤں فرمایا کرآؤ یہ شخص فتح پوری بازار میں پہنچا ایک صاحب کہتے پھرتے ہیں

ایک چھدام میں ایک کٹورا پانی اس شخص نے ایک چھدام دی اور ایک کٹورا پانی
مانگا انہوں نے دیدیا اس نے یہ کہکر گرادیا کہ اس میں تنکا ہے اور دوبارہ مانگا اس
نے دریافت کیا اور چھدام ہیں اس نے کہا اور تو میرے پاس نہیں اس نے ایک
چپت رسید کیا اور کہا چھدام نہیں تھا تو دوسرا کٹورا کیسے مانگا کیا خربوزے والا سمجھا
ہوگا. یہ شخص بھاگا حضرت شاہ صاحب سے عرض کیا۔

ایک اور واقعہ ہے ایک شخص شاہ صاحب کے پاس حاضر ہوا عرض کیا صاحب
خدمت کو دیکھنا چاہتا ہوں فرمایا ایک ٹھیکری لاؤ وہ شخص ٹھیکری لایا شاہ صاحب
نے اس پر کچھ لکیریں بنا کر فرمایا فلاں مقام پر سرکاری فوج پڑی ہے وہاں کچھ
فاصلے سے ایک شخص جوتے گانٹھتے ملیں گے. ان کو ٹھیکری دے دینا یہ شخص
ٹھیکری لے کر پہنچا دیکھا ایک شخص جوتے گانٹھ رہا ہے بظاہر صورت چماروں
جیسی بنا رکھی ہے اس شخص نے جاکر ٹھیکری دی انہوں نے لیکر گانٹھنے کا جو سامان
پھیلا پڑا تھا اس کو ایک جگہ جمع کیا اس طرف فوراً فوجی افسر نے بگل دیا کہ کوچ
ہے سب سامان جمع کر لو پھر انھوں نے وہ سامان جھولی میں بھرا دوسرا بگل ہوا
سب خیمے ڈیرے اکھاڑ لو فوج نے ایک دم ڈیرے اکھاڑ ڈالے وہ جھولی گلے
میں ڈال کر کھڑے ہوئے ایک دم بگل ہوا کوچ کے لئے تیار رہو اس کے بعد یہ
بیٹھ گئے تو بگل ہوا کہ سب سامان اتار ڈالو پھر جھولی میں سے سامان نکالا سب
خیمے گاڑنے کا بگل ہوا پھر اس نے سامان پھیلایا تو فوج نے بگل پر سامان

پھیلا دیا اسی طرح دو تین مرتبہ ہوا فوجی لوگوں نے باہم کہا کہ افسر کا دماغ خراب ہوگیا ہے اس کی ڈاکٹری کراؤ یہ شخص یہ تماشہ دیکھ آیا الافاضات الیومیہ ج ۷ ص ۲۰-۲۲۔

مولوی اشرف علی صاحب نے پہلے یہ کہا کہ ابدال کو کوئی نہیں پہچانتا پھر یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا شاہ صاحب نے ان ابدال کا پتہ بتایا. بلکہ سرکاری فوج کے ابدال کے نام ٹھیکری پر لکھ کر اس کو احکامات دیئے ٹھیکری پر لکھے ہوئے حکم کی ابدال نے تعمیل کر کے اپنے ابدال ہونے کا ثبوت فراہم کیا اور فوج کو اٹھک بیٹھک کرائی. یہ ہے دیوبندی حکیم الامت کی توحید اسی حکیم الامت صاحب نے دوسری جگہ فرمایا۔

تکوینی کارخانہ مجذوبین سے متعلق کرنے میں یہ حکمت ہے کہ ان میں عقل نہیں ہوتی اس لئے شریعت کے مکلّف نہیں ہوتے اور ان کی بعض خدمتیں شرع پر منطبق نہیں ہوتیں مثلا اگر مسلمانوں اور کافروں میں مقابلہ ہو تو مسلمانوں کا غلبہ مقصود تشریعی ہے اور ایسا ہونا بعض اوقات خلاف مصلحت و خلاف حکمت ہے یہ نظام ایسی جماعت کے سپرد کیا گیا جس کو اس سے کوئی بحث نہیں اور ایسا کام سالک کب کر سکتا ہے اور اس کو کیسے جائز ہوتا (الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۸۵-۸۶.)۔

حکیم الامت صاحب کے اس بیان سے واضح ہے کہ اس زمین پر پاگل دیوانے احمق بے وقوف اور جن کے بدن پر لباس بھی نہیں ہوتا بازاروں میں گلیوں میں ننگے پھرتے ہیں وہ دنیا کے نظام کے مہتمم و منتظم ہوتے ہیں. انہیں کے اشاروں سے یہ کائنات رواں دواں ہے اگر وہ نرم و سست ہوں تو نظام حکومت بھی نرم و سست ہوگا اور وہ سخت ہوں تو نظام سخت ہوگا.

ان مجذوبوں اور پاگلوں کے ہاتھ میں نظام مملکت دینے کی حکیم الامت صاحب نے بہترین وجہ ذکر کی ہے ان کا یہ قول ہے کہ سالک یعنی شریعت پر عمل کرنے والا مسلمان یہ نظام حکومت اس لئے نہیں چلا سکتا کہ کبھی بعض مصلحتوں کی وجہ سے کافر فوج کو مسلمانوں پر فتح دلانا ضروری ہوتا ہے اور عقل و شعور رکھنے والا مسلمان یہ کام سرانجام نہیں دے سکتا اس وضاحت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کا نظام مملکت ایسی ہستیوں کے ہاتھوں میں ہوتا ہے جو شریعت اسلامیہ سے مکمل طور پر آزاد ہوتے ہیں کفر اور اسلام ان کے ہاں برابر ہوتا ہے صوفیاء کا مذہب چونکہ وحدت ادیان بھی ہے اس لئے ان کے ہاں کفر و ایمان کی تفریق بے معنی ہے گذشتہ حکایت بھی اس سلسلے کی کڑی ہے اور اس کی مزید وضاحت ملاحظہ ہو.

ولایت کے شئون

مولانا اشرف علی صاحب کی کتاب شریعت و طریقت میں سے مذکورہ عنوان کے تحت یہ عبارت پیش خدمت ہے۔

ولایت چونکہ نبوت سے ماخوذ ہے اور نبوت میں مختلف شانیں ہیں. اس لئے کسی

ولی کو علی قدم عیسیٰ اور کسی کو علی قدم موسیٰ حسب اختلاف شئون کہا جاتا ہے اور یہ سب شانیں آنحضرت ﷺ کے شئون کے القاب ہیں. آپ ان سب شئون مختلفہ کے جامع ہیں پس جس کو آپ کی شان ملقب بہ شان موسیٰ سے فیض ہوا اس کو علی قدم موسیٰ اور جس کو آپ کی شان عیسوی سے فیض حاصل ہوا اس کو علی شان قدم عیسیٰ وغیرہ ہما سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے.

(فاتبعوا ملة ابراهيم حنيفا) سو تم ملت ابراہیم کی اتباع کرو جس میں ذرا کجی نہیں نسبت موسوی شئون محمد یہ علیہ الصلوۃ والسلام سے ایک شان ہے عیسیٰ روح اللہ، موسیٰ کلیم اللہ، یہ سب حضور اکرم ﷺ کے شئون ہی کے اسماء ہیں جن لوگوں میں ان شئون موسویہ اور شئون عیسویہ کا غلبہ ہوتا ہے بعض اوقات وہ لوگ مرتے وقت (لا الہ الا اللہ موسیٰ کلیم اللہ، لا الہ الا اللہ عیسیٰ روح اللہ) پڑھنے لگتے ہیں جس کی حقیقت عوام نہیں سمجھتے چونکہ حضور اکرم ﷺ جامع الکمالات ہیں پس اس سے مستفید ہونا نہ اس سے حیثیت سے ہے کہ وہ دراصل کمال موسوی ہے بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ وہ دراصل کمال محمدی ہے. شریعت وطریقت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ص ۴۲-۴۳۔

اپنے یہودی پیر سے میرا سلام کہنا

اسی نسبت موسوی وعیسوی کو بیان کرتے ہوئے اشرف علی صاحب (الافاضات الیومیہ ج ا ص ۲۵۴) میں فرماتے ہیں۔

حضرت شیخ نجم الدین کبری کے متعلق بھی ایک بزرگ سے سنا ہے کہ ان کی نسبت موسوی تھی مگر خود ان کو اپنی نسبت کا علم نہیں تھا ان کے کسی معاصر بزرگ کے پاس ان کے مرید زیارت کے لئے جا رہے تھے آپ نے چلتے وقت فرمایا کہ ان حضرت سے میرا بھی سلام کہنا مرید نے جا کر پیر کا سلام پہنچایا انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اپنے یہودی پیر سے ہمارا سلام کہنا یہ سن کر شیخ نجم الدین کبری پر وجد طاری ہو گیا اور فرمایا کہ الحمد للہ مجھے اپنی نسبت معلوم ہو گئی کہ موسوی ہے اس پر حضرت والا مولانا اشرف علی صاحب نے فرمایا کسی کو حق نہیں کسی کی نسبت پر کچھ اعتراض کرنے کا......

الخ. اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں بعض یہودی اور عیسائی بھی ہوتے ہیں اور یہ لوگ مرتے ہوئے کلمہ بھی اسی نبی کا پڑھتے ہیں جس کی نسبت ان پر غالب ہوتی ہے کوئی (لا الہ الا اللہ موسیٰ کلیم اللہ/کوئی لا الہ الا اللہ عیسیٰ روح اللہ) پڑھتا ہے مولانا اشرف علی صاحب فرماتے ہیں کہ ایسے کسی شخص پر اعتراض کرنے کی بھی کوئی گنجائش نہیں کہ وہ مسلمان نہیں مولانا اشرف علی کی ایسی تعلیمات کو پوری دنیا تک پہنچانے کے لئے مولوی الیاس صاحب نے جماعت تبلیغ بنائی تھی. ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں۔

ایک بار فرمایا حضرت مولانا تھانویؒ نے بہت بڑا کام کیا ہے بس میرا دل چاہتا ہے کہ تعلیم ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو (ملفوظات مولانا الیاس۔ ملفوظ ۵۶)۔

اس واضح بیان کے بعد جماعت تبلیغ کے اصل ہدف اور مقصد حقیقی پر کوئی پردہ
نہیں رہا کہ اس جماعت کی تاسیس صوفیت کے نظریے کو عام کرنے کے لئے
ہے اور یہ ضروری نہیں کہ اس جماعت کے ہر فرد کو اس حقیقت کا علم بھی ہو دنیا
کے اندر ہر تحریک کی بنیاد کا ایک مقصد ہوتا ہے اس تحریک کے سربراہان اور لیڈر
ان اس مقصد کے حصول کے لئے جاہل عوام کو استعمال کرتے ہیں ان لوگوں کو
بتایا کچھ جاتا ہے اور لیڈران وسربراہان پارٹی کا مقصد کچھ اور ہوتا ہے .لوگ ان
فریب کاروں ودھوکہ بازوں کے دھوکہ وفریب میں آکر اپنی جانوں پر کھیل کر
تحریک وتنظیم کے اصل مقصد کو پورا کردیتے ہیں دنیا میں اس کی بہت سی مثالیں
ہیں.

جماعت تبلیغ کے مؤسسین ولیڈران اس جماعت کے افراد کارکنان سے جو
مقصد لینا چاہتے ہیں وہ اور ہے اور جو ان کارکنان کو سکھایا بتایا جاتا ہے وہ اور
ہے .اس جماعت کے لیڈران نے جماعت کو خروج اور چلّوں پر لگا کر ان کو صوفی
بنادینے کا مقصد ملحوظ خاطر رکھا ہے صوفیاء کے مذہب میں عالم دنیا و مافیھا کے
کشف حاصل کرنے کے لئے اس نفس کو عذاب دینا ضروری ہے دنیا کی لذت
کی چیزیں ترک کرکے یہ مقصد حاصل کیا جاتا ہے بیوی بچوں سے علیحدگی بھوک
اور پیاس برداشت کرنا اس مقصد کے لئے ضروری ہے اس سے انسان کا دل
روشن ہوجاتا ہے انسان کی آنکھیں جو چیز نہیں دیکھ سکتیں اس انسان کا منور روشن
دل ان کو دیکھ لیتا ہے دنیا وآخرت کی تمام مخفی چیزیں اس کے سامنے ہوجاتی ہے.
اس سے صوفی جس کو وہ اپنی اصطلاح میں سالک بھی کہتے ہیں دوزخ وجنت حتی
کہ لوح محفوظ میں کس کی کیا تقدیر لکھی ہے اس کا ان کو علم ہوتا ہے صوفیاء کی کتابیں
پڑھنے والے اس سے ناواقف نہیں .دنیا و مافیھا کے مکمل کشف کے حصول کے
آگے مدارس کا علم بڑی رکاوٹ ہے .اگر انسان کو دنیا و مافیھا کا مکمل کشف
حاصل کرنا ہو تو علم کے مراکز سے اس کو دور رہنا ہوگا.اس لئے جماعت تبلیغ کے
اہل کار مدارس کے اساتذہ وطلباء کو اپنے ساتھ خروج کرنے پر زور دیتے ہیں ان
کے دینی علم سیکھنے پر خروج کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں.

مولانا الیاس فرماتے ہیں امام رازی نے تفسیر کبیر لکھی ہے لیکن بتلاؤ اس سے کتنے
لوگوں کو فائدہ پہنچا ان متکلمین کے گروہ کے برعکس دیکھو تو نظر آئے گا کہ خواجہ
اجمیری نے کتنا کام کیا.حضرت نظام الدین اولیاء کے ہاتھوں کتنے بندگان خدا
سیدھے راہ پڑے ہیں کیا تبلیغی کام ضروری ہے ص۲۵۲ بحوالہ .جماعت تبلیغ اپنے
نصاب کے آئینے میں ص۹۵۔

مولوی الیاس صاحب کے اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ وہ بھی ایسی تبلیغ
چاہتے ہیں جو خواجہ اجمیری اور نظام الدین اولیاء نے کی تھی.اور اس میں کوئی
شک نہیں خواجہ اجمیری اور نظام الدین اولیاء اور علی ہجویری لاہور والے صوفی
تھے ان بزرگوں نے جس دین کی تبلیغ کی ہے وہ آج قوم کے سامنے ظاہر ہے یہ

وہی دین ہے جس کا ان بزرگوں کے پیروکاران کی قبروں اور مزاروں پر صبح و
شام مظاہرہ کرتے رہتے ہیں یعنی مزاروں پر اعتکاف قبروں ومزاروں کے نام
کی نذرونیاز قبروں ومزاروں کے چاروں طرف طواف اور قبر ومزار والوں سے
فریاد واستغاثہ، ہر سال ان قبروں پر عرس ومیلہ جات کا انعقاد .الغرض یہ قبریں
اور مزاریں بدعات وشرک کے اعمال وافعال سے صبح وشام پر رہتی ہیں یہ
بزرگان یہی دین یہی اسلام اپنے ماننے والوں کو دے گئے ہیں مولوی الیاس
صاحب بھی تبلیغی جماعت کے ذریعہ لوگوں کو یہی دین پہنچانا چاہتے تھے چنانچہ
مولوی زکریا صاحب نے تبلیغی جماعت اور فضائل اعمال لکھ کر اور جماعت تبلیغ کو
صرف انھیں کتابوں کے پڑھنے کی ترغیب دلا کر مؤسس جماعت کی روح کو
تسکین پہنچائی ہے تبلیغی نصاب وفضائل اعمال بدعات وصریح وجلی شرک سے
بھرپور کتاب ہے ہر وہ دین جو کتاب وسنّت کے علماء کے ذریعہ نہیں بلکہ ان
پڑھ پیروں وخواجگان کے ہاتھوں پھیلا ہو وہ اہل بدعت کا دین تو ہوسکتا ہے
قرآن وسنّت والا دین نہیں ہوسکتا.

ستر کروڑ نیکیاں

اہل بدعت کے دین واسلام کی اور جھلک اس واقعہ میں دیکھئے ۔
علی بن شعیب سے نقل کیا گیا ہے کہ انھوں نے نیشاپور سے پیدل چل کر ساٹھ
سے زیادہ حج کئے مغیرہ بن حکیم سے نقل کیا گیا ہے کہ انھوں نے مکہ سے چل کر
پچاس سے زیادہ حج کئے.
ابوالعباس سے اسّی اور ابو عبیداللہ مغربی سے ستانوے حج منقول ہیں کیا اندازہ
ہے ان حضرات کے درجوں کا کہ ہر قدم پر ستر کروڑ نیکیاں ان کو ملتی ہوں
گی (فضائل حج فصل ۳)
یہ ہے اہل بدعت کا خرافی دین قرآن وسنّت میں پیدل حج کی اس قدر فضیلت
کہاں مذکور ہے اللہ تعالی کا ارشاد ہے ﴿ولله على الناس حج البيت من
استطاع اليه سبيلا﴾ (آل عمران : ۹۷) اور اللہ کے واسطے لوگوں کے
ذمہ اس مکان کا حج کرنا ہے یعنی اس شخص کے ذمہ جو طاقت رکھے وہاں تک
پہنچنے کی .ترجمہ اشرف علی صاحب تھانوی ۔ .مولانا اشرف فرماتے ہیں سبیل کی
تفسیر حدیث میں زاد وراحلہ کے ساتھ آئی ہے یعنی حج اس آدمی پر فرض ہے جس
کے پاس وہاں تک جانے کے لئے سفرخرچ اور سواری موجود ہو یہ قرآن کا حکم
ان بدعتی اقوال وحکایات کے رد کے لئے کافی ہے.

شیخ کی روح کسی خاص جگہ مقیّد نہیں بلکہ وہ مرید کے ساتھ ساتھ رہتی ہے.

نیز مرید کو یقین کے ساتھ یہ جاننا چاہیئے کہ شیخ کی روح کسی خاص جگہ میں مقیّد و
محدود نہیں ہے پس مرید جہاں بھی ہوگا خواہ قریب ہو یا بعید تو گو شیخ کے جسم سے

دور ہے لیکن اس کی روحانیت سے دور نہیں (امداد السلوک ص ٦٧) یہ امداد السلوک بانی جماعت تبلیغ مولوی الیاس صاحب کے پیر رشید احمد صاحب گنگوہی کی تالیف ہے۔

گویا کہ اس بدعتی عقیدے پر جماعت تبلیغ بھی مکمل عقیدہ رکھتی ہے اس کتاب کی اہمیت جماعت تبلیغ کے نزدیک کیا ہے اس سے واضح ہے کہ مولوی زکریا صاحب نے اس کا مقدمہ تالیف کیا ہے.

پیر اور شیخ کا اصطلاحی عالم ہونا ضروری نہیں

نیز جاننا چاہئیے کہ شیخ کا جملہ علوم پر حاوی ہونا شرط نہیں ہے بلکہ عبادات میں فرائض اور سنن ونوافل کی مقدار محرمات وممنوعات کی اقسام اور جائز وناجائز کے قابل علم کافی ہے (امداد السلوک ٧٠-٧١)۔

یہی وجہ ہے کہ یہ صوفی پیر ومرشد جاہل ہوتے ہیں اور جس جماعت کے سربراہ و شیوخ دینی علوم سے جاہل ہوں اس جماعت کیا حال ہوگا. یہی وجہ ہے یہ صوفیاء سلسلے قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ، بدعات وخرافات سے پر ہیں. بلکہ اس مذہب کے بعض پیروکار حلول، وحدت الوجود ووحدت الموجود کا عقیدہ رکھتے ہیں.

مزاروں کا چڑھاوا اور علماء دیوبند

مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری دیوبند کے بڑے علماء میں سے تھے بذل المجھود فی حل ابی داؤد/سنن ابوداؤد کی شرح/ کے مؤلف علماء دیوبند کے عقائد میں المھند علی المفند بھی انہیں کی تالیف ہے براھین قاطعہ بھی آپ ہی نے تالیف فرمائی ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اردو زبان مدرسہ دیوبند سے سیکھی تھی.

مولانا کے بارے میں (تذکرۃ الخلیل ص ٣٧١) میں لکھا ہے مزارات پر حاضری کے لئے سفر کرنا آپ کو پسند نہ تھا ہاں کسی سفر میں اپنے بزرگان سلسلہ کا مزار پڑتا تو حاضر ہوکر روحانی استفادہ کا جو اصل طریق ہے اس پر عمل فرمالیتے اور منکرات پر نکیر کئے بغیر نہ رہتے ایک مرتبہ مولانا رحیم بخش صاحب کے ساتھ ایک بزرگ کے مزار پر حاضر ہوئے وہاں سجادہ نشین نے مولانا کے ساتھ حضرت کو بھی چائے نوش کے لئے مدعو کیا. چائے سے فارغ ہوکر اٹھے اور باہر نکلے تو سجادہ صاحب نے دو سبز رومالوں میں مزار شریف کا چڑھاوا مٹھائی اور نقل پیش کیا.

یہ ہے دیوبندیت کی توحید اور عقیدہ۔

خواجہ اجمیر کے مزار پر مراقبہ

اس عنوان کے تحت مؤلف تذکرۃ الخلیل لکھتا ہے ایک بار حضرت راندیر جاتے ہوئے اجمیر اترے تا کہ شیخ الطائفہ کے مزار پر حاضر ہوں حضرت مولانا تھانوی اور بندہ مؤلف تذکرہ ساتھ تھے میزبان چونکہ مزاورین کے حالات سے واقف

تھے کہ طواف اور سجدہ کراتے ہیں .اس لئے حسن تدبیر کے ساتھ کام کیا اور بعد عصر کا وقت تجویز ہوا ہم سب حاضر ہوئے اور اندر کٹھرے کے قریب کھڑے ہو گئے حضرت تو جاتے ہی بیٹھ گئے اور مراقب ہو کر ایسے مستغرق ہو گئے کہ خبر ہی نہ رہی کہاں بیٹھے ہیں .(ص ۳۷۱-۳۷۲)

پیر کامل اگر جانماز کو شراب سے رنگ دینے کا کہے تو رنگ دینا چاہئیے

تذکرۃ الخلیل کے مؤلف نے طریقت کے زیر عنوان ایک فارسی کا شعر لکھا ہے اس کا ترجمہ حاشیہ کتاب میں یوں مذکور ہے اگر مرشد کامل کہے تو شراب سے جانماز کو رنگ دو کیونکہ راہ کو جاننے والا راہ اور نشان منزل سے بے خبر نہیں ہوتا (ص ۷۸)۔

شاہ عبدالعزیز وسید احمد بریلوی کے آستانہ کے کتے کی طرف سے خط

مولوی علی میاں ندوی نے ایک رسالہ مکاتیب الیاس کے نام سے تحریر فرمایا ہے اس رسالے میں بانی جماعت تبلیغ مولوی الیاس صاحب کا مکتوب بایں الفاظ درج ہے از سگ آستانہ عزیزی واحمدی کتاب کے حاشیے میں وضاحت ہے کہ عزیزی واحمدی لفظ سے شاہ عبدالعزیز اور سید احمد بریلوی کی طرف اشارہ ہے

سگ فارسی میں کتے کو کہتے ہیں .اس مکتوب میں مولوی الیاس صاحب نے اپنے آپ کو شاہ عبدالعزیز اور سید احمد بریلوی کے آستانے کا کتا کہا ہے۔

یہ تبلیغ بندہ کے نزدیک طریقت/حقیقت،شریعت تینوں کو علی وجہ الاتم جامع ہے

مکاتیب الیاس کے مکتوب ۱۸ میں مولانا الیاس صاحب کے یہ الفاظ درج ہیں بندہ ناچیز کے نزدیک یہ تبلیغ شریعت،طریقت،حقیقت تینوں کو جامع ہے۔ شریعت،طریقت،حقیقت کا کیا معنی ہے ملاحظہ ہو.

صوفیاء کے نزدیک طریقت وحقیقت کیا ہے

کشاف اصطلاحات الفنون ص ۹۲۰ میں ہے حقیقت نزد صوفیاء ظہور ذات حق است بے حجاب تعینات ومحو کثرت موہومہ در نور ذات ،یعنی حقیقت صوفیاء کے نزدیک رب کے ظہور کو کہتے ہیں جو بے حجاب ہو یعنی پردے سے باہر جس میں صرف وحدانیت ہو کثرت موہومہ جو ظاہر میں نظر آتی ہے اس کے نور میں محو ہو چکی ہے. **اما الحق والحقیقة فی اصطلاح مشائخ الصوفیاء فالحق هو الذات والحقیقة هی الصفات** مشائخ صوفیاء کی اصطلاح میں حق اللہ کی ذات کا نام ہے اور حقیقت اس کے صفات کا. **والشریعة التزام العبودیة والحقیقة مشاهدات الربوبیة** یعنی شریعت بندہ کا عبادت الهیه

کا التزام اور حقیقت رب کا مشاہد کرنا ہے وہر کہ مفید آنچہ پیغمبر علیہ السلام فرمودہ است وی ازاہل شریعت است وہر کہ کند آنچہ پیغمبر کردہ است وی ازاہل طریقت است ، وہر کہ بیند آنچہ پیغمبر دیدہ است وی ازاہل حقیقت است .یعنی جو شخص وہ کرتا ہے جو پیغمبر نے کیا ہے وہ اہل شریعت میں سے ہے اور جو وہ کرتا ہے جو پیغمبر نے کہا ہے وہ اہل طریقت میں سے ہے اور جو شخص وہ دیکھتا ہے جو پیغمبر نے دیکھا ہے وہ اہل حقیقت میں سے ہے: (**الطریقة هی فی اصطلاح الصوفیاء طریق موصل الی الله تعالی کما ان الشریعة طریق موصل فی الجنة**)صوفیاء کی اصطلاح میں شریعت جنت تک جانے کا راستہ ہے اور طریقت براہ راست رب تعالی کی ذات تک جانے کا راستہ ہے مشائخ صوفیاءؒ کی اصطلاح میں حق تو ذات ہے اور حقیقت صفات اور اس سے مراد ذات وصفات حق تعالی لیتے ہیں چنانچہ جب مرید کو چھوڑ کر اور خواہشات نفس کی حدود سے نکل کر عالم احسان تک پہنچتا ہے تو کہتے ہیں کہ علم حقیقت تک پہنچ گیا اور حقیقتوں کا عالم بن گیا اگر چہ ابھی وہ عالم صفات واسماء میں ہوتا ہے اور جب مرید ذات تک پہنچ جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ حق تعالی تک رسائی پا گیا .امداد السلوک ص ۲۷امؤلفہ رشید احمد صاحب گنگوہی دیوبندی.

ایک مرید کا خواب کہ پیر کی انگلیاں شہد میں ہیں اور مرید کی پاخانہ میں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک پیر کی حکایت ہے کہ ان کے مرید نے خواب بیان کیا کہ آپ کی انگلیاں شہد میں بھری پڑی ہیں اور میری پاخانہ میں پیر صاحب نے سن کر فرمایا کیوں نہ ہو تو دنیا کا کتا ہے اور ہم بزرگ اللہ والے ہیں مرید نے کہا ابھی خواب پورا نہیں ہوا کچھ باقی ہے وہ یہ ہے کہ تمہاری انگلیاں میں چاٹ رہا ہوں اور میری انگلیاں آپ چاٹ رہے ہو(الافاضات الیومیہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب ج ۳ص ۲۹) یہ ہے بدعتی پیروں ومشائخ کا حال.

عشاق کی جنت وہ ہے جس میں دوست کی ملاقات ہو اور جہنم وہ جہاں وہ اس کے دیدار سے محروم ہوں

صوفیاء کے مذہب میں جنت اسکا نام ہے جہاں دوست کی ملاقات ہو اور جہنم وہ جگہ ہے جہاں وہ اس دیدار سے محروم ہو۔حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں عشاق کا مذہب تو یہی ہے کہ جنت کو وہ دوست کی ملاقات کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور اسی طرح دوزخ کو فراق کی جگہ تصور کرتے ہیں (الافاضات الیومیہ ج۳ص ۲۷)۔

تبلیغ سے مولانا تھانوی کو ایصال ثواب

انہیں مولانا تھانوی کے لئے بانی جماعت تبلیغ جماعت کو حکم دیتے ہیں کہ حضرت تھانوی کے لئے ایصال ثواب کا اہتمام کیا جائے ہر طرح کی چیز سے ان کو ثواب پہنچایا جائے کثرت سے قرآن شریف ختم کرائے جائیں۔ یہ ضروری نہیں کہ سب اکٹھے ہو کر پڑھیں بلکہ ہر شخص کا تنہائی میں پڑھنا زیادہ بہتر ہے تبلیغ میں نکلنے کا ثواب سب سے زیادہ ہے اس لئے اس صورت سے زیادہ ثواب پہنچاؤ.
(مکاتیب الیاس بنام کارکنان میوات مکتوب ۸)

جماعت تبلیغ کے کارکنان کو مخالفین کی بات نہ سننے کا حکم

جماعت تبلیغ سے چونکہ ایک خاص مقصد وابستہ ہے وہ صوفیت اور دیوبندی مذہب کو دنیا میں پھیلانا ہے اسی لئے کارکنان جماعت کو ان الفاظ میں ہدایت کی گئی ہے۔
تبلیغ والوں پر یہ مستقل اعتراض ہے کہ معترضین کے اعتراضات کی طرف التفات نہیں کرتے میرے نزدیک یہ اعتراض لغو ہے اس لئے کہ بلاتعین گول مول اعتراض کی طرف کون توجہ کر سکتا ہے. بالخصوص تبلیغ والے حضرات کو تو اپنے مشاغل کے ہجوم کی وجہ سے اتنی فرصت نہیں رہی کہ ایسے لغو اعتراضات کی طرف التفات کریں اکابر نے بھی کبھی التفات نہیں کیا حضرت حکیم الامت پر ہمیشہ اعتراضات کی بوچھاڑ ہر طرف سے رہی حضرت کا ارشاد ہے اعتراض سے تو انسان کسی حالت میں بھی نہیں بچ سکتا. بس اسلم یہ ہے کہ معترضین کو بکنے دیں اور جو سمجھ میں آوے کریں.(تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور ان کے جوابات مؤلف مولانا زکریا صاحب ص ۱۴۸-۱۴۹)۔
اسی ہدایت پر جماعت تبلیغ گامزن ہے اس جماعت کے معمولات پر جتنا اعتراضات کئے جائیں چاہے قرآن وسنّت سے دلیل دے کر ان کے اعمال کو بدعت ثابت کر دیا جائے تب بھی ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا ان کی کتاب تبلیغی نصاب اور فضائل اعمال میں مذکورہ واقعات کے جھوٹ کو جس قدر بھی واضح کر دیا جائے مگر وہ ان واقعات وحکایات کو چھوڑنے پر کبھی تیار نہیں ہوتے ان کو یہی تعلیم ہے کہ مخالف کا ہر اعتراض بکواس ہے بک بک ہے اس کی طرف مطلقاً توجہ نہ کی جائے.

سمندروں اور دریاؤں پر صوفی کی حکومت

مولانا زکریا صاحب فرماتے ہیں میں نے اپنے والد سے ایک قصہ اکثر سنا وہ فرماتے تھے ایک شخص کو پانی پت ایک ضرورت سے جانا تھا راستہ میں جمنا پڑتی تھی جس میں اتفاق سے طغیانی کی صورت تھی کہ کشتی بھی نہ چل سکتی تھی یہ شخص بہت پریشان تھا لوگوں نے اس سے کہا کہ فلاں جنگل میں ایک بزرگ رہتے ہیں ان سے جا کر اپنی ضرورت کا اظہار کرو اگر کوئی صورت تجویز کریں تو شاید کام چل جائے ویسے کوئی صورت نہیں لیکن وہ بزرگ اول خفا ہونگے انکار کریں گے اس سے مایوس نہ ہونا چاہئیے چنانچہ وہ شخص گیا اس جنگل میں ایک جھونپڑی

تھی اس میں اس کے اہل وعیال رہتے تھے اس شخص نے روکر اپنی ضرورت کا اظہار کیا کہ کل مقدمہ کی تاریخ ہے جانے کی کوئی صورت نہیں اول تو انہوں نے حسب عادت خوب ڈانٹا کہ میں کیا کرسکتا ہوں میرے قبضے میں کیا ہے اس کے بعد جب اس نے بہت زیادہ عاجزی کی تو انہوں نے فرمایا کہ جمنا سے جا کر کہدو کہ ایسے شخص نے مجھے بھیجا ہے جس نے عمر بھر کبھی کچھ نہیں کھایا نہ بیوی سے صحبت کی یہ شخص واپس ہوا ان کے کہنے کے موافق عمل کیا جمنا کا پانی ایک دم رک گیا اور یہ شخص پار ہوگیا جمنا پھر حسب معمول چلنے لگی لیکن اس شخص کے واپس ہونے کے بعد ان بزرگ کی بیوی نے رونا شروع کر دیا کہ تو نے مجھے ذلیل اور رسوا کر دیا بغیر کھائے تو خود پھول کر ہاتھی بن گیا اس کا تجھے اختیار ہے اپنے متعلق جو چاہے جھوٹ بولدے لیکن یہ بات کہ تو کبھی بیوی کے پاس نہیں گیا اس بات سے مجھے رسوا کر دیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ اولاد جو پھر رہی ہے یہ سب حرام کی ہے اس پر بزرگ نے کہا کہ غور سے سن میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے کبھی اپنی خواہش نفس کے لئے کوئی چیز نہیں کھائی ہمیشہ جو کھایا اس نیت سے کھایا کہ اس سے اللہ کی اطاعت کے لئے بدن کو قوت پہنچے اور جب بھی تیرے پاس گیا ہمیشہ تیرا حق ادا کرنے کا ارادہ رہا کبھی اپنی خواہش کے تقاضے سے صحبت نہیں کی قصہ ختم ہوا (فضائل صدقات کتبخانہ فیضی لاہور ص ۵۲۰-۵۲۹)۔

یہ قصہ فضائل صدقات ادارہ اشاعت دینیات حضرت نظام الدین دہلی کے ص ۳۸۸ پر ہے مولوی زکریا صاحب نے اس قصے کو آپ بیتی ۲ ج ا ص ۵۱ مکتبہ مدنیہ لاہور میں بھی ذکر کیا ہے مولوی زکریا صاحب نے ایک اور قصہ اسی آپ بیتی ۲ ص ۵۳ میں ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو۔

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ ایک بزرگ دریا کے کنارے پر تھے دوسرے بزرگ دوسرے کنارے پر ایک بزرگ کے جو بیوی بچوں والے تھے اپنی بیوی سے کہا کہ کھانے کا ایک خوان لگا کر دریا کے دوسرے کنارے جو بزرگ رہتے ہیں ان کے پاس لے جاؤ اور ان کو کھلا کر آؤ بیوی نے کہا کہ دریا گہرا ہے میں اس کو کس طرح پار کر کے دوسرے کنارے جاؤں گی فرمایا جب دریا میں قدم رکھنا تو میرا نام لے کر کہنا اگر میرے اور میرے شوہر کے درمیان وہ تعلق ہوا ہو جو زن وشوہر میں ہوا کرتا ہے تو مجھے ڈبو دے ورنہ میں پار ہو جاؤں اس نے یہی کہنا تھا کہ دریا پایاب ہوگیا اور گھٹنوں گھٹنوں پانی میں وہ دریا کے پار ہوگئیں انہوں نے کھانے کا خوان اس بزرگ کو پیش کیا انہوں نے اس کو اکیلے تناول فرمایا جب واپس ہونے کا وقت آیا تو ان کو فکر ہوئی کہ آنے کا وظیفہ تو مجھے معلوم ہوگیا اب جاتے وقت کیا کہوں اس بزرگ نے اس کی پریشانی دیکھی تو اس سے دریافت کیا انھوں نے کہا میں دریا سے کس طرح پار ہوں انہوں نے فرمایا کہ اب جائیے تو میرا نام لے کر کہنا کہ اس نے ایک لقمہ کھایا ہو تو میں ڈوب جاؤں ورنہ پار ہو جاؤں چنانچہ وہ پار ہوگئیں اب انہوں نے شوہر سے پوچھا کہ آپ نے

صاحب اولاد ہو کر خلاف واقعہ بات کیوں کہی اور اس بزرگ نے آنکھوں کے سامنے پورا کھانا تناول کرنے کے باوجود ایک لقمہ بھی کھانے سے انکار کیوں کیا تو اس بزرگ نے جواب دیا کہ میں نے جو کچھ کیا امر الٰہی سے کیا اپنے نفس کی خواہش سے نہیں کیا اور انہوں نے جو کچھ کیا وہ امر الٰہی سے کیا نفس کا اس میں کوئی حصہ نہیں تھا.

اس قسم کی حکایات اگر کوئی بدعتی ومشرک بیان کرتا تو تعجب نہ ہوتا لیکن دیوبندی مذہب اور تبلیغی جماعت کے بڑے شیخ نے بیان کیا ہے ان واقعات کی تردید بھی انہوں نے نہیں کی جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان واقعات کو سچا سمجھتے تھے اور یہ مجذوبین لوگ جن کے حکم سے دریاؤں کے پانی آناً فاناً رک جاتے تھے دیوبندی وتبلیغی شیخ کے نزدیک صاحب خدمت ابدال تھے جن کے ہاتھوں میں کائنات کا نظام ہے انہیں کے حکم سے دریا، ہوائیں، بارشیں، ملکوں وقوموں کی جنگوں میں ہار وجیت ہوتی ہے یہ ہے دیوبندی مذہب جو اہل توحید ہونے کا بڑا دعوی کرتے ہیں اہل سنّت والجماعت کا لیبل لگا کر اپنا اصلی وحقیقی چہرہ لوگوں سے چھپا رکھا ہے.

یہاں کے زندہ تو زندہ مردے بھی لڑتے ہیں

کئی مرتبہ نظام الدین کی مسجد بنگلہ مرکز تبلیغ پر حملہ کی مؤثق روایات سننے میں آئیں مگر ہر مرتبہ اللہ جل شانہ نے اس قدر مدد فرمائی کہ مغرب کے وقت سے جو بارش اولوں کا زور شروع ہوتا تھا تو سارے راستے مسدود ہو جاتے تھے اس زمانہ میں ایک عجیب واقعہ سننے میں آیا تھا اللہ جانے کیا حقیقت تھی ایک فسادیوں کا ہجوم بھوگل کی طرف سے حملہ کے لئے آیا لیکن ایک دم بھاگ گیا لوگوں نے ان سے پوچھا کیا بات پیش آئی انھوں نے کہا کہ یہاں کے زندہ تو زندہ مردے بھی لڑتے رہتے ہیں اور مقابلے کے لئے تیار ہیں ان لوگوں نے بیان کیا کہ جب ہم مسجد بنگلہ کے قریب پہنچے تو قبروں سے مردے اٹھتے ہوئے نظر آئے اس لئے ہم واپس ہوگئے (آپ بیتی ۵ ص ۱۴۱ ۵)۔

دیوبندی علماء وبزرگوں کی کرامات 'کوا' دیوبندی مذہب میں حلال ہے

مولوی زکریا صاحب دیوبندی تبلیغی نے اپنی کتاب آپ بیتی ۴ ص ۴۲۰ میں لکھا ہے مولوی رشید احمد گنگوہی نے ایک طالب علم کو غصے میں کہا چل تو تو باولا ہے. چند ہی روز بعد یہ طالب علم باولا ہوگیا. اس زمانے میں کوے کا مسئلہ بھی زوروں پر تھا یہ طالب علم بانس کے اوپر کوے کو باندھ کر سارے دن گنگوہ کی گلیوں میں یہ اعلان کرتا پھرتا تھا کہ یہ کوا حلال ہے میں کہتا ہوں حنفی دیوبندی مذہب میں کوا حلال ہے اس لئے یہ طالب علم اس کی حلت کی تشہیر کرتا پھرتا تھا (عین الہدایہ ج ۲ ص ۱۶۵) میں ہے (وقال ابوحنیفہ لابأس باکل

العقحق) امام ابوحنیفہ نے کہا کوے کے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے یہ کوا کبوتر کے برابر لمبی دم کا سیاہ سفید ملا ہوا پرندہ ہوتا ہے بعضے اس کو منحوس کہتے ہیں اور آواز اس کے عق عق سے مشابہ نکلتی ہے اس کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہیں یہی اصح ہے حضرت حافظ صاحب بھوپال میں تشریف فرما تھے اس زمانے کے تصرفات کے قصے مشہور ہیں اخفاء حال بہت تھا دوسروں کے سامنے تہجد بھی نہیں پڑھتے تھے. ایک تقریب میں تشریف لے گئے بعض اعزاء کو خیال ہوا کہ آج حافظ کے معمولات دیکھنے کا موقع ملے گا جب سب لیٹ گئے اور حافظ صاحب نے اندازہ کیا یہ سب سو گئے ہیں تو چپکے سے اٹھے لوٹا اٹھانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ ایک صاحب جلدی سے چار پائی پر بیٹھ گئے حافظ صاحب جلدی سے اپنی چار پائی پر لیٹ گئے آدھ گھنٹہ پون گھنٹہ بعد یہی صورت پیش آئی حافظصاحب پھر لیٹ گئے تیسری بار میں جب یہ قصہ پیش آیا ان صاحب کے پیٹ میں درد اس قدر ہوا کے تڑپ گئے حافظ صاحب سے معافی مانگی اور جب وہ بہت بے قرار ہوا اور حافظ صاحب کو ترس آیا تو فرمایا کہ دوسروں کو ستانے کا یہی حشر ہوا کرتا ہے. (آپ بیتی ۵ ص ۵۷۶)۔

قاسم نانوتوی صاحب نے زندہ آدمی کا جنازہ پڑھا وہ ان کی کرامت سے مر گیا

سوانح قاسمی کے مؤلف نے مولوی قاسم نانوتوی کی یہ کرامت بیان کی ہے کہ ایک جگہ پر شیعوں نے مولوی صاحب کے آگے ایک نوجوان لڑکے کا فرضی جنازہ رکھا حقیقت میں یہ لڑکا زندہ تھا مولوی صاحب سے انہوں نے کہا اس میت کا آپ جنازہ پڑھا دیں مولوی صاحب نے کہا تمہارا مذہب اور ہے میرا اور ہے میں تمہارا جنازہ کیسے پڑھ سکتا ہوں مگر انہوں نے آپ کو مجبور کر دیا اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ ہم مولوی صاحب کا مذاق اڑائیں گے مولوی صاحب نے جنازہ شروع کر دیا اور دو تکبیریں ہو گئیں اور ان کے منصوبے کے مطابق میت یعنی لڑکا نہیں اٹھا تو ان میں سے کسی نے ہونہہ کے ساتھ جنازہ کو اٹھ کھڑے ہونے کی سسکاردی مگر نہ اٹھا حضرت نے تکبیرات اربعہ پوری کر کے اسی غصے میں فرمایا اب یہ قیامت کی صبح سے پہلے نہیں اٹھ سکتا. ص ۲۷ ج ۲ حاشیہ.

مولوی رفیع الدین صاحب کے والد صاحب کی قبر سے قرآن پڑھنے کی آواز آتی تھی مفتی صاحب نے قبر پر جا کر کہا کیوں لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کر رکھا ہے. اس جملہ کا زبان سے نکلنا تھا کہ وہ آواز بند ہو گئی اور پھر کبھی سنائی نہ دی. کیا ٹھکانہ ہے اس تصرف کا جو زندوں سے گزر کر برزخ تک پہنچا ہوا ہو اور قبر والوں پر بھی موثر ہوتا ہو. گویا قبر والے برزخ میں بھی ان مربّیان دین کے وعظ و پند اور تنبیہ کے شائق اور ان پر عمل درآمد کرنے کے لئے مستعد رہتے ہیں (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند پیش لفظ ج ا ص ۳۸) مفتی صاحب کے والد موت کے وقت

سخت تکلیف میں تھے مفتی صاحب نے ان کی چارپائی کے پاس بیٹھ کر مراقبہ
کیا اس سے ان کے چہرے پر رونق آ گئی اس واقعہ سے حضرت ممدوح کے اس
غیر معمولی تصرف وتوجہ کا پتہ چلتا ہے جو مخلوق کا بیڑا پار لگانے میں ان بزرگوں
سے نمایاں ہوا ہے. (فتاویٰ دار العلوم ج ا ص ۳۸)
پیش لفظ - مفتی صاحب نے اپنے کھلے تصرفات سے اپنے بھائی مطلوب الرحمٰن
صاحب عثمانی کی بہت زیادہ دستگیری فرمائی ہے (ج ا ص ۴۱)
مولوی ابراہیم صاحب کراچوی جو مفتی صاحب کے پیر بھائی تھے ایک دوکاندار
نے ان کے ساتھ بدمعاملگی کی جس پر مولانا کو غصہ آ گیا اس کی دوکان پر تیز نگاہ
کی تو اس کی دوکان کا سامان الٹ پلٹ ہو گیا (فتاویٰ دار العلوم ج ا ص ۴۱)
شاہ عبدالقادر ایک مرتبہ چلّے کے ارادہ سے پیران کلیر شریف تشریف لے گئے
تھے جب بھی مراقب ہوئے یہی صدا آئی کہ اپنا کرنا اپنا بھرنا (آپ بیتی ٦ ص
۸۳۴)۔

ابوالوقت اولیاء

اور آپ بیتی ٦ ص ۸۷۷ میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک آدمی پر جن آیا کرتا تھا
شاہ عبدالعزیز اور شاہ غلام علی صاحب نے جھاڑ پھونک کی مگر کوئی افاقہ نہ ہوا. شاہ
عبدالقادر نے اس کو جھاڑا تو وہ ٹھیک ہو گیا اس بارے میں شاہ عبدالقادر سے
پوچھا گیا کہ آپ نے کیا پڑھا انہوں نے کہا سورہ فاتحہ، کہا کس خاص ترکیب
سے فرمایا. یا جبار کی شان میں پڑھ دی تھی! یا جبار کی کیا شان تھی اس کے بارے
میں مولوی اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں. کاملین میں ایک درجہ ہے ابوالوقت کہ
وہ جس وقت جس تجلی کو چاہیں اپنے اوپر وارد کر لیں. (**کذا سمعت
مرشدی**) پس عجب نہیں کہ شاہ عبدالقادر صاحب نے اس وقت اپنے اوپر جبار
کی تجلی کو وارد کیا ہوا اور اس کی مظہریت کی حیثیت سے اس کی توجہ سے دفعہ فرمایا
ہو...... الخ. یعنی شاہ صاحب اس وقت رب تعالی کی صفت (جبار) کے مظہر
تھے اسی مظہریت سے انہوں نے مریض کو شفا دی۔
اس واقعہ سے معلوم ہوا رب تعالی کی جتنی صفات ہیں اولیاء میں سے جو لوگ
ابوالوقت کہلاتے ہیں وہ جب چاہیں ان صفات میں سے کسی بھی صفت سے
متصف ہو سکتے ہیں پھر اس وقت وہ شان عبدیت سے نہیں شان الوہیت سے
دنیا میں تصرف کرتے ہیں.

قبروں پر قُبّہ بنانا

سوال : قبر اور قُبّہ بنانے کے متعلق شریعت کیا کہتی ہے ؟
جواب : شامی میں نقل کیا ہے. (**وقیل لایکرہ البناء اذا کان المیت من
المشائخ والعلماء والسادات**) یعنی کہا گیا ہے کہ قبر پر قُبّہ بنانا مکروہ نہیں
جس وقت کہ میت مشائخ اور علماء وسادات میں سے ہو. لیکن قبور کے انہدام کا
حکم فقہاء نے نہیں کیا. اور بعض آثار سے ثبوت قُبّہ ومزار کا معلوم ہوتا ہے چنانچہ

منقول ہے کہ عمرؓ حضرت ابراہیم خلیل کی قبر پر پہنچے وہاں دو رکعت نفل پڑھی اور انہدام قُبّہ کا حکم نہیں فرمایا لہذا یہ فعل جس نے بھی کیا ہے اچھا نہیں کیا.اور اثر حضرت عمر سے معلوم ہوا کہ ان کے زمانے میں بھی وجود قُبّہ تھا (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج۵ ص۳۸۹-۳۹۰)۔

حالانکہ جناب عمرؓ کے مذکورہ اثر کا مفتی صاحب نے کوئی حوالہ نہیں دیا اس اثر کے صحیح ہونے کے بعد ان کے فتویٰ میں وزن ہوسکتا ہے ورنہ نہیں.اور یہ سفید جھوٹ اور عمرؓ پر تہمت ہے۔کیا عمرؓ جیسے موّحد سے یہ ممکن ہے وہ قبر کے پاس نماز پڑھیں۔نہیں ہرگز نہیں یہ مشرکوں کا عمل ہے عمرؓ اس سے بری ہیں۔

مرنے کے بعد بھی بزرگوں کے فیوض و برکات باقی رہتے ہیں

سوال : اولیاء اللہ کے تقربات اور ان کے فیوض و برکات بعد وصال موجود رہتے ہیں یا بعد موت ظاہری وہ سب ختم ہوجاتے ہیں؟

جواب : فیوض و برکات ان کے بعد موت باقی رہتے ہیں مثلا یہ کہ ان کی زیارت و قرب سے زائرین کو برکات حاصل ہوں (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص۷۷۴ جلد۵)

جنید کی نظر پڑنے سے کتا باکمال ہوگیا

فرمایا حضرت جنید بغدادی بیٹھے تھے ایک کتا سامنے سے گزرا آپ کی نگاہ اس پر پڑ گئی وہ اس قدر باکمال ہوگیا کہ شہر کے کتے اس کے پیچھے دوڑے وہ ایک جگہ بیٹھ گیا سب کتوں نے اس کے گرد حلقہ باندھ کر مراقبہ کیا (شمائم امدادیہ ص ۲۸ از اشرف علی صاحب تھانوی)۔

کیا صوفیاء اتنے باکمال ہوتے ہیں ان کے نظر پڑنے سے کتے بھی باکمال ہوجاتے ہیں۔ہمارے نبیؐ کی نظر بلکہ تبلیغ سے سگا چچا ابولھب مسلمان نہیں ہوسکا اور ابوطالب بھی حالت کفر پر مرا مگر صوفیاء ہیں کہ کتوں کو بھی ایک نظر سے باکمال کر دیتے ہیں۔

صوفیاء کے دو اسلام

صوفیاء کے مذہب میں اسلام دو ہیں ایک نہیں اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں اسلام شرعی خدا و خلق سے تعلق رکھتا ہے اور اسلام حقیقی محض خدا سے تعلق رکھتا ہے شمائم امدادیہ ص۳۲ مسلمانوں کا تو ایک دین ہے مگر شیطانی صوفیاء کے دو دین ہوسکتے ہیں۔

سات اولیاء نے اپنے بدن کا گوشت اللہ کے نام پر درندے کو کھلایا

ایک دن آپ (کتاب میں شیخ عبدالقادر جیلانی کو غوث اعظم لکھا ہے نعوذ

بااللہ من ذالک) نے دیکھا کہ سات ڈھانچے ہڈیوں کے رکھے ہیں دریافت ہوا
کہ ایک درندے نے خدا سے دعا کی کہ مجھ کو اپنے دوستوں کا گوشت کھلا۔
وہ ساتوں آدمی پیش کئے گئے اور اس درندے نے گوشت ان مردان کا کھانا
شروع کیا جس وقت درندہ دانت مارتا تھا وہ لوگ ہرگز دم نہ مارتے تھے یہاں
تک کہ اپنا تمام گوشت راہ مولی میں نثار کردیا اور صرف ہڈیاں باقی رہ گئیں
(امدادالمشتاق ص۴۴ از اشرف علی صاحب تھانوی).

یہ سات اولیاء کون سے تھے اس بارے میں اشرف علی صاحب کا کلام ملاحظہ ہو
: عاشق دو طرح پر ہیں عاشق ذاتی، وعاشق صفاتی، اور مرتبہ عاشق ذاتی کا
عاشق صفاتی سے زیادہ ہے کیونکہ عاشق ذاتی پر جو کچھ وارد ہوتا ہے اس کو ذات
الٰہی سے جانتا ہے پس اس وجہ سے رضا وتسلیم میں مرتبہ عالیہ پاتا ہے ایک دن
عبدالقادر جیلانی سات اولیاء اللہ کے ہمراہ بیٹھے تھے ناگاہ نظر بصیرت سے
ملاحظہ فرمایا کہ ایک جہاز قریب غرق ہونے کے ہے آپ نے ہمت وتوجہ باطنی
سے اس کو غرق ہونے سے بچالیا وہ ساتوں آدمی اولیاء اللہ اس امر کو خلاف خیال
کرکے آپ سے ناخوش ہوئے آپ نے ان کو اپنی مجلس سے علیحدہ کردیا یہی وہ
اولیاء تھے جنہوں نے اپنا گوشت درندے کو کھلایا امدادالمشتاق.

یہ ہے صوفیاء کی شیطانی کہانی دیوبندی شیخ کی زبانی۔ کیا تبلیغی جماعت کے
بزرگوں میں سے کسی نے اپنا گوشت اللہ کے نام پر کسی درندے کو کھلایا ہے اگر
نہیں تو ان کی ولایت مشکوک ہوجاتی ہے اور خروج وچلّے سب بے اثر۔

لا الہ الا اللہ کے تین معنی

صوفیاء کے نزدیک لا الہ الا اللہ کے باعتبار ومراتب مردان کے تین معنی ہیں

اول: لا الہ الا اللہ، یعنی لا معبود الا اللہ

دوم: لا الہ الا اللہ، یعنی لا مقصود الا اللہ

سوم: لا الہ الا اللہ، یعنی لا موجود الا اللہ

یہ تیسرا مرتبہ سب سے اعلیٰ ہے شمائم امدامیہ ص ۴۳ امدادالمشتاق ص ۴۳
لاموجود الا اللہ کے عقیدے والے کو سب سے اعلیٰ کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ
دیوبندی وتبلیغی جماعت وحدت الوجود کی قائل ہے.

حکیم الامت کے اس قول سے معلوم ہوا کہ ان کے ہاں کلمہ کا اصل وصحیح معنی
(لاموجود الا اللہ ہے) یعنی نہیں کوئی موجود مگر اللہ گویا کہ یہ سب کائنات جو اللہ
کے سوا نظر آتی ہے وہ اللہ سے جدا نہیں بلکہ اس کی ذات کا جزو حصہ ہے اس لئے
صوفی کے عقیدے میں دنیا کی کوئی چیز رب تعالی کا غیر نہیں نعوذ باللہ من ذالک.

اس سے معلوم ہوا کہ کسی صوفی کے کلمے کا خواہ وہ دیوبندی ہو یا بریلوی کوئی
اعتبار نہیں کیونکہ ان کے کلمے کا معنی لامعبود الا اللہ نہیں بلکہ لاموجود الا اللہ ہے۔

مرتبہ حق الیقین پر پہنچنے سے تکالیف شرعیہ ساقط ہو جاتی ہیں

فرمایا آیت (واعبد ربک حتی یا تیک الیقین) میں علمائے ظاہر نے یقین سے مراد موت لی ہے لیکن نزد صوفیاء یقین کے تین مراتب ہیں (۱) علم الیقین (۲) عین الیقین (۳) حق الیقین .سب سے بڑھ کر حق الیقین ہے یہ ایسا مرتبہ ہے جب آدمی (موتوا قبل ان تموتوا) پر پہنچتا ہے تب حاصل ہوتا ہے اور اس مرتبہ پر پہنچ کر تکالیف شرعیہ ساقط ہو جاتی ہیں (شمائم امدادیہ ص ۴۶ امداد المشتاق ص ۴۸)۔

فرمایا مراتب یقین تین ہیں علم الیقین مرتبہ ادنی عین الیقین مرتبہ وسطی حق الیقین مرتبہ اعلیٰ ہے حق الیقین مرتبہ فنائی الفنا ہے مثال یوں ہے علم حرارت آتش علم الیقین ہے جب اس پر انگلی رکھی جائے تو عین الیقین ہے اور جب لوہے کو خوب گرم کیا جائے اور اس وقت لوہا کہے (انا النار) یہ مرتبہ حق الیقین ہے اس مرتبہ میں عبادت ساقط ہو جاتی ہے. (شمائم امدامیہ ص ۴۸)۔

بعض کتابوں میں ابلیس کی مدح پائی جاتی ہے

مولوی اشرف علی صاحب نے اپنے پیر حاجی امداد اللہ سے استفسار کیا کہ بعض کتب میں مدح ابلیس کی مدح پائی جاتی ہے چونکہ توحید وعشق اس کا اعلیٰ درجہ کا تھا.اس لئے آدم کو سجدہ گوارا نہ ہوا فرمایا ابلیس نابکار نے ظاہر پر نظر کی اور کہا﴿خلقتنی من نار وخلقته من طین﴾(الاعراف : ۱۲) یہ نہ سمجھا کہ یہ خطاب کس نے کیا ہے اور واجب الاتباع ہے اور نظر باطن پر نہ کی کہ آدم مظہر کس کے ہیں کیا ہم بیت اللہ کو سجدہ کرتے ہیں حالانکہ وہ پتھروں سے بنا ہے لیکن چونکہ اس کا (یعنی خدا کا) مظہر تھا پس مسجود الیہ ہوا (شمائم امدادیہ ص ۶۲).

اللہ کی زیارت کرنی ہے تو عشاء کی نماز نہ پڑھ

ایک مرید نے اپنے مرشد سے اللہ تعالی کی زیارت نہ ہونے کی شکایت کی مرشد نے جواب دیا اس وقت نماز عشاء نہیں پڑھو مقصد حاصل ہو جائے گا.اس کو تعجب ہوا اور فرض نماز ترک کرنا گوارا نہ ہوا صرف سنّت نہیں پڑھی رات کو حضرت رسالت پناہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے کیا کیا کہ تو نے میری سنّت ترک کر دی صبح کو اس نے مرشد سے کیفیت بیان کی انہوں نے فرمایا اگر فرض نماز ترک کرتا تو خدا کا دیدار ہوتا.انتھی فرمایا گناہ کرنے سے بعد اور اعراض ہوتا ہے نہ قرب ووصل لیکن چونکہ اس کو خدا کی طرف کشش تھی اور مرتبہ محبوبیت میں تھا نماز ترک کرنے سے اسکا مرتبہ گھٹ جاتا اور یہ اللہ تعالی کو گوارا نہ تھا پس واسطہ تنبیہ کے لامحالہ تجلی ہوتی اور مقصد حاصل ہوتا (شمائم امدامیہ ص ۶۵-۶۶ امداد المشتاق ص ۸۴ مؤلف اشرف علی تھانوی)۔

یہ ہے صوفیت کا حقیقی واصلی چہرہ عبادات الہیہ ان کے ہاں مرتبہ حق الیقین والوں سے ساقط ہو جاتی ہے اس لئے بہت پیرومرشد اپنے آپ کو مرتبہ حق الیقین پر

سمجھنے کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتے اور رب تعالی کی جن صوفیاء کو زیارت نہ ہو رہی ہو وہ نماز پڑھنا چھوڑ دیں زیارت ہو جائے گی یعنی نماز پڑھنے سے نہیں نماز ترک کرنے سے رب ملتا ہے نعوذ باللہ.

وقت نزع کلمہ پڑھنے سے انکار

صوفیاء میں سے ایک صاحب جب قریب المرگ ہوئے وقت نزع لوگوں نے تلقین کلمہ شروع کیا وہ منہ پھیر لیتے تھے سب کو تعجب تھا کہ ایسے بزرگ کی یہ حالت ہے جب مرشد تشریف لائے اور پوچھا کیا حال ہے فرمایا الحمدللہ یہ مجھ کو پریشان کرتے ہیں اور مسمی سے اسم کی طرف لاتے ہیں پس مراتب لوگوں کے مختلف ہیں ان کے اعراض کلمہ سے سوئے خاتمہ پر استدلال نہ کرنا چاہیئے ممکن ہے کہ اس میں کوئی خاص وجہ ہو (شمائم امدادیہ ص ۶۹)۔

میں کہتا ہوں نبی کریم ﷺ سے ابوسعید خدریؓ نے یہ حدیث روایت کی ہے (لقنوا موتاکم لااله الا الله رواه مسلم حدیث ۹۱۶) اپنے قریب المرگ لوگوں کو لا الہ الا اللہ پڑھنے کی تلقین کرو.

اور امام ابوداؤد نے سنن میں معاذ بن جبل سے روایت کیا ہے (قال رسول الله ﷺ من كان آخر كلامه لا اله الا الله دخل الجنة . كتاب الجنائز . باب فى التلقين) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے آخری کلمہ لا الہ الا اللہ کہا ہو گا وہ جنت میں جائے گا لیکن یہ صوفی اس حکم توحید سے گھبرا رہا تھا اس نے اپنے مرشد کے سامنے اس کی یہ تاویل پیش کی کہ میں رب تعالی کی ذات میں مشغول ہوں یہ لوگ مجھے اس کی ذات گرامی سے ہٹا کر اس کے نام کے کلمہ کے پڑھنے کی تلقین کر رہے ہیں کہاں اس کی حقیقی ذات اور کہاں اس کا خالی نام۔ یہ ہے صوفیاء کا دین و اسلام مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی، حکیم الامت ان صوفیاء کے واقعات اس طرح بیان فرماتے ہیں گویا اللہ کے مُقرّب ترین بندے ہیں.

عورت مظہر مرد کی ہے اور مرد مظہر حق کا ہے

اہل توحید ہونے کی دعویدار دیوبندی جماعت کے بڑے عالم حکیم الامت جس کی تعلیم کو عام کرنے کے لئے مولوی الیاس صاحب نے تبلیغی جماعت بنائی ہے (شمائم امدادیہ ص ۷۰) میں لکھا ہے عورت مظہر مرد کی ہے اور مرد مظہر حق کا ہے پس عورت مظہر و آئینہ حق تعالی ہے اور اس میں جمال ایزدی نمایاں ہے ملاحظہ کرنا چاہیئے (تعالى الله عما يقولون علوا كبيرا) پہلے زمانے کے مشرک انبیاء و اولیاء کو اللہ کے بیٹے کہا کرتے تھے اس امت کا صوفی ان کو مظہر کہتا ہے معنی دونوں باتوں کا ایک ہے.

جو کچھ اللہ کے سوا ہے وہ اس کے اسماء وصفات ہیں

فرمایا آیت ﴿الله لا اله الا هو له الاسماء الحسنى﴾ (طه : ۸) سے

ایک راز مکنون (ثابت ہوا) پہلے نفی غیر کی فرما کر اثبات وحدت الوجود کا فرمایا ہے کہ سوائے میرے جو کچھ ہے وہ اسماء وصفات ہیں یعنی جو کچھ غیر ذات اس کو معلوم ہو وہ سب مظہر ہیں صفات کے (شمائم امدادیہ ص۷۵) از اشرف علی صاحب تھانوی۔

میں کہتا ہوں اسی لئے بعض صوفیاء نے کھل کر کہا ہے یہ خنزیر یہ کتے جو دنیا میں پھرتے رہتے ہیں یہ ہمارے معبود ہیں نعوذ باللہ من ذالک (الکشف عن حقیقۃ الصوفیہ ص ۱۶۲) چونکہ عوام الناس جاہل ہوتے ہیں اسلئے ان ملحد و بے دین صوفیاء نے اصطلاحیں بنا رکھی ہیں جن کے ذریعہ انہوں نے اپنے خبیث مذہب کو لوگوں سے چھپایا ہے یہ لفظ مظہر بھی انہیں اصطلاحات میں سے ایک ہے جن کے ذریعے سے ان صوفیاء نے اپنے وحدت الوجود اور حلول کے عقیدے کو لوگوں سے چھپالیا ہے .لفظ مظہر کا وزن عربی قاعدے سے مفعل ہے یہ لفظ اسم ظرف کہلاتا ہے اسم ظرف وہ لفظ ہوتا ہے جو کسی فعل کے واقع ہونے کی جگہ ہو مطعم کھانے کی جگہ مضرب مارنے کی جگہ تو مظہر کا معنی ہوا ظاہر ہونے کی جگہ صوفیاء یہ لفظ بول کر یہ معنی لیتے ہیں کہ یہ چیز اللہ تعالی کے ظاہر ہونے کی جگہ ہے یعنی اللہ تعالی اس میں ظاہر ہوا۔

مولوی اشرف علی صاحب لکھتے ہیں فرمایا منیٰ میں ایک فقیر حجاج کا منہ تکتا پھرتا تھا کسی نے پوچھا شاہ صاحب کیا دیکھتے ہو جواب دیا خدا کو دیکھتا ہوں حضرت صاحب نے فرمایا حضرت حق شکل وصورت سے پاک ہے اسکی صورت اگر ہے تو یہی انسان کامل ہے پس انسان کامل حق نہیں صورت حق ہے اگر حق کی مجالست ومکالمت منظور ہو تو اولیاء کرام وعرفاء عظام کی صحبت اختیار کرو. (شمائم امدادیہ ص ۹۵)۔

بعض لوگوں نے حضرت حق کو ابوبکر صدیق کی شکل وہیئت میں دیکھا

فرمایا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی یہ صفت ہے کہ بعض لوگوں نے حضرت حق کو آپ کی شکل وہیئت میں دیکھا ہے شمائم امدادیہ ص۱۰۴ (حقیقت یہ ہے کہ اس صوفی نے اللہ تعالی کو نہیں بلکہ کسی شیطان کو دیکھا)

تمام مخلوق میں اللہ کی ایک ایک صفت کا ظہور ہے اور انسان تمام صفات کا جامع ہے امداد المشتاق ص۴۲ از اشرف علی صاحب تھانوی حکیم الامت۔

اس سے معلوم ہوا اس دیوبندی وصوفی کے نزدیک ہر مخلوق اپنی کسی نہ کسی صفت کے اعتبار سے رب ہے یعنی اس صفت کے اعتبار سے جو اللہ تعالی کی صفت اسمیں موجود ہے اور چونکہ انسان رب تعالی کی تمام صفات کا حامل و جامع ہے اسلئے وہ اس اعتبار سے کامل ومکمل رب ہوا (نعوذ باللہ من الحاد الصوفیاء) اس معنی کی مزید وضاحت اس عبارت میں ملاحظہ فرمائیں چنانچہ فرمایا حضرت رسالت

آپ ﷺ نے فرمایا(من رانی فقدرای الحق رواہ بخاری حدیث ۶۹۹۶ و مسلم حدیث ۲۲۶۵)۔جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے حق سچ دیکھا اس کے معنی دو ہیں اول : یہ کہ من رآنی فقدرانی یقینا دوم : من رآنی فقدرانی یعنی اس کا ایک معنی یہ ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل وصورت نہیں بنا سکتا دوسرا یہ ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ تعالی کو دیکھا (امداد المشتاق ص ۵۴)

مطلوب کا تصور شیخ کی صورت پر کرنا جائز ہے

یجوز تصور المطلوب علی صورة الشیخ اذا کان الطالب عارفا ذا کشف رب تعالی کا تصور شیخ کی صورت پر کرنے پر کوئی حرج نہیں جب طالب معرفت وکشف والا ہو. لایعتقده ذات الصورة بل یعتقد الشیخ مظهر ا کا ملا المطلوب فلا یقع فی الاتحاد والحلول (امداد المشتاق ۵۷) مولوی اشرف علی صاحب اس جملے کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں رب تعالی کو شیخ کی صورت پر تصور کرنا اہل معرفت واہل کشف کے لئے جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ رب تعالی کو کسی صورت والی ذات نہیں سمجھتا بلکہ انسان کو رب تعالی کا کامل مظہر سمجھتا ہے اسلئے وہ رب تعالی اور بندے کی ذات کے ایک ہونے کا قائل نہیں ہوگا اور وہ اس سے حلول کے عقیدے سے بچ جائے گا.

میں کہتا ہوں جب کوئی آدمی انسان کو رب تعالی کا کامل مظہر سمجھے گا تو وہ انسان اور رب تعالی کی ذات کے متحد وایک ہونے کا کیسے قائل نہیں ہوگا.(کیونکہ انسان کے رب تعالی کامل مظہر ہونے کا مطلب اس کے سوا نہیں کہ یہی انسان رب تعالی ہے).

ذکر نفی واثبات

وہ ایسے بزرگ تھے کہ ان کا ذکر نفی واثبات اس درجہ کو پہنچ گیا تھا کہ جب وہ لا الہ کہتے تاریکی ہو جاتی اور چادر وغیرہ کچھ نہ رہتی سب فنا ہو جاتی اور جب الا اللہ کہتے ایک نور ظاہر ہوتا (امداد المشتاق ۵۸)۔

یہ ہے وحدت الوجود کی واضح مثال یعنی یہ کہ صوفیاء کے نزدیک کلمہ توحید : لا الہ الا اللہ کا معنی ہے لاموجود الا اللہ اس دنیا میں اللہ تعالی کے سوا کوئی شے موجود نہیں ہے اس لئے یہ صوفی جب لا الہ کہتا تو دنیا کی سب چیز حتی کہ یہ صوفی اور اس کی چادر بھی غائب ہو جاتی تھی اور جب الا اللہ کہتا تو نور ظاہر ہوتا.صوفی نے اس مقام پر یہ نہیں کہا کہ الا اللہ کہتے وقت صوفی اور اس کی چادر واپس ظاہر ہو جاتے بلکہ کہا صرف نور ظاہر ہوتا.اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ صوفی اور اس کی چادر غیر اللہ نہیں تھے بلکہ وہ وہی نور تھے جو الا اللہ کہتے وقت ظاہر ہوتا تھا.اگر یہ صوفی وہ نور نہ ہوتا تو وہ اور ان کی چادر واپس ظاہر ہو جاتے اور گر یہ نور وہ صوفی نہ ہوتا تو پھر دوسری بار ذکر کون کرتا تھا.

انسان کا ظاہر عبد ہے اور باطن حق

مولوی اشرف علی تھانوی نے (امداد المشتاق ص ۶۳) پر لکھا ہے انسان کا ظاہر عبد ہے اور باطن حق ہے۔

......الخ یہ صوفیاء کا وحدت الوجود کا نظریہ ہے صوفیاء کے نزدیک یہی انسان بندہ بھی ہے رب بھی ہے اس انسان کے علاوہ اور اس سے باہر رب کی کوئی ذات موجود نہیں ہے یہی انسان صوفیاء کے نزدیک رب تعالی ہے باعتبار باطن کے اسکی تائید اس قول سے بھی ہوتی ہے.

فرمایا کہ : سورہ طہ کی آیت ﴿انی ا انا ربك فاخلع نعليك انك بالوادي المقدس طوىٰ﴾ اے موسیٰ اپنے جوتے اتار دو تم مقدس وادی طویٰ میں ہو. یہ آواز موسیٰ علیہ السلام کو کہیں باہر سے نہیں آئی تھی بلکہ یہ ان کے اپنے اندر کی آواز تھی (امداد المشتاق ص ۴۷) از اشرف علی صاحب تھانوی.

انہی اشرف علی کا قول ہے کہ حسین بن منصور حلاج سے جب پوچھا گیا تم اپنے آپ کو خدا کہتے ہو تو نماز کس کی پڑھتے ہو اس نے جواب دیا میرا ظاہر میرے باطن کو سجدہ کرتا ہے (الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۲۵۱)۔ یہ تمام اقوال اس بات کی کھلی دلیل ہیں کہ رب تعالی کی ذات صوفیاء کے مذہب میں انسان کے اندر ہے اس سے باہر رب کی کوئی ذات موجود نہیں ہے یہی انسان ہے جس کو عبد اور بندہ کہا جاتا ہے. اور یہی انسان رب تعالی بھی ہے. یہ انسان باعتبار ظاہر کے بندہ ہے اور باعتبار باطن کے رب تعالی ہے- العیاذ باللہ تعالیٰ- مولوی اشرف علی اور دوسرے علماء دیوبند کا ان حوالہ جات سے مذہب بھی معلوم ہو گیا کہ یہ حضرات صوفی ہیں ابن عربی الصوفی کو اپنا امام مانتے ہیں جو عقیدہ وحدت الوجود کا ناشر و داعی اور مبلغ تھا. یہ پہلے گذر چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس جو جبرئیل وحی لے کر آتے تھے وہ صوفیاء کے نزدیک خود محمد ﷺ تھے آپ ہی محمد تھے آپ ہی جبرئیل تھے. نعوذ باللہ من ذالک دیکھئے (امداد المشتاق ص ۱۵۹ از اشرف علی صاحب تھانوی)

کلمہ توحید بھی شرک ہے

صوفیاء وحدت الوجود کے قائل ہونے کی وجہ سے کلمہ توحید کو بھی شرک سمجھتے ہیں ان کے مذہب میں (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کہنا شرک ہے اس کلمہ سے صوفی کو بیزار اور دور ہو جانا چاہئیے.

شاہ ولی اللہ ؒ انفاس العارفین میں زیر عنوان عین القضاۃ ہمدانی کے قول کی تشریح میں فرماتے ہیں. عین القضاۃ ہمدانی کے ظاہر غیر شرعی قول. (اے پسر لا الہ الا اللہ خود شرک خفی است آئینہ دار : حقیقت شرک جلی رسول اللہ خویشتن را از یں دو شرک برآں) کی تاویل میں فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے اور معبود کے لئے عابد کا ہونا ضروری ہے اس میں دوئی کا تصور نمایاں ہے جو کہ اصل شرک ہے اور شرک خفی اس میں یہ ہے کہ

عابد عبادت میں مذکور نہیں ہے.

اور محمد رسول اللہ ﷺ کا معنی یہ ہے کہ خداوند تعالی نے آنحضرت ﷺ کو لوگوں کی طرف بھیجا ہے یہاں اس میں شک نہیں کہ مضاف جو کہ لفظ رسول ہے وہ مضاف الیہ یعنی اللہ کا غیر ہے اور یہ شرک جلی ہے اور جب تو وحدت کی حقیقت کو پالے گا اور تعینات کی غیریت اعتباری جانتے ہوئے رسول خدا کو بھیجنے والے کا مظہر دیکھے گا تو ان تمام اقسام شرک سے نجات پالے گا ص ۱۱۹۔۱۲۰

اسی کتاب میں دوسری جگہ شاہ صاحب فرماتے ہیں. آپ سے کسی نے توحید کی مثال پوچھی کہنے لگے جس طرح ایک مٹکے کو ریت سے بھر کے اس میں پانی ڈال دیا جائے وہ اس ریت کے ہر ذرے میں سرایت کر جاتا ہے اسی طرح ذات وحدہ لاشریک لہ کائنات میں سرایت کئے ہوئے ہے ص ۳۷۲.

الصوفی ھواللہ ۔صوفی ہی اللہ ہے

صوفی اللہ ہے کہ زیر عنوان شاہ صاحب اس کتاب میں فرماتے ہیں فرمایا کہ عالم امکان کے حجابات اور قوت وہمیہ کی انانیت سے چھٹکارا پانا منزل عرفان کا پہلا قدم ہے. اور کہنے والے نے اپنے اس قول میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ الصوفی ہواللہ، صوفی اللہ ہے جب ممکن اپنے وجود سے اپنے امکان سے گرد و غبار جھاڑ دے گا تو ذات واجب الوجود کے سوا اس میں باقی کچھ نہیں رہے گا ص ۲۱۴.

دیوبندی اکابرین کا عقیدہ ختم نبوت محمدؐ ایک نہیں سات ہیں

مولانا احسن نانوتوی نے فتویٰ دیا کہ حضرت محمد ﷺ جیسے اور محمد باقی چھ زمینوں میں موجود ہیں اس پر مولوی نقی علی بریلوی نے جو احمد رضا خان بریلوی کے مورث اعلٰی تھے مولوی احسن نانوتوی پر کفر کا فتویٰ لگا دیا کہ ختم نبوت کے انکار سے یہ کافر ہو گئے ہیں. اس فتویٰ سے بریلویوں میں اشتعال پھیل گیا مولوی محمد احسن نانوتوی جو مدت ہائے دراز سے بریلی میں عید کی نماز پڑھاتے تھے اور مولوی نقی علی ان کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے اس اختلاف کے بعد انہوں نے عید کی نماز علیحدہ پڑھائی اور اس میں مولوی احسن علی نانوتوی پر کفر کا فتویٰ لگایا ان واقعات کی تفصیل محمد احسن نانوتوی ص ۸۶ میں موجود ہے دیکھئے علماء دیوبند کا ماضی ص ۴۳ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فتویٰ سے پہلے بریلی شہر میں دیوبندی و بریلوی عید کی نماز اکٹھے پڑھتے تھے اور سب بریلوی دیوبندی عالم محمد احسن صاحب نانوتوی کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جب نانوتوی صاحب نے یہ فتویٰ دیا محمد ﷺ ایک نہیں سات ہیں.

ایک ہماری زمین کے اوپر والے حصے میں مدینہ منورہ میں آرام فرما ہیں باقی چھ زمینوں میں ہیں اس فتویٰ کے بعد بریلوی دیوبندی سے علیحدہ ہو گئے کیونکہ ان کے نزدیک ختم نبوت کے انکار کی وجہ سے کافر ہو چکے تھے اور اس مسئلہ سے دیوبندی علماء کے عقیدہ ختم نبوت کی بھی قلعی کھل گئی اور یہ واضح ہو گیا کہ ایک محمد

ﷺ کے قائل نہیں ہیں بلکہ ان کے ہاں محمد ﷺ سات تھے ایک نہیں. یہ صرف
مولوی احسن صاحب کا فتویٰ نہیں بلکہ اس وقت کے بہت سے علماء دیوبند نے
اس فتویٰ کی تائید کی تفصیل کیلئے علماء دیوبند کا ماضی اور محمد احسن نانوتوی نام کی
کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے .اس فتویٰ کی علماء دیوبند کے نزدیک کیا اہمیت ہے
اس بات سے ظاہر ہے کہ مدرسہ دیوبند کے بانی مولوی قاسم صاحب نانوتوی
نے اس کی بھرپور تائید کی اور اس کے منکرین کے رد میں رسالہ تحذیر الناس لکھا
.اور مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی نے قرآن مجید کے حاشیہ پر سورہ
احزاب کی آیت ۴۰ کی شرح میں یہ لکھا ہے .بلکہ بعض محققین کے نزدیک تو انبیاء
سابقین اپنے اپنے عہد میں بھی خاتم النبیین ﷺ کی روحانیت عظمیٰ ہی سے
مستفید ہوتے تھے .جیسے رات کو چاند اور ستارے سورج کے نور سے مستفید
ہوتے ہیں حالانکہ سورج اس وقت دکھائی نہیں دیتا .اور جس طرح روشنی کے تمام
مراتب عالم اسباب میں آفتاب پر ختم ہو جاتے ہیں .اسی طرح نبوت و رسالت
کے تمام مراتب و کمالات کا سلسلہ بھی روح محمدی ﷺ پر ختم ہوتا ہے بدیں لحاظ
کہہ سکتے ہیں کہ رتبی اور زمانی ہر حیثیت سے آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں اور
جن کو نبوت ملی ہے آپ ہی کی مہر لگ کر ملی ہے اس بیان میں شبیر احمد صاحب
نے آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کی جو تفسیر کی ہے اس لحاظ سے آپ ﷺ
سے پہلے کے تمام انبیاء کی نبوت کالعدم ہو کر رہ گئی ہے یعنی ان کی نبوت کوئی

اصلی و حقیقی نبوت نہیں تھی بلکہ ان کی نبوت آپ ﷺ کی نبوت ہی کا حصہ تھی اس
کی مثال بھی مولانا نے خود ہی دی ہے کہ جیسا کہ چاند اور ستاروں کی اپنی کوئی
حقیقی و اصلی روشنی نہیں ہے بلکہ ان کا نور اور روشنی سورج سے ماخوذ ہے .اس کو
یوں سمجھیں جیسا کہ کوئی آدمی آئینہ میں اپنی ہی صورت دیکھتا ہے یا جیسا کہ کسی
آئینہ کے سامنے جلتا ہوا دیا رکھ دیا جائے تو اس آئینہ میں سے اسی دیئے کی روشنی
دکھائی دے گی اس طرح ان انبیاء کو مثل آئینے کے سمجھ لیجئے ان کی نبوت کی شکل
میں محمد ﷺ کی نبوت ظاہر ہوئی یہی مطلب ہے مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی
کے ان الفاظ کا کہ آپ ﷺ رتبی لحاظ سے بھی خاتم النبیین ہیں .گویا کہ آپ ﷺ
اول ہی سے خاتم النبیین تھے آپ ﷺ سے پہلے ظاہراً جو نبی آیا وہ آپ ہی کی
نبوت لیکر آیا جیسا کہ مولوی صاحب نے فرمایا انبیاء سابقین اپنے اپنے زمانے
میں بھی خاتم الانبیاء ﷺ کی روحانیت عظمیٰ سے مستفید ہوئے .

اس عبارت میں پہلے انبیاء کی نبوت کا انکار صاف ظاہر ہے اور ایمان کی صحت
کے لئے انبیاء سابقین پر بھی ایمان لانا ضروری ہے .اور مولوی قاسم صاحب
نانوتوی نے رسالہ تحذیر الناس ص ۱۸ میں آپ ﷺ کے بعد آنے والے جھوٹے
نبیوں کے لئے بھی دروازہ کھول دیا ہے۔

آپ فرماتے ہیں .بلکہ اگر بالفرض آپ ﷺ کے زمانے میں بھی کہیں اور نبی ہو
جب بھی آپ ﷺ کا خاتم ہونا بدستور رہتا ہے .اور ص ۱۷ میں لکھا ہے اور اسی

طرح اگر فرض کیجئے آپ ﷺ کے زمانے میں بھی اسی زمین یا کسی اور زمین یا آسمان میں کوئی نبی ہوتو وہ بھی اس وصف نبوت میں آپ ﷺ کا محتاج ہوگا.اور ص۳۴ میں لکھا ہے اگر آپ ﷺ کے بعد بھی بالفرض کوئی نبی پیدا ہوتو پھر بھی خاتمیت محمد میں کچھ فرق نہ آئے گا.

ان کھلے بیانات کے بعد بھی کوئی دیوبندی اگر یہ دعویٰ کرے کہ وہ نبی کریم ﷺ کو اس معنی میں خاتم النبیین مانتا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی ظلی ہو یا بروزی نہیں آئے گا. وہ جھوٹ بولتا ہے یا اپنے اکابرین کے عقائد واقوال و بیانات کو جھٹلاتا ہے.

سلوک کا ایک اہم رکن توحید مطلب

توحید مطلب یہ ہے کہ اپنے شیخ کے متعلق اس کا یقین رکھے کہ دنیا میں اس کے علاوہ مجھ کو مطلوب تک کوئی نہیں پہنچا سکتا گو اس زمانے میں دوسرے مشائخ بھی ہوں اور انہی اوصاف کاملہ سے متصف بھی ہوں مگر میرا منزل مقصود پر پہنچنا اسی ایک کی بدولت ہوگا.سو توحید مطلب سلوک کا بڑا رکن ہے اور جس کو یہ حاصل نہ ہوگا وہ پراگندہ و پریشان اور ہرجائی بنا پھرے گا.مشائخ زمانہ کے ہر شخص کے متعلق یہ سمجھنا کہ یہ بھی میری پیاس بجھا کر مطلب تک پہنچا سکتا ہے.سلوک کے لئے مضر ہے. بلکہ جس طرح حق ایک اور قبلہ ایک ہے اسی طرح راہبر بھی ایک ہی شیخ کو سمجھے ورنہ بربادی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا .(امدادالسلوک ص۸۴)مؤلفہ رشید احمد صاحب گنگوہی دیوبندی اس کتاب کا مقدمہ مولوی محمد زکریا صاحب نے لکھا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کتاب جماعت تبلیغ کے نزدیک معتبر اور بڑی اہم ہے اسی توحید مطلب کو مولوی زکریا صاحب نے فضائل کے رسالے فضائل تبلیغ کی فصل سابع میں ان الفاظ میں لکھا ہے شیخ اکبر تحریر فرماتے ہیں اگر تیرے کام دوسرے کی مرضی کے تابع نہیں ہوئے تو تو کبھی بھی اپنے نفس کی خواہشات سے انتقال نہیں کرسکتا گو عمر بھی مجاہدے کرتا رہے لہذا جب بھی تجھے کوئی ایسا شخص ملے جس کا احترام تیرے دل میں ہو اسکی خدمت گذاری کر اور اسکے سامنے مردہ بن کر رہ وہ تجھ میں جس طرح چاہے تصرف کرے اور تیری اپنی کوئی خواہش نہ رہے اسکے حکم کی تعمیل میں جلدی کر اور جس چیز سے روکے اس سے احتراز کر اگر پیشہ کرنے کا حکم کرے پیشہ کر،مگر اس کے حکم سے،نہ کہ اپنی رائے سے،بیٹھ جانے کا حکم کرے تو بیٹھ جا.لہذا ضروری ہے کہ شیخ کامل کی تلاش میں سعی کرتا کہ تیری ذات کو اللہ سے ملا دے،حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے اسی توحید مطلب کو قرآن کریم سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ سورہ بقرہ آیت ۴

﴿ والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ ھم یوقنون ﴾ اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں ساتھ اس کے جو آپکی طرف اتارا گیا اور ساتھ اس کے جو اتارا گیا آپ سے پہلے اور وہ دن قیامت پر یقین

رکھتے ہیں .کی تفسیر میں زیرعنوان مسائل السلوک فرماتے ہیں . ﴿ والـذیـن یـومـنـون بـمـا انـزل الیک وما انزل من قبلک ﴾ .اس پر قیاس کیا جائے گا کہ اعتقاد تو تمام مشائخ اہل حق کے ساتھ ایسا ہی رکھنا چاہئیے جیسے اپنے شیخ کے ساتھ البتہ اتباع صرف اپنے شیخ کا ہوتا ہے جیسا بعینہ یہی حکم ہے انبیاء علیہم السلام میں .

حکیم الامت صاحب نے اپنے اس بیان میں ان مشائخ وعلماء فقہاء کو جن کے ہاتھ پر ایک شخص نے بیعت نہیں کی اس کے لئے بمنزلہ اہل کتاب کے قرار دیا ہے جیسا کہ اہل کتاب کے انبیاء اور رسولوں وکتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے مگران کی اتباع جائز نہیں ہے .اس توحید مطلب کو مولانا مودودی صاحب نے اپنے خطبات میں دوسرے انداز میں ذکر فرمایا ہے .

مولانا صاحب زیرعنوان دین اور شریعت فرماتے ہیں برادران اسلام مذہب کی باتوں میں آپ اکثر دو لفظ سنا کرتے ہیں اور بولتے بھی ہیں .ایک دین دوسری شریعت لیکن آپ میں بہت کم آدمی ہیں جن کو یہ معلوم ہوگا کہ دین کے کیا معنی ہیں اور شریعت کا کیا مطلب ہے بے پڑھے لکھے لوگ تو خیر مجبور ہیں اچھے خاصے تعلیم یافتہ آدمی بلکہ بہت سے مولوی بھی یہ نہیں جانتے کہ ان دونوں کا ٹھیک ٹھیک مطلب کیا ہے اوران دونوں میں فرق کیا ہے ناواقفیت کی وجہ سے اکثر دین کو شریعت سے اور شریعت کو دین سے گڈمڈ کردیا جاتا ہے اوراس سے

بڑی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں کچھ تفصیل کے بعد مولانا نے دین کا معنی ان الفاظ میں بیان کیا ہے .اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی ہر انسان کے پاس اپنے احکام نہیں بھیجتا ہے اس لئے جو شخص اللہ کو حاکم مانتا ہو وہ اس کی فرمانبرداری اس طرح کرسکتا ہے کہ اس کے رسولوں کی فرمانبرداری کرے اور رسولوں کے ذریعہ سے جو احکام آئیں ان کی اطاعت کرے اسی کا نام دین ہے اس کے بعد مولانا فرماتے ہیں اب بتاؤنگا کہ شریعت کیا ہے .شریعت کا معنی طریقے اور راستے کے ہیں .کچھ سطروں کے بعد مولانا اصل مقصد کی طرف آتے ہوئے فرمایا : لیکن فرق یہ ہے کہ دین ہمیشہ سے ایک تھا ایک ہی رہا اور اب بھی ایک ہی ہے مگر شریعتیں بہت سی آئیں بہت سی منسوخ ہوئیں بہت سی بدلی گئیں اور کبھی ان کے بدلنے سے دین نہیں بدلا حضرت نوح کا دین بھی وہی تھا جو حضرت ابراہیم کا تھا حضرت موسیٰ وعیسیٰ کا تھا.

اور حضرت محمد ﷺ کا ہے مگر شریعتیں ان سب کی کچھ نہ کچھ مختلف رہی ہیں .اس کے بعد مولانا زیرعنوان فقہی مسلکوں کے فرق کی نوعیت میں فرماتے ہیں یہ تو پچھلے انبیاء کے ماننے والوں کے لئے رہے .نبی ﷺ کے پیرو تو ان پر اس مثال کا دوسرا حصہ صادق آتا ہے اللہ تعالی نے جو شریعت نبی ﷺ کے ذریعے ہم کو بھیجی ہے اس کو خدا کی شریعت ماننے والے سب کے سب مسلمان ہیں اب اگر اس شریعت کے احکام کو ایک شخص کسی طرح سمجھتا ہے اور دوسرا کسی اور طرح

دونوں اپنی اپنی سمجھ کے مطابق عمل کرتے ہیں تو چاہے ان کے عمل میں کتنا ہی
فرق ہو ان میں سے کوئی بھی نوکری سے خارج نہ ہوگا اسلئے کہ ان میں سے ہر
ایک جس طریقے پر چل رہا ہے یہی سمجھ کر تو چل رہا کہ یہ آقا کا حکم ہے پھر ایک
نوکر کو یہ کہنے کا کیا حق ہے کہ میں تو نوکر ہوں اور فلاں شخص نوکر نہیں ہے زیادہ
سے زیادہ بس وہ یہی کہہ سکتا ہے کہ میں نے آقا کے حکم کا صحیح مطلب سمجھا اور اس
نے صحیح نہیں سمجھا مگر وہ اس کو نوکری سے خارج کرنے کا مجاز کیسے ہوگیا.اس کے
ایک صفحہ بعد مولانا فرماتے ہیں آپ مسلمانوں میں حنفی،شافعی،اہلحدیث وغیرہ
جو مختلف مذہب دیکھ رہے ہیں یہ سب قرآن حدیث کو آخری سند مانتے ہیں اور
اپنی اپنی سمجھ کے مطابق وہیں سے احکام نکالتے ہیں ہوسکتا ہے کہ ایک کی سمجھ صحیح
ہو اور دوسرے کی غلط ہو.اس کے کچھ سطر بعد مولانا فرماتے ہیں اگر دس مسلمان
دس مختلف طریقوں پر عمل کریں تو جب تک وہ شریعت کو مانتے ہیں وہ سب
مسلمان ہی ہیں ایک ہی امت ہیں ان کی جماعت الگ ہونے کی وجہ نہیں ہے
.ایک صفحہ بعد اور آخر میں مولانا نے فرمایا خدا کی شریعت میں کوئی ایسی چیز نہیں
ہے جس کی بناء پر اہل حدیث و حنفی،دیوبندی بریلوی،شیعہ،سنی وغیرہ الگ الگ
امتیں بن سکیں یہ امتیں جہالت کی پیدا کی ہوئی ہیں (خطبات مولانا مودودی
صاحب ص۱۱۳/۱۲۳)۔
مولانا نے اپنے اس تفصیلی بیان میں تمام مذاہب کو برابر قرار دیا ہے اور یہ بتایا

ہے کہ کسی ایک فقہی مذہب والے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی دوسری فقہی مذہب
والے کو ناحق کہے بلکہ بقول مولانا صاحب یہ تمام مذاہب قرآن وسنّت ہی کے
پیروکار ہیں کسی مذہب والے کا قول قرآن سنّت سے باہر نہیں ہے.اس کا صاف
مطلب یہ ہے کہ یہ تمام مذاہب اپنے اپنے فقہی مسلک و مذہب پر ڈٹ کر عمل
کریں کیونکہ وہ بھی حق پر ہیں اگر قرآن وسنّت کی کوئی دلیل ان کے قول کے
مخالف پڑتی ہے تو کوئی نہ کوئی دوسری دلیل ان کے قول کے موافق ضرور ہوگی.
اسی نظریئے کی بنیاد پر فقہی مسلک و مذہب کے ماننے والے اپنے کسی قول سے
ہٹنے کا نام نہیں لیتے.اس قول کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ تمام مذاہب فقہی الگ الگ
شریعتیں ہیں حنفی مذہب ایک شریعت ہے شافعی مذہب ایک شریعت ہے حنبلی
مذہب ایک شریعت ہے مالکی مذہب ایک شریعت ہے شیعہ مذہب ایک شریعت
ہے.ان تمام مذاہب و شریعتوں کا دین ایک ہے وہ ہے دین اسلام اس قول کی
دلیل میں قرآن کریم کی ایک آیت پیش کی جاتی ہے وہ آیت یہ ہے.﴿**لکل
جعلنا منکم شرعة و منها جا......**﴾(المائدہ : ۴۸) تم میں سے ہر ایک
امت کے لئے ہم نے طریقہ اور راستہ جدا جدا بنایا ہے اگر اللہ چاہتا تو تم کو ایک
امت بنا سکتا تھا مگر اس نے نہیں بنایا تا کہ تمہاری ان چیزوں میں آزمائش ہو جو
اس نے تم کو عطا کی ہیں.پس بھلائیوں کے حصول کے لئے ایک دوسرے سے
آگے نکل جاؤ تمہارے رب کی طرف تم سب کو لوٹ جانا ہے وہ تم کو تمہارے

اختلافات کی پوری پوری خبر دے گا.اس آیت کریمہ سے فقہی مذاہب کے علیحدہ علیحدہ شریعتیں ہونے پر استدلال کیا گیا ہے.مگر یہ استدلال باطل ہے کیونکہ یہاں انبیاء علیہ السلام کی علیحدہ علیحدہ شریعتوں کا ذکر ہے ایک نبی کی امت کے گروہوں جماعتوں کے اپنے اپنے مذاہب کو علیحدہ علیحدہ شریعت نہیں قرار دیا گیا اس آیت میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس کا یہ مطلب ہو کہ ہمارے نبی ﷺ کی امت کے تہتر ۷۳ گروہ و جماعتیں سب کی سب حق پر ہوں اور اس امت کا دین تو ایک ہو مگر اس کی شریعتیں ۷۳ ہوں.اس قسم کی بات وہی کہتا ہے جو علم سے کورا ہو اور اپنے اماموں و پیشواؤں کا اندھا مقلد ہو اس کو اپنے بزرگ و شیخ اور امام کا ہر قول منزل من اللہ نظر آتا ہو.اس آیت کریمہ میں یہ بھی صاف موجود ہے کہ جن کی شریعتیں جدا جدا ہیں وہ ایک امت نہیں ہیں.اللہ تعالی نے فرمایا ہے اگر اللہ چاہتا تم کو ایک امت بنا دیتا (تمہاری شریعت بھی) ایک کر دیتا مگر اس نے ایسا نہیں کیا.اور اس کے آخر میں ہے اللہ تعالی تمہارے اختلافات کی تم کو بروز قیامت خبر دے گا.اس لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اختلاف اس کی طرف سے نہیں ہے اور صحیح حدیث میں ہے.

(افترقت الیھود علی الحدی و سبعین فرقه فواحدة فی الجنة، سبعون فی النار، وافترقت النصاری علی ثنین وسبعین فرقة فاحدی وسبعون فی النار وواحدة فی الجنة، والذی نفس محمد بیده لتفترقن امتی علی ثلاث وسبعین فرقة فواحدة فی الجنة واثنتان وسبعون فی النار صحیح الجامع الصغیر ج۵ حدیث۱۵۸۲) نبی کریم ﷺ نے فرمایا یھودی (۷۱) فرقوں میں تقسیم ہوئے ان کا ایک فرقہ جنت میں جائے گا باقی ستر جہنم میں جائیں گے اور نصاری (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہوئے ان میں سے (۷۱) جہنم میں جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا. آپ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میرا نفس ہے میری امت (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہوگی ان میں سے صرف ایک فرقہ جنت میں جائے گا باقی سب جہنم میں جائیں گے.

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے عوف بن مالک سے روایت کیا ہے اس قسم کی حدیث ابوہریرہ سے بھی مروی ہے اس حدیث سے معلوم ہوا امت محمد ﷺ کے سب گروہ اور جماعتیں حق پر نہیں اسلام کا صرف ایک راستہ ہے ایک سے زیادہ نہیں.اللہ تعالی نے فرمایا **﴿وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ. ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیله ﴾**(الانعام :۱۵۳) بیشک میرا یہی راستہ ہے جو سیدھا ہے اس پر چلو دوسرے راستوں پر مت چلو یہ راستے تمہیں اصل راستے سے دور لے جائیں گے.دوسری جگہ پر اللہ تعالی نے فرمایا **﴿قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرة انا ومن اتبعنی ﴾**(یوسف : ۱۵۸) کہہ دیجئے یہی میرا راستہ ہے اسی راستہ پر میں

لوگوں کواللہ تعالی کی طرف بلاتا ہوں میں دیکھے بھالے راستے پر کھڑا ہوں اور میری اتباع کرنے والے بھی میرے ساتھ ہیں. ان آیات میں لفظ سبیل مفرد لایا گیا ہے جس کا معنی ہے ایک راستہ .اورسورہ فاتحہ میں نماز پڑھنے والا اللہ تعالی سے کہتا ہے .(**اھدنا الصراط المستقیم**) ہم کوسیدھی راہ دکھا.اس آیت میں بھی صراط کا لفظ مفرد ہے اور اس کی صفت مستقیم لائی گئی ہیں یعنی سیدھی راہ اس سے معلوم ہوا دنیا میں دین واسلام کے نام سے ٹیڑھے راستے بھی موجود ہیں جو آدمی کو اس کی منزل مقصود سے دور لے جاتے ہیں.

حنفیہ دیوبندیہ کا قرآن کے بارے میں عقیدہ

دیوبندی مذہب چونکہ حنفی المسلک ہے فقہ حنفیہ ان کے مذہب کی کتابیں ہیں. اصول اور عقائد میں ان کی کتابیں مشہور و معروف ہیں. علامہ ابن الہمام حنفی مسلک کے بڑے علماء میں سے ایک ہیں انھوں نے نوجلدوں میں ہدایہ کی شرح فتح القدیر کے نام سے لکھی ہے عقائد میں انکی کتاب ہے المسایرۃ اس کی دوشرحیں اس کے ساتھ چھپی ہوئی ہیں. ایک کمال بن ابی شریف کی ہے دوسری قاسم بن قطلو بغا کی ہے اس کتاب کے صفحہ ۶۹/۷۰ میں ہے.

الاصل السادس والسابع انه تعالی متکلم بکلام قدیم قائم بذاته لیس بحرف ولاصوت زاد غیره لیس بعبري ولاسوری ولا عربی وانما العربی والسوری والعبری ممافیه دلالات علی کلام اللہ تعالی. یعنی اللہ تعالی کلام کرتا ہے مگر اس کی کلام قدیم ہے اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اس سے جدا نہیں ہے اور اس کی کلام کے نہ حروف ہیں نہ آواز ہے .اور اس کا کلام نہ عبرانی ہے نہ سوری ہے نہ عربی ہے. عربی سوری عبرانی کلام اس کی کلام پر دلالت کرتی ہیں اس کا اصل کلام نہیں.

اس قاعدے میں عقیدہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالی کی کلام کے الفاظ بھی نہیں ہیں اور اس کے کلام کی کوئی آواز نہیں ہے. جب اللہ تعالی کا کلام بغیر الفاظ وبغیر آواز ہوئی تو یہ قرآن اللہ تعالی کا کلام نہ ہوا بلکہ اللہ کے کلام کا ترجمہ اور معنی ہوا. جب اللہ تعالی کی آواز سنائی نہیں دے سکتی تو پھر جبرئیل نے اللہ تعالی کا کوئی کلام نہ سنا اور ہمارے پاس موجودہ قرآن اللہ تعالی کا کلام نہیں کسی اور کا کلام ہوا اور اس قاعدے کے لحاظ سے اللہ تعالی نعوذ باللہ گونگا ہوا جو نہ بولتا ہے نہ اس کی آواز سنائی دیتی ہے. بلکہ گونگا بھی بے معنی آواز نکالتا ہے لیکن اللہ تعالی اس سے بھی نعوذ باللہ محروم ہوا. یہ ہے حنفیہ دیوبندیہ کا اللہ تعالی اور قرآن کے بارے میں عقیدہ. اللہ تعالی نے قرآن کریم میں سامری کے بنائے ہوئے بچھڑے کے بارے میں فرمایا.﴿**الم یروا انه لایکلمهم ولا یهدیهم سبیلا** ﴾(الاعراف : ۱۴۸) کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ وہ بچھڑا نہ بات کرتا ہے ان سے اور نہ ان کو سیدھی راہ کی راہ نمائی کرتا ہے. اس آیت میں اس بچھڑے کے نہ بولنے کو اس کے باطل معبود ہونے پر استدلال کیا گیا جس کا

ظاہر مطلب یہ ہے کہ جو نہ بول سکتا ہو معبود نہیں ہو سکتا اور اس قاعدے سے کہ
اللہ تعالی کے کلام کے نہ الفاظ ہیں نہ آواز ہے ان لوگوں کا مذہب قوی تر ہو جاتا
ہے جو قرآن کریم کے مخلوق ہونے کے قائل ہیں یہ قول بدعت فی الاسلام ہے
اس قول کی تشہیر مشہور خلیفہ مامون الرشید کے زمانے میں ہوئی اس نے اپنی پوری
حکومتی قوت سے اس عقیدے کو مسلمانوں پر مسلط کرنے کی کوشش کی لیکن امام
احمدؒ اس کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح رکاوٹ بن کر کھڑے ہوگئے
امام احمد کی کوششوں کو اللہ تعالی نے کامیابی دی اور مامون کا پروگرام ناکام
ہوگیا۔ الحمد للہ علی ذالک. چاروں فقہی مذاہب میں سے امام احمد کے پیروکار قرآن
کے الفاظ حروف کو ان کے معنی سمیت اللہ تعالی کی طرف سے سمجھتے ہیں اس لئے
المسایرہ ص۳۷ میں اس قول کو بدعت اور حنبلیوں کو مبتدعین کہا ہے. اس کے
الفاظ ہیں. **ثم المخالف فی صفة الکلام فرق منهم بدعة الحنابلة**
قالوا کلامه تعالی حروف و اصوات. یعنی ہمارے قول کے مخالف قرآن
کریم کے بارے میں دوسرے فرقوں میں سے بدعتی حنبلی ہیں وہ کہتے ہیں اللہ
تعالی کے کلام کے حروف بھی ہیں اور آواز بھی ہے گویا کہ مسلمان میں جو یہ عقیدہ
رکھتے ہیں کہ قرآن کریم کے حروف و الفاظ معنی سمیت اللہ تعالی کی طرف سے
ہیں وہ بدعتی ہیں. نعوذ باللہ من ذالک اور یہی چیز ملا علی القاری نے شرح
فقہ اکبر ص۲۸ میں لکھی ہے ان کے الفاظ یہ ہیں. (**الا ان کلامه لیس من**
جنس الحروف و الاصوات) یعنی اللہ تعالی کا کلام حروف اور آواز کی قسم
سے نہیں ہے. اور حنبلیوں کو ان الفاظ سے بدعتی کہا ہے. (**و مبتدعة الحنابلة**
قالوا کلامه حروف و اصوات تقوم بذاته و هو قدیم) یعنی اللہ تعالی
کے کلام کے بارے میں بدعتی حنبلیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ حروف و الفاظ اور
آواز کے ساتھ ہے. حنفیہ کے نزدیک چونکہ قرآن کریم کے حروف اور الفاظ اللہ
تعالی کی طرف سے نہیں ہے اس لئے حنفی مذہب کے مشہور کتاب تبیین الحقائق
شرح کنز الدقائق ج۱ ص۱۱۱. میں ہے. **و یجوز بای لسان کان سوی**
الفارسیة هو الصحیح لان المنزل هو المعنی عنده و هو لا
یختلف باختلاف اللغات. **صحیح یہ ہے کہ نماز میں قرآن کا**
ترجمہ پڑھنا جائز ہے یہ ترجمہ خواہ کسی زبان میں ہو کیونکہ امام ابو حنیفہؒ
کے نزدیک اللہ تعالی کی طرف سے قرآن کریم کے حرف و الفاظ نہیں صرف معنی و
مفہوم اللہ تعالی کی طرف سے ہے اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب بدائع الصنائع ص
۱۱۳ ج ۱ میں ہے. **لو قرأ شیئا من التوراة والانجیل والزبور فی**
الصلاة ان تیقن انه غیر محرف یجوز عند ابی حنیفة . یعنی اگر
نماز پڑھنے والا مسلمان کسی نماز میں قرآن کریم کی آیات کے بجائے تورات و
انجیل و زبور سے کچھ پڑھ لے تو جائز ہے اس سے اس کی نماز ہو جائے گی
بشرطیکہ اس کو اس بات کا یقین ہو کہ توراۃ وغیرہ کی یہ آیات تحریف شدہ نہیں

ہیں .میں کہتا ہوں یہ سب کچھ اس عقیدے کی بنیاد پر ہے کہ اللہ تعالی کی کلام بغیر حرف وبغیر آواز کے ہے اور قرآن کریم کے حروف والفاظ قرآن نہیں بلکہ ان حروف الفاظ کا معنی ومفہوم قرآن ہے اور یہ عقیدہ بدعت فی الاسلام ہے اور قرآن کریم کو مخلوق کہنے کے مترادف ہے اور اس عقیدے کو بعض سلف نے کفر بھی کہا ہے .اس بارے میں امام عبداللہ بن امام احمدؒ نے کتاب السنہ ص ۱۸ ومابعدہ میں علماء سلف کے اقوال نقل کئے ہیں .اور قرآن کریم کے حروف والفاظ کے قرآن ہونے کا ثبوت خود قرآن مجید کے اندر موجود ہے .اللہ تعالی کا ارشاد ہے .﴿**وھذالسان عربی مبین** ﴾(النحل:۱۰۳) یہ قرآن کریم عربی ہے ﴿**نزل بہ الروح الامین علی قلبک لتکون من المنذرین بلسان عربی مبین** ﴾ (الشعراء : ۱۹۵)اس قرآن کو روح امین جبرئیل لے کر آئے ہیں تا کہ آپ لوگوں کو ڈرائیں آپ کے دل پر اس کو جبرئیل نے عربی زبان میں نازل کیا ہے .﴿**انا انزلناہ قرآنا عربیا لعلکم تعقلون** ﴾(یوسف : ۲) ہم نے اس قرآن کو عربی میں نازل کیا ہے تا کہ آپ لوگ اس کو سمجھ سکیں ﴿ وکذالك انزلنا حکما عربیا ﴾(الرعد :۳۷)اسی طرح ہم نے اس قرآن کو عربی میں حکم وقانون بنا کر بھیجا ہے .

﴿**وکذالک انزلنا قرآنا عربیا وصرفنا فیہ من الوعید**﴾(طہ : ۱۱۳)

﴿**قرآنا عربیا غیر ذی عوج لعلھم یتقون**﴾(الزمر : ۲۸)

﴿**کتاب فصلت آیتہ قرآنا عربیا لقوم یعلمون**﴾(فصلت : ۳)

﴿**وکذلک اوحینا الیک قرآنا عربیا**﴾(الشوری : ۷)

﴿**انا جعلنہ قرآنا عربیا لعلکم تعقلون**﴾(الزخرف : ۳)

﴿**وھذا کتب مصدق لسانا عربیا لینذر الذین ظلمو** ﴾(الاحقاف : ۱۲)

ان تمام آیات میں ہے کہ اللہ تعالی کا قرآن عربی زبان میں ہے .اللہ تعالی نے یہ نہیں کہا کہ اس کا ترجمہ عربی زبان میں ہے یعنی اس کے معنی ومفہوم کو عربی نہیں کہا اس لئے علماء سلف نے کہا ہے کہ قرآن وہ ہے جو عربی زبان میں ہے اس کا ترجمہ خواہ وہ کسی زبان میں ہو تو وہ قرآن نہیں ہوسکتا.

قرآن کریم کو بوسہ دینا اور چومنا اس لیے کہ وہ اللہ کا کلام ہے

بعض صحابہ کے عمل سے ثابت ہے کہ وہ قرآن کریم کو لیکر چومتے تھے اور فرماتے تھے یہ میرے رب کا کلام ہے (**عن ابن ابی ملیکۃ قال کان عکرمۃ بن ابی جھل یا خذاالمصحف فیضعہ علی وجھہ ویقول کلام ربی کلام ربی** .اس حدیث کے بعض الفاظ یہ ہیں. **کتاب اللہ** . یہ اللہ کی کتاب

ہے.اور بعض الفاظ یہ ہیں کتاب ربی کتاب ربی .یہ میرے رب کی کتاب ہے یہ اثر امام عبداللہ بن امام احمد بن حنبل کی کتاب السنہ ص ۲۶ میں ہے امام ابن الجوزی نے بھی اس اثر کو المنتظم ج ۴ ص ۱۵۷ میں طبقات ابن سعد کی سند سے روایت کیا ہے.عکرمہؓ کا یہ اثر اس بات کی دلیل ہے کہ وہ قرآن کریم کے حروف والفاظ کو اللہ تعالی کا کلام سمجھتے تھے اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ قرآن کریم کو منہ سے لگا کر کتاب ربی کتاب ربی نہ کہتے بعض لوگ قرآن کے چومنے کو بدعت کہتے ہیں ان کی بات غلط ہے اور اس صحابیؓ کا عمل ان کے قول کے رد کے لیے کافی ہے اور ان کا کہنا کہ صحابیؓ کا عمل حجت نہیں ہے اور اللہ کے نبیؐ سے ثابت نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ صحابی رسول بدعت پر عمل نہیں کر سکتا۔اللہ کے رسولؐ کی سنّت کیا ہے اور کیا نہیں اس کو وہ بہتر جانتا ہے اور پھر امام احمد اس کو سنّت جان کر کتاب السنہ میں لائے ہیں کیا وہ بھی سنّت سے ناواقف اور بدعت پر عمل کرنے والے تھے۔حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ص ۴۴ ج ۷ میں لکھا ہے کہ امام احمد نے قرآن کے چومنے پر اسی روایت سے استدلال کیا ہے۔

ایک صوفی کا خواب کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قبر مبارک میں بیٹھے ہوئے حقہ پی رہے تھے

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی الافاضات الیومیہ ج ۵ ص ۶۴ میں فرماتے ہیں ایک صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے حضور کو خواب میں اس شکل میں دیکھا کہ حضور روضہ مبارک میں بیٹھے ہوئے حقہ پی رہے ہیں.

مولوی اشرف علی صاحب نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ اس آدمی نے جب خواب دیکھا اس وقت نبی اکرم ﷺ اس کے لئے آئینہ تھے اس نے نبی کریم کی شکل میں اپنے آپ کو حقہ پیتے ہوئے دیکھا اور وہ آدمی حقہ پیتا تھا.میں کہتا ہوں اس تفسیر کے بجائے اگر مولانا یہ تفسیر کرتے کہ اس شخص نے شیطان کو حقہ پیتے ہوئے دیکھا ہوگا.شیطان نے اس خواب سے اس کو گمراہ کیا کہ حقہ پینا کوئی جرم نہیں ہے کیونکہ یہ تو رسول اللہ ﷺ بھی پیتے تھے.مولوی صاحب اگر اس خواب کی تعبیر شیطانی خواب سے کرتے تو ممکن تھا کہ وہ حقہ پینے کی شیطانی عادت کو ترک کر دیتا مگر مولوی صاحب نے اپنی منطقی و فلسفی بحث سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اس شخص نے واقعی رسول اللہ ﷺ کو دیکھا.اور بدعتی صوفیوں نے اس عقیدے سے کہ پیر مرید کا آئینہ ہوتا ہے اور جو کچھ وہ پیر کو کرتے ہوئے دیکھتا ہے وہ دراصل پیر نہیں کر رہا ہوتا بلکہ مرید کر رہا ہوتا ہے۔اس سے بدعتی صوفیوں اور حرام کرنے والے درویشوں نے اپنے جرم کو یہ کہ کر چھپا دیا کہ میاں ہم برا عمل کہاں کرتے ہیں جس نے ہم کو کرتے دیکھا وہ خود اس کا کرنے والا ہوتا ہے ہم تو آئینہ ہیں۔

اپنے بدعتی پیر سے ہمارا بھی سلام کہنا

الافاضات الیومیہ ج ۵ ص ۱۷ میں اشرف علی صاحب تھانوی نے فرمایا اہل محبت کی تو شان جدا ہوتی ہے حضرت شاہ ابوالمعالی رحمہ اللہ کے ایک مرید حج کو گئے شاہ صاحب نے مرید سے کہا کہ جب مدینہ منورہ حاضر ہو تو روضہ اقدس پر میرا بھی سلام کہنا چنانچہ یہ بعد فراغت حج مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور پیر کا سلام عرض کیا وہاں سے ارشاد ہوا کہ اپنے بدعتی پیر سے ہمارا بھی سلام کہہ دینا جس کو اس مرید نے بھی سنا جب واپس ہوئے تو حضرت شاہ ابولمعالی صاحب نے پوچھا کہ ہمارا بھی سلام عرض کیا تھا انہوں نے کہا میں نے عرض کر دیا تھا حضور ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا کہ اپنے پیر سے ہمارا بھی سلام کہہ دینا شاہ صاحب نے فرمایا وہی الفاظ کہو جو وہاں سے سن کر آئے ہو عرض کیا جب حضور کے الفاظ حضرت کو معلوم ہیں تو پھر میرے کہنے کی کیا ضرورت ہے نیز میری زبان سے وہ الفاظ ادا ہونا سوءادب ہے شاہ صاحب نے فرمایا معلوم ہیں مگر سننے میں اور ہی مزا ہے اور بھائی تم خود تو نہیں کہتے وہ تو حضور کے ارشاد فرمائے ہوئے ہیں تمہارا ادا کرنا تو حضور ہی کا فرمانا ہے اس میں بے ادبی کیا ہوئی بالآخر مرید نے وہی الفاظ ادا کر دئے سن کر شاہ پر وجد کی حالت طاری ہوگئی۔

اس واقعہ سے بھی ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے کہ صوفیاء کو قبروں اور مزاروں سے جو آواز سنائی دیتی ہے وہ اس قبر والے کی نہیں کسی شیطان اور جن کی آواز ہوتی ہے اور اس واقعہ سے امام شافعی کے قول کی بھی تائید ہوتی ہے انہوں نے فرمایا. **التصوف مبنی علی الکسل ولو تصوف رجل اول النهار لم یات الظهر الا وهو احمق** صفة الصفوة ج ۱ ص ۱۰.

صوفیت کی بنیاد بے کاری اور سستی پر ہے ایک آدمی اگر صبح کو صوفیت اختیار کر لے تو ظہر کے آنے سے پہلے وہ پاگل اور مجنون ہو جائے گا امام شافعی کی یہ بات گذشتہ واقعہ سے سچ ثابت ہوئی کہ بقول صوفی مذکور رسول اللہ نے اس کو بدعتی پیر کہا پھر بھی وہ خوشی کے مارے وجد میں آ گیا یہ اس کے احمق ہونے کی پکی دلیل ہے.

وحدۃ الوجود کی ایک اور مثال

بایزید کا واقعہ مثنوی کے دفتر چہارم کے نصف پر مذکور ہے کہ وہ (**سبحانی ما اعظم شانی**) کہہ دیتے تھے مریدوں نے ایک روز کہا کہ یہ آپ کیا کہتے ہیں فرمایا اگر اب کی دفعہ کہوں تو مجھ کو چھریوں سے مارنا مرید بھی ایسے نہ تھے جیسے آجکل کے ہیں چھریاں لیکر تیار ہو گئے ان سے غلبہ حال میں پھر وہی کلمہ نکلا کلمہ کا نکلنا تھا کہ چہار طرف سے مریدوں نے مارنا شروع کر دیا مگر نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو تو کوئی زخم نہ آیا اور مریدین تمام اپنی ہی چھریوں سے زخمی ہو گئے مولانا اس کا راز بتاتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہیں کہتے تھے (الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۳۷) مریدوں کا پیر کو مارنا اور اس سے مریدوں کا خود زخمی ہونا وحدت

الوجود کی واضح مثال ہے یعنی یہ کہ پیرو مرشد اور اس کے مرید ایک نفس ایک جان تھے اگر چہ ظاہر میں علیحدہ علیحدہ اور مختلف تھے اسی وجہ سے پیر کو مارنے سے خود زخمی ہو گئے اس کا یہ مطلب بھی ہوتا ہے کہ پیر، مرید کے لئے آئینہ ہوتا ہے پیر کے اندر مرید اپنی شکل دیکھتا ہے اسی وجہ سے مرید پیر کو مارنے سے خود زخمی ہو گئے کیونکہ حقیقت میں انہوں نے جس کو پیر سمجھا وہ خود آپ مرید تھے.
یہی وحدۃ الوجود ہے کہ پیر بھی آپ مرید بھی آپ۔

عارفین کی جنت میں نہ حور ہوگی اور نہ کوئی قصور مگر یہ کلمہ ارنی ارنی مجھے اپنا مکھڑا دکھادے

یہ بات حکیم الامت اشرف علی اپنی کتاب امداد المشتاق ص۴۳ پر صوفیاء کے اس قول کی تائید میں اللہ تعالی کی جنت کا صاف انکار کرتے ہیں۔ جب کہ مؤمنین سے جنت کا وعدہ قرآن کریم میں ہے اس لئے یہ قول قرآن کی ان آیات کا انکار بھی ہے. احادیث صحیحہ کے مطابق روز قیامت جنت ہوگی یا جہنم اور مؤمنین کو جنت میں دیدار الہی ہوگا۔ یہ صوفی اگر جنت نہیں چاہتا تو اللہ کا دیدار کہاں کریگا۔ اس صوفی جیسا احمق دنیا میں کوئی نہیں۔

اپنے پیر کو خاوند سے تعبیر کرتے تھے

فرمایا راؤ عبداللہ اپنے پیر حاجی عبدالکریم کو خاوند سے تعبیر کرتے تھے یہ راؤ عبداللہ صاحب مغرب کی نماز پڑھتے ہوئے اپنے بیٹے امیر علی کو پکارنے لگے امیر علی امیر علی میرے خاوند نے آج مجھ کو دکھایا ہے حاجی صاحب کو مسجد میں بند کر کے قفل لگا دیا گیا ہے اور مولوی رشید صاحب کو کتاب دے کر درس کے لئے کہہ دیا ہے (امداد المشتاق ص۱۲۸)۔

جناب الیاس علیہ السلام کی قوم ایک بت کی عبادت کرتی تھی جس کا نام انہوں نے بعل رکھا ہوا تھا. اللہ تعالی نے اس کا ذکر سورہ صافات آیت ۱۲۵ میں کیا ہے. ﴿اتدعون بعلا و تذرون احسن الخالقین﴾ کیا تم بعل کو پکارتے ہو اور سب سے بہتر پیدا کرنے والے کو بھول جاتے ہو جو اللہ ہے اور عربی زبان میں بعل خاوند کو کہتے ہیں سورہ ھود آیت ۷۲ میں ہے ﴿یا ویلتیٰ ألد وأنا عجوز وھذا بعلی شیخا ان ھذا لشئی عجیب﴾ ہائے افسوس کیا میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور میرا خاوند بڑی عمر کا ہے یہ ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ بی بی کے الفاظ ہیں یہاں بعل خاوند کے معنی میں ہے اور سورہ بقرہ آیت ۲۲۸ میں ہے ﴿وبعولتھن احق بردھن﴾ اور ان کے خاوند ان کو واپس لیجانے کے لئے زیادہ حقدار ہیں.

تفسیر فتح البیان میں ہے خاوند کو بعل کہنے کی وجہ یہ ہے کہ خاوند بیوی کے اوپر ہوتا ہے اور اسی معنی کی وجہ سے مشرکین رب تعالی کو بعل کہتے تھے اور اسی مناسبت سے بت کو رب سمجھ کر اس کو بعل کہتے تھے جیسا کہ اللہ تعالی نے سورہ صافات

میں فرمایا﴿اتدعون بعلا وتذرون احسن الخالقین. الله ربکم ورب آبائکم الاولین ﴾اور فیروز اللغات ص۵۸۴ میں ہے خاوند کا معنی آقا مالک بھی ہوتا ہے اور یہ لفظ خداوند کا مخفف بھی استعمال ہوتا ہے یعنی خاوند کا لفظ بول کر خداوند تعالی بھی مراد لیا جاتا ہے اس سے معلوم ہوا اس صوفی نے اپنے پیر کو اس لئے خاوند کہا کیونکہ وہ اس کے ہاں اللہ تعالی کا مظہر تھا اور شاید اس لئے قوم الیاس اپنے بت بعل کو رب تعالی سمجھ کر اس کی عبادت کیا کرتی تھی. اس صوفی کو اپنے پیر کو خاوند کہنے پر شرم نہیں آئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ احمقوں کی جنت میں رہنے والا صوفی عقل سے عاری ہوتا ہے۔

اشرف علی صاحب کے خاص مرید نے ایک باران سے کہا ' حضرت بار بار میرے دل میں خیال آتا ہے کہ کاش میں عورت ہوتا حضور کے نکاح میں ' اس اظہار محبت پر حضرت والا غایت درجہ مسرور ہوکر بے اختیار ہنسنے لگے اور یہ فرماتے ہوئے مسجد میں تشریف لے گئے کہ یہ آپ کی محبت ہے تو ثواب ملے گا ثواب ملے گا انشاء اللہ تعالی۔ (اشرف السوانح ص ۲۸ ج ۲)۔ مرید کی پست سوچ آپ نے ملاحظہ کی اور پیر کی ترغیب بھی سچ ہے جیسی روح ویسے فرشتے۔

خدا کو خدا سے کیا ڈر

فرمایا کہ اکثر لوگ توحید وجودی میں غلطی کر کے گمراہ ہوجاتے ہیں تمثیل بیان فرمائی کہ کسی گرو کا چیلہ توحید وجودی میں مستغرق تھا راستے میں ایک فیل (ہاتھی) مست ملا اس پر فیل بان پکارتا آتا تھا کہ ہاتھی مست ہے میرے قابو میں نہیں اس چیلے کو لوگوں نے منع کیا مگر وہ نہ مانا اور کہا کہ وہی تو ہے اور میں بھی وہی ہوں خدا کو خدا سے کیا ڈر آخر ہاتھی نے اسے مار ڈالا جب اس کے گرو نے یہ سنا گالی دے کر کہا کہ ہاتھی جو مظہر مضل تھا اس کو تو دیکھا اور فیل بان کو کہ مظہر ہادی تھا نہ دیکھا ہادی و مضل اوپر نیچے جمع تھے شمائم امدادیہ ص۹۰ صوفی کے نزدیک اللہ تعالی کی ایک صفت مضل ہے اور ایک صفت ہادی ہے مضل کا معنی گمراہ کرنے والا ہے یہاں صوفی نے اس کا معنی نقصان دینے والا کیا ہے ہادی کا معنی ہے راستہ دکھانے والا صوفی نے یہاں اس کا معنی نفع دینے والا بچانے والا کیا ہے یہ ہاتھی اور اس کا چلانے والا اللہ تعالی کی دو صفتوں سے متصف تھے اس لئے ان میں خدائی صفات تھیں اس چیلے نے یہ غلطی کی کہ خدا تعالی کی ایک صفت کی طرف توجہ کی دوسری صفت کی طرف اس نے نہیں دیکھا اس لئے خدا تعالی ہی کی ایک صفت سے وہ مارا گیا اگر وہ خدا تعالی کی دوسری صفت کی طرف توجہ کرتا اس پر عمل کرتا تو بچ جاتا۔ مطلب یہ ہے کہ گرو نے یہ نہیں کہا کہ اس چیلے نے ہاتھی اور اس کے چلانے والے کو خدا کہہ کر غلطی کی بلکہ اس کی غلطی یہ بیان کی کہ خدا تعالی کی نقصان دینے والی صفت کے سامنے چلا گیا اور دوسری اس کی صفت کو جو اس کو بچانے کے لئے تھی نظر انداز کر دیا اس لئے ثابت ہوا کہ اس صوفی کے نزدیک ہاتھی اور اس کا چلانے والا دونوں خدا تھے نعوذ باللہ من ذالک.

رمضان میں بیس تراویح کے حساب سے قرآن ختم کرنے کے لئے قرآن کی پانچ سو چالیس رکوع میں تقسیم

س : ہندوستان و پاکستان میں مطبوع قرآن کریم میں رکوع لکھے ہوئے ملتے ہیں ان کی کل تعداد ۵۴۰ پانچسو چالیس ہے یہ رکوع عرب کے ملکوں کے مطبوع قرآن کریم کے نسخوں میں نہیں ہیں. یہ رکوع کس کی ایجاد ہیں اوران کا مطلب کیا ہے؟

ج : یہ رکوع حنفیہ ماتریدیہ کی ایجاد ہیں انہوں نے قرآن کریم کی سورتوں اور آیات کو۵۴۰ پانچسو چالیس رکوعوں میں اس لئے تقسیم کیا ہے تا کہ بیس رکعت تراویح کی ہر رکعت میں ایک رکوع پڑھا جائے اور رمضان کی ۲۷ تاریخ کو قرآن کریم کا ختم ہو.اور رمضان میں اگر ہر رات ۲۰ بیس تراویح پڑھی جائے تو ۲۷ تاریخ تک پانچ سو چالیس۵۴۰ رکعتیں بنتی ہے اس لئے بخارا کے علماء حنفیہ ماتریدیہ نے قرآن کریم کی آیات کو پانچسو چالیس (۵۴۰) رکوع میں تقسیم کیا تا کہ ہر رات ایک رکعت میں ایک رکوع پڑھا جائے اور ۲۷ تاریخ کو ختم ہو چونکہ یہ رکوع عجمی حنفیوں کی ایجاد ہیں اس لئے عرب کے قرآن کریم کے نسخے اس سے خالی ہیں علامہ سرخسی حنفی فقہ حنفیہ کی مشہور کتاب المبسوط میں ص ۱۴۶ میں لکھتے ہیں.

وحكى عن القاضى الامام عما دالدين رحمة الله عليه ان مشائخ بخارى جعلو القرآن خمس ماة واربعين ركوعاوعلموا الختم بها ليقع الختم فى الليلة االسابعة والعشرين رجاء أن ينالو افضيلة ليلة القدر، انتہی .ان رکوعوں کا نام رکوع اس لئے رکھا تا کہ ہر پڑھنے والا قرآن کریم کا یہ حصہ پڑھ کر رکوع کرلے.معلوم ہوا قرآن کریم کی آیات کی رکوعوں میں تقسیم بیس تراویح پر عمل کے لئے کی گئی ہے.بیس تراویح کو سنّت کہنا بلا دلیل ہے اوراس تعداد کے لئے قرآن کو رکوعوں میں تقسیم کرنا قرآن پر ظلم عظیم ہے۔سچ ہے خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں۔

عقائد علماد یوبند ماخوذ ازمهند على المفند

عقیدہ : (۱) ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک قبر سید المرسلین ﷺ اعلٰی درجہ کی قربت اور نہایت ثواب اور سبب حصول درجات ہے بلکہ واجب کے قریب ہے گوشد رحال اور بذل جان و مال یعنی کجاوے کسنے اور جان و مال کے خرچ کرنے سے نصیب ہوا المہند ۱۵۵. یہ عقیدہ صحیح احادیث کے مطابق بدعت ہے۔حدیث میں ہے کہ تین مسجدوں کے علاوہ کسی مقام کے لئے سفر کرنا جائز نہیں۔مسجد الحرام ،مسجد النبوی اور مسجد الاقصیٰ (بخاری حدیث ۱۱۹۷)۔

عقیدہ (۲) اور سفر مدینہ منورہ کے وقت آنحضرت ﷺ کی زیارت کی نیت

کرے اور ساتھ ہی مسجد نبوی و دیگر مقامات و زیارت گاہ ہائے متبرکہ کی بھی نیت
کرے بلکہ بہتر یہ ہے کہ جو علامہ ابن علامہ الہمام نے فرمایا ہے کہ خالص قبر
شریف کی نیت کرے پھر وہاں حاضر ہوگا تو مسجد نبوی کی بھی زیارت حاصل
ہوجائے گی. اس صورت میں جناب رسالتمآب ﷺ کی تعظیم زیادہ ہے اور اس
کی موافقت خود حضرت ﷺ کے ارشاد سے ہورہی ہے. جو میری زیارت کو آیا
کہ میری زیارت کے سوا کوئی حاجت اس کو نہ لائی ہو تو مجھ پر حق ہے کہ قیامت
کے دن اس کا شفیع بنوں. المھند ۱۵۵. حالانکہ اس قسم کی تمام احادیث موضوع اور
من گھڑت ہیں.

عقیدہ (۳) وہ حصہ زمین جو جناب رسول اللہ ﷺ کے اعضاء مبارکہ کو مس
کئے ہوئے ہے. یعنی چھوئے ہوئے ہے علی الاطلاق افضل ہے یہاں تک کہ
کعبہ اور عرش و کرسی سے بھی افضل ہے. المھند ۱۵۶. اس گمراہ عقیدے کی بنیاد یہ
ہے کہ اللہ تعالی عرش پر موجود نہیں۔ اگر وہ وہاں موجود ہوتا تو عرش و کرسی دنیا و ما
فیہا سے افضل ہوتے (امداد الفتاوی ص۱۱۳ ج ۲)۔ امام ابوحنیفہ و دیگر آئمہ
کے بقول ایسا عقیدہ کہ اللہ عرش پر نہیں کفر ہے (شرح عقیدہ طحاویہ ص
۲۸۸)۔

عقیدہ (۴) ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء
علیہم السلام ہیں اور صلحاء و اولیاء و شہدا و صدیقین کا توسل جائز ہے ان کی حیات
میں بھی اور ان کی وفات کے بعد بھی اس طریقہ پر کہ کہے یا اللہ میں بوسیلہ فلاں
بزرگ کے تجھ سے دعاء کی قبولیت اور حاجت براری چاہتا ہوں یا اسی جیسے اور
کلمات کہے. المھند ۱۵۶.

عقیدہ (۵) آنحضرت ﷺ کی قبر شریف کے پاس حاضر ہو کر شفاعت کی
درخواست کرنا اور یہ کہنا بھی جائز ہے کہ حضرت میری مغفرت کی شفاعت
فرمائیں پھر حضرت ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرے اور شفاعت چاہے اور کہے.
**یا رسول اللہ اسئلک الشفاعة و اتوسل بک الی اللہ فی ان
اموت مسلما علی ملتک و سنّتک.** المھند ص۱۵۶-۱۵۷۔ اے اللہ
کے رسول میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور آپ کو اللہ تعالی کے
یہاں بطور وسیلہ پیش کرتا ہوں کہ میں بحالت اسلام آپ کی ملت اور سنّت
پر مروں.

قرآن کریم میں ہے اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی کسی کے لئے سفارش نہیں
کریگا (بقرۃ آیت ۲۵۵)۔ اس لئے یہ عقیدہ باطل ہے۔

عقیدہ (۶) اگر کوئی شخص آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کے پاس سے صلاۃ و
سلام پڑھے تو اس کو آپ خود بنفس سنتے ہیں اور دور سے پڑھے ہوئے صلاۃ و
سلام کو فرشتے آپ تک پہنچاتے ہیں. المھند ۱۵۷.

اس عقیدے کی بنیاد اس بات پر ہے کہ آپ قبر میں بنفسہ زندہ ہیں۔ یہ بدعتیوں

کا عقیدہ ہے اہل سنّت کا نہیں۔ سورۃ الزمر کی آیت ۳۰ اس عقیدے کو باطل
کرتی ہے ﴿انک میت و انھم میتون﴾ بے شک تو بھی مرتا ہے
اور وہ بھی مرتے ہیں (ترجمہ محمود الحسن صاحب دیوبندی)۔ اور آپ کی وفات
پر ابوبکرؓ نے فرمایا تھا جو محمدؐ کی عبادت کرتا ہے تو محمدؐ فوت ہو چکے
ہیں (بخاری)۔ آپ کی قبر کے پاس پڑھے ہوئے درود کو براہ راست آپ کا
خود بخود سننا کسی حدیث سے ثابت نہیں اس بارے میں وارد تمام روایت
واحادیث ضعیف و باطل ہیں. اس مقام پر مؤلف المہند مستدرک حاکم کی ایک
روایت پیش کی ہے اس میں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا عیسیٰ علیہ السلام میری
قبر پر آئیں گے اور مجھ پر سلام کہیں گے میں اس کے سلام کا جواب دونگا یہ
حدیث منکر ہے اس کا ایک راوی عطاء مولی ام حبیبہ مجہول ہے. میزان الاعتدال
ج ۳ ص ۷۸ اس لئے امام حاکم اور حافظ ذہبی کا اس حدیث کو صحیح کہنا غلط ہے
خاص طور پر اس لئے کہ ذہبی نے خود اس کے راوی کو مجہول کہا ہے.

اور حدیث : من صلی عند قبری سمعته و من صلی علی نائیا
أبلغته .رواہ البیہقی فی شعب الایمان ج ۴ ص ۲۱۴ (جس نے میری قبر کے پاس
درود پڑھا اس کو میں سنتا ہوں اور جس نے دور سے پڑھا مجھ تک پہنچایا جاتا
ہے) موضوع ہے اس کی سند میں محمد بن مروان السدی راوی ہے وہ جھوٹا ہے.

اور اس حدیث کو ابوالشیخ نے کتاب الثواب میں روایت کیا ہے اس کی سند میں
عبدالرحمٰن بن احمد الاعرج راوی ہے وہ مجہول ہے الاحادیث الضعیفہ للالبانی ج
۱ ص ۲۴۰ حدیث ۲۱۳ المداوی لعلل الجامع الصغیر شرحی المناوی ج ۶ ص
۳۴۷ مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب نے المہند کے آخر میں عقائد اہل السنہ
والجماعۃ ص ۱۵۸ عقیدہ ۶ میں لکھا ہے اس حدیث کی سند کو حافظ ابن حجر حافظ
سخاوی علامہ علی القاری اور علامہ شبیر احمد عثمانی نے جید کہا ہے اور محدثین کرام
کے نزدیک ایسی حدیث حجت ہونے میں کوئی کلام نہیں خاص کر جبکہ امت مسلمہ
کا اجماع بھی اس کی تائید کر رہا ہے میں کہتا

ہوں یہ حدیث محمد بن مروان سدی کی وجہ سے موضوع ہے اور اس کی ابوالشیخ
والی سند جس میں محمد بن مروان نہیں بے اصل و بے بنیاد ہے علامہ محمد بن
عبدالہادیؒ نے الصارم المنکی ص ۲۰۶ میں اس سند کو بے بنیاد لکھا ہے. اور سخاوی
نے حافظ ابن حجر کی تقلید میں اس سند کو جید کہا ہے اور ملا علی اور شبیر صاحب عثمانی
محدثین میں سے نہیں ہیں بلکہ مقلدین ہیں اس لئے ان کی کسی بات کا اعتبار نہیں
ہے. اور مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ اجماع امت مسلمہ اس کی تائید کرتا ہے سفید
جھوٹ ہے علماء سلف صالحین وائمہ مجتہدین ہر دور میں اس کی تردید کرتے آئے
ہیں تائید نہیں اس مسئلہ میں خاص کر علماء وفقہا احناف نے صراحت سے لکھا ہے
کہ مردے نہیں سنتے اس میں نبی و غیر نبی کی انہوں نے کوئی تفریق نہیں کی. فقہ
حنفیہ کی تمام کتابوں میں مردوں کے نہ سننے کی صراحت ہے.

علماء حنفیہ میں فتاوی شامی کے مؤلف ابن عابدین کے بیٹے نے اس مسئلہ میں کتاب الایات البینات فی عدم السماع للاموات لکھی ہے اس میں انہوں نے اپنے مذہب حنفی کی کتابوں سے مردوں کے نہ سننے کو ثابت کیا ہے. اور ملا علی قاری وشبیر احمد صاحب عثمانی اور مولوی زکریا صاحب مؤلف فضائل اعمال و تبلیغی نصاب مذہب حنفی پر نہیں ہیں انہوں نے مذہب حنفی کو چھوڑ کر بدعتی صوفیاء کی راہ اختیار کی ہے اس لئے ان کی کسی بات کو نہ حنفی مذہب کی بات کہا جا سکتا ہے اور نہ سلف صالحین ومحدثین کی بات، نبی کریم ﷺ کے قبر سے سلام سننے اور جواب دینے کے ثبوت میں المہند کے مصنف نے ایک اور حدیث ذکر کی ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے وہ حدیث یہ ہے. (**لیهبطن عیسیٰ ابن مریم حکما واماما مقسطا ولیسلکن فجاحاجا او معتمرا ولیأتین قبری حتی یسلم علی ولاردن علیه**) (رواہ الحاکم فی المستدرک ج ۲ ص ۵۹۵) یعنی عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمان سے اتریں گے باانصاف حاکم وعادل امام ہو کر پھر وہ حج یا عمرہ کے لئے نکلیں گے اور میری قبر پر آئیں گے اور مجھے سلام کریں گے میں ان کے سلام کا جواب دونگا امام حاکم اور حافظ ذہبی دونوں نے اس حدیث کی سند کو صحیح کہا ہے لیکن اس کی سند میں محمد بن اسحاق راوی ہے وہ مدلس ہے اس نے اس حدیث کو لفظ عن سے روایت کیا ہے اور محدثین کا قاعدہ ہے کہ مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے. حافظ

ذہبیؒ نے الموقظۃ ص ۲۴ میں لکھا ہے. (**فاالمجتمع علی صحته انا المتصل السالم من الشذوذ والعلة وان یکون رواته ذوی ضبط وعدالة وعدم تدلیس**) اتفاقی طور پر صحیح حدیث وہ ہے جس کی سند متصل ہو شذوذ وعلت سے پاک ہو اس کے تمام راوی ضبط وعدالت کی صفتوں سے متصف ہوں اس میں راوی کی تدلیس کا شائبہ بھی نہ ہو. صحیح حدیث کی اس تعریف سے معلوم ہوا کہ مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے حافظ ذہبی کی صحیح حدیث کی اس تعریف پر تمام محدثین کا اتفاق ہے حافظ ابن حجرؒ تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس ص ۲۳ میں لکھتے ہیں.

الثالثة من اکثر من التدلیس فلم یحتج الائمة من احادیثهم الا بما صرحوا فیه بالسماع ومنهم من احادیثهم مطلقاً ومنهم من قبلهم کأبی الزبیر المکی یعنی مدلسین کی تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جن کی احادیث کو محدثین اس وقت تک تسلیم نہیں کرتے جب تک کہ وہ اپنے استاذ کی صراحت کرتے ہوئے حدثنا یا سمعت نہ کہیں. حافظ ابن حجرؒ نے محمد بن اسحاق کو اس کتاب میں اسی تیسرے طبقہ میں ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوا اس کی عن والی روایت کسی حال میں بھی قبول نہیں ہے. المہند کے مقلد مؤلف نے لکھا ہے اس حدیث کو امام احمد نے مسند ج ۲ ص ۲۹۰ میں بھی بیان کیا ہے جبکہ. مسند احمد کی روایت میں عیسیٰ علیہ السلام کا نبی کریم ﷺ کی قبر پر جا کر سلام کرنے اور

آپ کے جواب دینے والی بات نہیں ہے اس جگہ وہ حدیث اس مقلد کے مذہب کی تائیدنہیں کرتی اس نے جاہل عوام کودھوکہ دینے کے لئے اس روایت کا حوالہ دیاہےاور جاہل عوام کودھوکہ دینے کی ان مقلدین کی پرانی عادت ہے.

عقیدہ : (۷) ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبری میں زندہ ہیں اورآپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلّف ہونے کے اور یہ حیات آنحضرت اور تمام انبیاءعلیہم السلام اور شہداء کے ساتھ خاص ہے اور یہ حیات برزخی نہیں ہے جو تمام مسلمانوں بلکہ آدمیوں کو حاصل ہے، چنانچہ علامہ سیوطی نے اپنے رسالے انبیا لاذکیاء بحیاۃ الانبیاء میں اس بات کی تصریح کی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا ہے انبیاء وشہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے.پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ﷺ کی حیات دنیوی ہے اوراس میں برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہےاور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب کا اس بحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے اس کا نام آب حیات ہے.المہند ص ۱۵۹.

دنیوی حیات سے اکابر دیوبند کی مراد یہ ہے کہ یہ حیات اس دینوی جسم مبارک میں ہے اوراس دنیوی حیات کے اثبات کا مطلب یہ ہے کہ قبر مبارک میں اسی دنیا والے جسم اطہر کے ساتھ آپ کی روح اقدس کا ایسا تعلق ہے جس کی وجہ سے اس بدن اطہر میں حیات اور زندگی حاصل ہے اور یہ صرف روح مبارک کی زندگی نہیں ہے. چونکہ دنیوی حیات کی طرح انبیاء علیہ السلام اس قبر شریف والی حیات میں بھی ادراک اور علم اور شعور حاصل ہوتا ہے اس لئے ان اہم امور کے حاصل ہونے کی وجہ سے اس حیات کو بھی دنیوی حیات کہا جاتا ہے.

حالانکہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام نے آپ کے زندہ نہ ہونے پر اتفاق کرلیا تھا امت محمدیہ کا سب سے پہلا اجماع تھا جو آپ کی وفات پر قائم ہوا اور ابوبکر صدیقؓ نے اپنے خطبے میں فرمایا تھا جو شخص محمد ﷺ کے زندہ ہونے اور فوت نہ ہونے پر یقین رکھتا ہے وہ ان کو معبود سمجھ کر ان کی عبادت کرتا ہے ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہئیے جو ان کو فوت نہ جان کر ان کی عبادت کرتے ہیں ان کا معبود فوت ہو چکا ہے ابوبکرؓ کا مقصد یہ تھا کہ جو آپ کو اب بھی زندہ مانتا ہے گویا کہ وہ ان کی عبادت کرتا ہے کیونکہ ہمیشہ زندہ رہنا فوت نہ ہونا معبود حقیقی کی صفت ہے اور جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اس کے سوا بھی کوئی ہمیشہ زندہ رہ سکتا ہے وہ اس کو معبود سمجھ کر اس کی عبادت کرتا ہے ابوبکر صدیقؓ کے الفاظ یہ ہیں. **فمن كان منكم يعبد محمدا فان محمدا قدمات ومن كان يعبد الله فان الله حي لا يموت**، رواہ البخاری، کتاب الجنائز باب الدخول علی المیت بعد الموت.

اور نبی کریم ﷺ کی وفات پر بیت اللہ الحرام میں مشہور صحابی سہیل بن عمرو نے

خطبہ دیتے ہوئے کہا. من كان محمد ﷺ الهه فان محمداً قدمات
والله عزوجل حي لايموت .معرفۃ الصحابہ لابی نعیم الاصبہانی ۳ص۳۲۵
جس شخص کے محمد ﷺ معبود تھے ان کا معبود محمد فوت ہو چکا ہے اور اللہ تعالی زندہ
ہے کبھی فوت نہیں ہوگا نصوص صریحہ کے بعد بھی جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ محمد ﷺ
اب بھی دنیوی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں وہ بدعتی ہے اہل سنّت کی جماعت سے
اس کا کوئی تعلق نہیں ہے. اور المہند کے مؤلف کی یہ دلیل کہ نبی کریم ﷺ نے
موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا تھا اور نماز بدن وجسم کے ساتھ پڑھی
جاتی ہے خالی روح کے ساتھ نہیں لہذا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ موسیٰ علیہ
السلام اپنی قبر میں اسی دنیوی جسم کے ساتھ زندہ ہیں اور ہمارے نبی نے ان کو
اسی دنیوی جسم کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھا تھا میں کہتا ہوں اس حدیث سے کسی
شخص کا اپنے بدن وجسم کے ساتھ زندہ ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ نبی کریم ﷺ
کے ساتھ تمام انبیاء نے بیت المقدس میں بھی نماز پڑھی تھی ان انبیاء میں موسیٰ
علیہ السلام بھی تھے المہند کے مؤلف یہ بتا سکتے ہیں کہ وہ اس وقت اپنے دنیوی
جسموں کے ساتھ تھے یا خالی ان کی روحیں تھیں جنہوں نے آپ کے ساتھ نماز
ادا کی تھی. اور پھر انہی انبیاء علیہم السلام کو نبی کریم ﷺ نے آسمان پر بھی دیکھا
تھا اگر یہ انبیاء اپنی اپنی قبروں میں جسم وروح کے ساتھ زندہ ہیں یعنی ان کا بدن و
روح انہیں قبروں میں ہے تو پھر آسمان پر آپ نے جن انبیاء کو دیکھا تھا وہ کیا تھا

اور قبر میں نماز پڑھنا انبیاء کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ان کے علاوہ مؤمن بھی
فرشتوں سے نماز پڑھنے کی اجازت مانگتا ہے. امام ابن حبان نے اپنی صحیح
میں ابو ہریرہؓ کی لمبی حدیث ذکر کی ہے اس میں یہ ٹکڑا بھی ہے.
فيقال له اجلس فيجلس وقدمثلت له الشمس وقدآذنت للغروب فيقال له أرأيتک هذا الرجل الذى كان فيكم ماتقول فيه وماذاتشهدبه عليه فيقول دعونى حتى اصلى فيقول انک ستفعل اخبرنى عما نسالک عنه. الاحسان الی ترتیب صحیح ابن حبان
ص۴-۵ میت کو قبر میں اٹھا کر بیٹھا دیا جاتا ہے اور فرشتہ اس سے پوچھتا ہے
اس شخص کے بارے میں تمہاری شہادت کیا ہے جو تم میں تھے وہ شخص دیکھتا ہے
سورج غروب ہونے کو ہے وہ فرشتوں سے کہتا ہے مجھے ذرا مہلت دو میں عصر کی
نماز پڑھ لوں کیونکہ اس کا وقت نکلا جارہا ہے فرشتہ اس سے کہتا ہے نماز تو ضرور
پڑھے گا لیکن تو پہلے ہمارے سوال کا جواب دے جو تجھ سے کیا گیا ہے اس
حدیث سے معلوم ہوا قبر میں نماز پڑھنا انبیاء کے ساتھ خاص نہیں اس بات میں
مومن بھی شریک ہیں لہذا قبر میں نماز پڑھنا قبر والے کی دنیوی زندگی کی دلیل
نہیں ہے اور وہ اسی دنیوی جسم کے ساتھ نماز پڑھتا ہے جس کو قبر میں دفن کیا گیا
ہے تو پھر انبیاء کے ساتھ مؤمن بھی زندہ ہوئے.
اور اگر قبروں کے اندر انبیاء اپنے دنیوی جسموں کیساتھ زندہ ہیں تو پھر وہ بہشت

میں نہ ہوئے حالانکہ قرآن وسنّت میں یہ بات پائے ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ انبیاء وشہداء اور عام مؤمنین جنت میں ہیں. اللہ تعالی کا ارشاد ہے ﴿ کــلا ان کتب الابرار لفی علیین ﴾ (المطففین : ۱۸) حافظ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں : ای مصیر هم الی علیین وهو بخلاف سجین قال الا عمش عن شمر بن عطية عن هلال بن يساف قال سال ابن عباس كعبا وانا حاضر عن سجين قال هى الارض السابعة وفيها ارواح الكفار وساله عن عليين فقال هى السماء السابعة وفيها ارواح المؤمنين وهكذاقال غير واحد انها السماء السابعة وقال على بن ابى طلحة عن ابن عباس فى قوله . كلا ان كتاب الابرارلفى عليين يعنى الجنة . یعنی ان کتاب الابرار لفی علیین کا معنی ہے ان کا ٹھکانہ جنت ہے اور کعب احبار نے کہا ہے علیین سے مراد ساتواں آسمان ہے اس میں مؤمنین کی روحیں ہیں اور سجین سے مراد ساتویں زمین ہے اس میں کفار کی روحیں ہیں. اور ابن عباس نے کہا ہے علیین سے مراد جنت ہے. اور قرآن کریم میں ہے ﴿ ثم انكم بعد ذالك لميتون ثم انكم يوم القيامة تبعثون ﴾ (المومنون : ۱۵-۱۶) پھر تم پر موت آئے گی اس موت کے بعد تم کو قیامت کے دن زندہ کیا جائے گا اور ان قبروں میں انبیاء علیہم السلام یا عام مؤمنین کو انہیں جسموں کے ساتھ زندہ ماننا عقل ونقل دونوں

کے خلاف ہے اگر یہ لوگ ایسے زندہ ہیں جیسا کہ موت سے پہلے تھے تو پھر ان کو اس مٹی میں کیوں گاڑ رکھا ہے ان کو باہر نکال کر دنیا کے سامنے لائیے ان کو جسم وروح کے ساتھ سب لوگ یقین کرلیں گے کہ واقعی وہ زندہ ہیں. اور پھر اگر وہ اسی قبر میں جسم وروح کے ساتھ زندہ ہیں تو ان کی جائداد تقسیم نہیں کرنی چاہیئے اور ان کی بیویوں کو دوسروں کے ساتھ نہیں بیاہ دینا چاہیئے. کیونکہ اس قبر میں زندہ آدمی کی مثال اس زندہ انسان کی مثال ہے جو کسی بند گھر میں سویا ہوا ہو ایسے آدمی کی نہ جائداد تقسیم کی جاتی ہے اور نہ اس کی بیوی کا دوسری جگہ نکاح کیا جاتا ہے. خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ قبر جس میں ہم مردوں کو دفن کر آتے ہیں اسی دنیا کی چیز ہے یعنی یہ قبر اسی دنیا میں ہے اور انسان مرنے کے بعد اسی دنیا میں نہیں کسی دوسری دنیا میں ہوتا ہے. جس پر صرف ایمان لایا جاسکتا ہے اس کا مقام وقوع انسان کی آنکھوں سے اوجھل ہے یہ دنیاوی آنکھ اس کا ادراک نہیں کرسکتی۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے ﴿ ومن ورائهم برزخ الى يوم يبعثون ﴾ (المومنون) ان کے آگے ایک پردہ حائل ہے جس کے اس پار تمہاری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اور یہ پردہ تا قیامت قائم رہے گا اسی برزخ سے مراد قبر کا یہ گڑھا نہیں جس میں انسان کا جسم رکھا ہوتا ہے یہ تو ہر وقت انسان کے سامنے ہے جب کوئی چاہے قبر کھود کر اس بدن وجسم کو دیکھ سکتا ہے اور برزخ کے اس پار کسی صورت میں بھی انسان کی آنکھ نہیں دیکھ سکتی.

علامہ سیوطی نے اپنے رسالہ انبیاء لاذکیا کے ص ۵ میں ابوداود اور بیہقی کے
حوالے سے اوس بن اوس الثقفی کی حدیث نقل کی ہے وہ حدیث یہ ہے۔ **مـــن
افضل ایامکم یوم الجمعة فاکثروا علیّ الصلاة فیه فان صلاتکم
تعرض علی قالوا یا رسول الله وکیف تعرض علیک صلا
تنا وقد ارمت یعنی بلیت فقال ان الله حرم علی الارض ان تاکل
اجساد الانبیاء** یعنی تمہارے افضل دنوں میں سے جمعہ کا دن ہے اس دن میں
میرے اوپر زیادہ سے زیادہ درود پڑھا ہوا درود مجھ تک پہنچایا جاتا ہے صحابہ
نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارا درود آپ کو کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ وفات
کے بعد آپ کا بدن وجسم پوشیدہ ہوکر مٹی میں مل جائے گا آپ نے فرمایا ہمارے
(انبیاء کے) بدن مٹی پر حرام کر دیئے گئے ہیں وہ ہمارے جسموں کو نہیں
کھاسکتی۔

یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ انبیاء کے جسموں میں روح نہیں ہے
کیونکہ ان جسموں میں اگر روح ہوتی تو ان کو مٹی کے کھانے کا سوال ہی پیدا
نہیں ہوتا اور مٹی پر انبیاء کے جسموں کے کھانے کو حرام کرنے کا مطلب یہ ہے
کہ وہ جسم مردہ ہیں اور چونکہ ہر مردہ جسم کو مٹی کھا جاتی ہے اس لئے نبی کریم
ﷺ نے یہ وضاحت فرمائی کہ باوجود اس کے کہ ان جسموں میں روح نہیں مٹی
ان کو نہیں کھاسکتی اور اگر انبیاء کے جسموں میں روح ہوتی اور وہ قبر میں ان

جسموں کے ساتھ زندہ ہوتے تو صحابہ کے سوال کا جواب یہ نہ ہوتا جو حدیث میں
مذکور ہے بلکہ اس کا جواب یہ ہوتا کہ ہم انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں یعنی
ہمارے جسم مردہ نہیں ہوتے۔ اور امام سیوطی نے مذکورہ رسالے میں یہ حدیث بھی
ذکر کی ہے۔ **الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون** ، رواہ ابویعلی فی مسندج ٦
ص ١٤٧ یعنی انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں مگر یہ حدیث سند کے
اعتبار سے ضعیف ہے۔

اس میں امام ابویعلی کے استاذ ابوجہم ازرق بن علی غریب روایات بیان کرتا ہے
اور غریب روایات زیادہ تر ضعیف ہوتی ہیں اور امام سیوطی نے مذکورہ رسالے
میں انسؓ کی روایت ذکر کی ہے وہ حدیث یہ ہے **الانبیاء لایترکون فی
قبورهم بعد اربعین لیلة ولکن یصلون بین یدی الله حتی ینفخ
فی الصور** یعنی انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں چالیس روز کے بعد نہیں رہتے
وہ اللہ تعالی کے روبرو نمازیں پڑھتے رہتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے اگر اس کو
دلیل بنایا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ انبیاء اپنی قبروں میں نہیں ہیں لہذا قبروں
کے اندر انبیاء کی زندگی اس روایت کے حساب سے کالعدم ہوگی۔

مفتی عبدالشکور صاحب عقائد علماء دیوبند میں لکھتے ہیں علامہ شبیر احمد صاحب
عثمانی نے فتح الملہم میں لکھا ہے۔ **ان النبی حی کما تقرروا انه ﷺ یصلی
فی قبره باذان واقامة** . المہند ۱۶۱ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں اور اپنی قبر میں

اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں. مفتی عبدالشکور صاحب فرماتے ہیں
علامہ انور شاہ کشمیری نے بھی فیض الباری ج ا ص ۱۸۳ میں اس طرح لکھا ہے اور
اذان واقامت کے ثبوت میں مسند دارمی کا حوالہ دیا ہے اور قبروں میں قرآن
پڑھے جانے کے ثبوت میں سنن ترمذی کا حوالہ دیا ہے۔

مسند دارمی کی جس حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے غالبا اس سے مراد وہ حدیث ہے
جس میں ہے تین دن تک مسجد نبوی میں اذان واقامت نہیں ہوئی جب یزید کی
فوج نے مدینہ پر حملہ کیا تھا سعید بن مسیّب مسجد نبوی میں تھے ان کو نماز کے
اوقات کا پتہ نہیں چلتا تھا سوائے اس کے کہ نماز کے اوقات میں نبی کریم ﷺ
کے حجرہ سے گنگناہٹ کی آواز آتی تھیں وہ اس آواز کو سن کر نماز پڑھا کرتے یہ
روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے اس کی سند منقطع ہے سعید بن عبدالعزیز کی
سعید بن مسیّب سے ملاقات نہیں، اور یہ واقعہ گھڑا ہوا معلوم ہوتا ہے کیونکہ تین
دن تک مسجد نبوی میں نماز کا نہ ہونا محال ہے یہ روایت یزید دشمنی پر مبنی ہے
سوال یہ ہے کیا سعید بن مسیّب کے سوا مدینہ میں کوئی مسلمان نہیں رہ گیا تھا
؟ واقعہ حرّہ کے وقت بے شمار صحابہ مدینہ میں تھے. احادیث وتاریخ کی کتابوں
میں موجود ہے کہ باغیوں نے جب مدینہ میں حکومت کا تختہ الٹ دیا تو ابن عمر
نے ان کے پاس جاکر ان سے براءت کا اظہار کیا اور ان باغیوں کو اسلامی و
شرعی سزا سے باخبر کیا یہ بات صحیح مسلم میں موجود ہے اور محمد بن علی حسن وحسین
کے بھائی جس کو محمد بن حنفیہ کہا جاتا ہے بھی مدینہ میں تھے یہ باغی ان کے پاس
بھی گئے ان کو اپنے ساتھ ملانے پر بات کی انہوں نے اس سے انکار کر دیا. اور علی
بن حسین زین العابدین بھی اس وقت مدینہ میں تھے اس کے علاوہ یزید کی فوج
والے بھی مسلمان تھے کیا انہوں نے بھی مسجد نبوی میں اذان وجماعت کا اہتمام
نہیں کیا تھا یہ فاتح قوم تین دن تک بے نماز رہی یا مسجد نبوی کے علاوہ کہیں اور
نماز پڑھتی رہی؟ اور واقعہ حرّہ کے تعلق سے جو مشہور ہے کہ یزید کی فوج نے مسجد
نبوی میں گھوڑے باندھ دئے تھے اس طرح انہوں نے مسجد نبوی کی برملا بے
حرمتی کی یہ بھی جھوٹ ہے مدینہ کے اندر اتنے صحابہ کی موجودگی میں ایسا ہونا
محال ہے.

اور قبر میں سے قرآن پڑھے جانے کی جس روایت کا مفتی عبدالشکور صاحب نے
حوالہ دیا ہے وہ بھی ضعیف ہے اس حدیث کو امام ترمذی نے فضائل القران باب
ما جاء فی سورہ الملک تحفۃ الاحوذی ج ۸ ص ۱۶۱ میں ذکر کر کے کہا ہے یہ حدیث
غریب ہے اس حدیث کی سند میں یحی بن عمرو بن مالک النکری ہے وہ ضعیف
ہے کہا جاتا ہے امام حماد بن زید نے اس کو کذاب کہا ہے (تقریب) صحیح بخاری
کی ایک حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا مقام فوت ہونے کے بعد
جنت ہے دنیا کی یہ قبر نہیں جس میں آپ دفن ہیں.

سمرہ بن جندب کی روایت ہے نبی کریم ﷺ صبح کی نماز کے بعد صحابہ سے پوچھا

کرتے تھے کہ کسی نے خواب دیکھا تو بتاؤ ایک دن آپ نے صحابہ سے پوچھا کسی نے نہیں کہا ہم نے کوئی خواب دیکھا ہے آپ نے فرمایا میں نے خواب دیکھا ہے (اور نبی کا خواب وحی ہوتا ہے) آگے لمبی حدیث ہے. اس کے آخر میں ہے. مجھے جبرئیل اور میکائل نے کہا اوپر دیکھ میں نے اوپر دیکھا تو مجھے سفید بادل کی طرح ایک محل نظر آیا ان دونوں فرشتوں نے کہا یہ ہے آپ کا گھر میں نے کہا مجھے چھوڑ دو میں اپنے گھر کے اندر جاؤں انہوں نے کہا آپ کی ابھی کچھ عمر باقی ہے اس کو پوار کر لینے کے بعد آپ اس گھر میں داخل ہو سکیں گے. (مشکوۃ کتاب الرؤیا) اس حدیث سے ثابت ہوا اللہ کے رسول اللہ ﷺ کا مقام وفات کے بعد جنت ہے اور ان کا مقام وہ گھر ہے جو آپ نے اس خواب میں دیکھا تھا.

اور بخاری و مسلم میں بی بی عائشہؓ کی حدیث میں ہے نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت آخری کلمہ آپ کی زبان پر یہ جاری ہوا . **اللھم الرفیق الاعلیٰ** . مشکواۃ کتاب الفضائل. یا اللہ مجھے رفیق اعلیٰ کی رفاقت عطا فرما۔ اس سے جنت کا مقام مراد ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے بی بی عائشہ فرماتی ہیں.

كان رسول الله ﷺ يقول وهو صحيح انه لن يقبض نبى حتى يرى مقعده من الجنة ثم يتخير قالت عائشة فلما نزل به ورأسه على فخذى غشى عليه ثم افاق فاشخص بصره الى السقف ثم قال اللهم الرفيق الاعلىٰ قلت اذن لايختارنا ، یعنی نبی کریم ﷺ جب صحیح تھے تو فرمایا کرتے تھے ہر نبی کو اس کی وفات سے پہلے اس بات کا اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ جنت کی طرف جانا چاہتا ہے یا کچھ اور دن دنیا میں رہنا پسند فرماتا ہے اور اس کو وفات سے پہلے جنت میں جو اس کا مقام ہے وہ اس کو دکھا دیا جاتا ہے. اور جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو آپ کا سر میری ران پر رکھا تھا اور آپ بیہوش تھے اچانک آپ نے آنکھ کھولی اور فرمایا **اللھم الرفیق الاعلیٰ** یا اللہ مجھے رفیق اعلیٰ کی رفاقت عطا فرما اس وقت میں نے یقین کر لیا کہ آپ اس وقت ہم سے جدا ہونے کو ترجیح دے رہے ہیں،

بی بی عائشہ کا یہ کلمہ کہ آپ ہم سے جدا ہونے کو پسند فرما رہے ہیں اس بات کی دلیل ہے آپ اس وقت بی بی عائشہ کے حجرے میں اپنے روح کے ساتھ زندہ نہیں ہیں کیونکہ آپ اگر اپنی قبر میں جو آپ کے حجرے میں ہی ہے روح کے ساتھ زندہ ہوتے تو بی بی عائشہ کے پاس ہی ہوتے لیکن بی بی فرماتی ہیں کہ آپ نے ہماری رفاقت کو چھوڑنا پسند فرمالیا اس کا مطلب صاف ہے کہ آپ اپنی قبر میں اپنے حجرے میں زندہ نہیں ہیں بلکہ آپ کی روح جنت میں ہے.

(ایک وہم کا ازالہ) عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر کی جگہ جنت کا ٹکڑا ہے اس لئے اس کو روضہ کہا جاتا ہے یعنی جنت کے باغوں میں سے ایک باغ لیکن یہ بات غلط ہے. اور جنت کے باغوں میں سے جس جگہ کو باغ کہا گیا ہے وہ نبی کریم ﷺ کی مسجد کا وہ حصہ ہے جو محراب و منبر سے شروع ہوتا ہے اور

نبی کریم ﷺ کے حجرے کی دیوار تک جاتا ہے آپ کا حجرہ اس میں داخل نہیں ہے .اس وضاحت کے بعد کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ چونکہ نبی کریم ﷺ کی قبر کا حصہ جنت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے اس لئے یہ بات صحیح ہے کہ آپ کی روح اس قبر میں ہو اور جنت میں بھی ہو.

مفتی عبدالشکور صاحب مولوی قاسم نانوتوی صاحب کی کتاب آب حیات کے حوالے سے لکھتے ہیں انبیاء علیہم السلام کو ابدان دنیا کے حساب سے زندہ سمجھیں گے پھر حسب ہدایت ﴿کل نفس ذائقة الموت﴾ (آل عمران : ۱۸۵) ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور آیت ﴿ انك میت وانہم میتون ﴾ (الزمر : ۳۰) آپ بھی فوت ہونے والے ہیں اور یہ لوگ بھی. تمام انبیاء علیہم السلام خاص کر نبی کریم ﷺ کی نسبت فوت کا اعتقاد بھی ضروری ہے میں کہتا ہوں یہ تو ممکن ہے کہ کوئی شخص ایک جہاں میں مردہ ہو اور دوسرے جہاں میں زندہ ہو مگر یہ ممکن نہیں کہ کوئی شخص ایک ہی جہاں کے اندر زندہ بھی ہو اور مردہ بھی اور یہ بات محقق ہے کہ قبر جس کے اندر مردے کے جسم کو دفن کیا جاتا ہے وہ اسی دنیا کے جہاں کے اندر ہے کسی دوسرے جہاں میں نہیں ہے اور مردے کے اسی جسم کو زندہ بھی کہنا اور مردہ کہنا بھی محال ہے.

حالانکہ قبر میں پڑے ہوئے مردے کے جسم کو زندہ کہنے والوں کے لئے مشکل یہ ہے کہ وہ روح کو کوئی مجسم چیز نہیں مانتے روح ان کے مذہب میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو خود بخود بغیر کسی دوسری چیز کے سہارے کے زندہ رہ سکے ان کی اصطلاح میں روح عرض ہے جو ہر نہیں اس لئے لامحالہ روح کے لئے کوئی ایسی چیز ضروری ہے جس کے ساتھ وہ زندہ رہ سکے اور عذاب وثواب کو محسوس کر سکے ان کے مذہب میں روح کی مثال انسانی صفات کی ہے جس طرح کسی کا کالا اور گورا ہونا بخیل وسخی ہونا وغیرہ یہ اعراض ہیں ان کے ثبوت و وجود کے لئے جسم کا ہونا ضروری ہے کیونکہ جسم کے بغیر ان کا وجود وثبوت محال ہے اور صوفیاء کے مذہب میں روح غیر مخلوق ہے ان کے نزدیک امر الٰہی ہے اور امر الٰہی غیر مخلوق ہے مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی دیو بندی صوفی نے قرآنی آیت ﴿ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی﴾ (بنی اسرائیل : ۸۵) کی تفسیر میں روح کے مخلوق نہ ہونے کے ثبوت میں طویل بحث کی ہے جب ان کے ہاں روح غیر مخلوق ہے یا جو ہر نہیں عرض ہے تو لامحالہ روح کے وجود وثبوت کے لئے جسم کا ہونا ان کے مذہب میں ضروری ہے لیکن علماء اہل سنّت کے ہاں روح ایک مستقل مخلوق ہے وہ جسم کے بغیر بھی زندہ رہ سکتی ہے اور کھانے پینے اور چلنے کی صلاحیت رکھتی ہے اس لئے ان کے ہاں اس کے لئے جسم کا ہونا ضروری نہیں ہے اور جسم سے جدا و علیحدہ ہو کر بھی وہ زندہ رہ سکتی ہے اور عذات وثواب کو محسوس کرسکتی ہے۔

قطب الارشاد مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی فرماتے ہیں

عقائد وعلماء دیو بند ص۱۶۲ میں مفتی عبدالشکور صاحب لکھتے ہیں :چونکہ انبیاء علیہ السلام سب کے سب زندہ ہیں اس لئے ان کے آگے وراثت چلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

حالانکہ انبیاء علیہم السلام کے مال ومتاع کا وراثت میں تقسیم نہ ہونا ان کے زندہ ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ حدیث میں اس کی وضاحت ہے کہ وہ مسلمین پر صدقہ ہے. **عن ابی بکرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لانورث ماترکناہ صدقة** (متفق علیہ مشکوۃ مع المرقاۃ ج۱۰ ص۳۲۹) ابوبکر صدیق سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہمارے مال ومتاع کا کوئی شخص وارث نہیں ہوسکتا جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ مسلمانوں پر صدقہ ہے اس وضاحت کے بعد کسی بدعتی کا یہ کہنا کہ آپ ﷺ کے چھوڑے ہوئے ترکے کے وارث نہ ہونے کی وجہ آپ کا زندہ ہونا مردود ہے اسی طرح بعض بدعتیوں کا یہ قول کہ نبی کریم ﷺ کی بیویوں کے نکاح کے حرام ہونے کی وجہ بھی آپ کا زندہ ہونا ہے یہ بھی بے بنیاد وباطل ہے کیونکہ قرآن کریم میں ان بیویوں کے نکاح کے حرمت کی وجہ ان کا مسلمانوں کی مائیں ہونا ہے نہ کہ آپ ﷺ کا زندہ ہونا اللہ تعالی کا رشاد ہے.﴿**وازواجہ امھاتھم**﴾ .(الاحزاب : ٦) یعنی آپ ﷺ کی بیویاں مسلمین کی مائیں ہیں اس وجہ سے ان کے ساتھ کسی مسلمان کا نکاح حرام ہے.

عقیدہ (۸) مفتی عبدالشکور نے لکھا ہے اس زمانہ میں نہایت ضروری ہے کہ چاروں اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید کی جائے بلکہ واجب ہے کیونکہ ہم نے تجربہ کیا ہے کہ ائمہ کی تقلید چھوڑنے کا انجام الحادوزندقہ کے گڑھے میں جاگرنا ہے ہمارے مشائخ اصول وفروع میں امام المسلمین حضرت ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں خدا کرے کے اسی پر ہماری موت ہو اور اس زمرہ ہمارا حشر ہو.المھند ص ۱۷۲۔

میں کہتا ہوں مقلدین اپنے اپنے اماموں کی تقلید کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان اماموں کی پوری باتوں کی تقلید نہیں کرتے ان اماموں کا جو قول ان کی خواہش کے موافق ہو اس کو لے لیتے ہیں اور جو مخالف ہو اس کو چھوڑ دیتے ہیں مثلا مردوں کے سننے کے مسئلہ میں فقہاء حنفیہ کا قول یہ ہے کہ مردے نہیں سنتے لیکن موجودہ حنفی مذہب کے اپنے علماء فقہاء کے اس قول کے برعکس عقیدہ رکھتے ہیں اس مسئلہ میں **الایات البینات فی عدم سماع الاموات** ملاحظہ فرمائیں ان ائمہ حنفیہ نے کسی کی بھی تقلید کو ناجائز کہا ہے کیونکہ ہر مسئلے میں کسی ایک عالم ومجتہد کی تقلید کا مطلب اس کو نبی کا درجہ دینا ہے جیسا کہ نبی کی ہر بات پر عمل واجب الاتباع ہوتا ہے اس طرح کسی امام ومجتہد کی ہر بات کو واجب الاتباع سمجھنا اس کو نبی سمجھنا ہے اس لئے ائمہ حنفیہ امام ابویوسف قاضی نے اپنے استاذ امام ابوحنیفہ کے بعض مسائل کو چھوڑ دیا تھا مبسوط سرخسی ج ۱۲ ص ۲۸ میں

ہے. وكان ابويوسف يقول اولا بقول ابى حنيفه ولكنه لما حج
مع ها رون الرشيد فرأى وقوف الصحابة بالمدينة ونواحيها
رجع فافتى بلزوم الوقف فقد رجع عند ذالک عن ثلاث مسائل
احدها هذه والثاينة تقدير الصاع بثمانيه ارطال والثالثة اذان
الفجر قبل طلوع الفجر . وقف کے مسئلہ میں ابویوسف قاضیؒ پہلے امام
ابوحنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے اور جب اس نے ہارون رشید کے ساتھ حج کیا
اور صحابہ کرام کی وقف کردہ اشیاء کو دیکھا تو پہلے قول سے رجوع کرلیا اور وقف
کردہ چیز کے لزوم پر فتویٰ دیا

ابو یوسف قاضی نے اس موقعہ پر تین مسئلوں سے رجوع کیا پہلا وقف والا مسئلہ
دوسرا صاع کی مقدار کے بارے میں تیسرا صبح سے پہلے اذان کے جواز کا مسئلہ
یعنی پہلے اس اذان کے جائز ہونے کے قائل نہیں تھے اس سے رجوع کر کے
جواز کا فتویٰ دیا امام ابو یوسف کے اس عمل سے ثابت ہوا کہ کسی امام و مجتہد کی
تقلید ہر مسئلہ میں نہیں ہے بلکہ جہاں قرآن وسنّت سے امام و مجتہد کا قول غلط
ثابت ہوجائے وہاں اس قول کا چھوڑنا فرض ہے اور قرآن وسنّت پر عمل ضروری
ہے.

تمام ائمہ اہل سنّت کا اس پر اتفاق ہے تقلید کے فرض نہ ہونے کی زبردست دلیل
امام محمد کے اس قول میں ہے. وقداستبعد محمدؒ قول ابی حنيفة فی
الكتاب لهذا وسماه تحكما على الناس من غير حجة فقال ما
اخذالناس بقول ابى حنيفة واصحابه الابتركهم التحكم على
الناس فاذاكانوا اهم الذين يتحكمون على الناس بغير اثرولاقياس
لم يقلد واهذه الاشياء ولوجازالتقليد كان من مضى من ابى
حنيفة مثل الحسن البصرى وابراهيم النخعى احرى ان
يقلدوا ولم يحمد على ماقال .مبسوط سرخسی ج ۱۲ ص ۲۸ یعنی امام محمد نے
امام ابوحنیفہ کے مسئلہ وقف کو قرآن وسنّت سے بعید سمجھتے ہوئے رد کردیا اور کہا یہ
مسئلہ بغیر دلیل لوگوں پر مسلط کیا گیا ہے امام ابوحنیفہ اور اس کے اصحاب کے
اقوال کو لوگوں نے اس لئے لیا تھا کہ وہ بغیر دلیل لوگوں پر زبردستی نہیں ٹھونسے
جاتے تھے اور اگر یہی ائمہ بغیر دلیل لوگوں پر مسائل ٹھونسنا شروع کردیں. تو ان
کی ہر کسی مسئلے میں تقلید نہیں کی جائے گی اور اگر بغیر دلیل کسی امام و مجتہد کی تقلید
فرض ہوتی تو ان ائمہ سے پہلے لوگوں کی تقلید ضروری ہوتی مثل حسن بصری اور
ابراہیم نخعی کے مؤلف مبسوط کہتے ہیں امام محمد کی اس بات کو حنفی حلقوں میں پسند
نہیں کیا گیا. میں کہتا ہوں کلمہ حق کو کسی زمانہ میں پسند نہیں کیا گیا لیکن ائمہ حق نے
کسی موقعہ پر غلط کہنے سے عار محسوس نہیں کی مگر مقلدین کو کلمہ حق سننے کی جراءت
و ہمت کہاں. اسی مسئلہ تقلید سے متعلق امام محمد ابو یوسف کا یہ اختلافی مسئلہ
ہے. ان دونوں کے اختلافات ان ہی کی زبانی پڑھیے۔

وحکی ان محمد امر بمزبلة فقال هذا مسجد ابی یوسف یریدبه
انه لم یقل بعوده الی ملک الثانی یصیر مزبلة عند تطاول المدة
ومرابویوسف باصطبل فقال هذا مسجد محمد یعنی انه کما قال
یعود ملکا فربما یجعله المالک اصطبلابعدان کان مسجدا .
المبسوط ج ١٢ص ٣٤٣امام محمد کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پر سے گذرے اور کہا یہ
ابو یوسف قاضی کی مسجد ہے اس لئے کہ وہ کہتے ہیں ویران مسجد کی ملکیت مالک
کی طرف دوبارہ نہیں لوٹے گی وہ اس کی ملکیت سے ہر حال میں خارج رہے گی
خواہ وہ مسجد آباد رہے یا ویران ہوجائے اس لئے وہ ویران ہوکر کوڑا کرکٹ کا
ڈھیر بھی بن جائے تب بھی وہ ابو یوسف کے مذہب میں مسجد کے حکم میں رہے
گی.

اورابو یوسف قاضی ایک گھوڑوں کے اصطبل سے گذرے اور کہا یہ امام محمد کی مسجد
ہے یعنی اس لئے کہ وہ کہتے ہیں ویران مسجد کی ملکیت مالک کی طرف دوبارہ
لوٹ جائے گی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ مالک اس مسجد کی جگہ کو اصطبل بنا سکتا
ہے کیونکہ وہ جگہ ابھی مسجد نہیں رہی جب وہ مسجد نہ رہی اور اس کا مالک اس کو
اصطبل بنالے تو امام محمد کے مذہب میں جائز ہوگا.

عقیدہ (٩) ماجاء فی القرآن من الیدوالوجه لله تعالی ولیس
بجارحة هل یجوز اطلاق هذه الاشیاء بالفارسیة قال بعض
المشائخ یجوز اذالم یعتقد الجوارح وقال اکثرهم لا یصح
وعلیه الاعتماد .فتاویٰ الہندیہ عالمگیری ج٢ص٢٥٨. قرآن کریم میں اللہ
تعالی کی صفات میں جو الفاظ آئے ہیں جیسے لفظ ید، وجہ، جو ہاتھ اور منہ کے معنی
میں نہیں ہے ان الفاظ کے مطلق معنی کو تعیین کے بغیر اللہ تعالی کے لئے بولنا
درست نہیں ہے یا نہیں بعض مشائخ حنفیہ کا قول ہے کہ جائز ہے بشرطیکہ اس کا
ظاہری معنی مراد نہ لیا جائے.اور بعض دوسرے مشائخ حنفیہ کا قول یہ ہے کہ ان
الفاظ کا اطلاق اللہ تعالی کی ذات کے لئے بغیر تعیین معنی کے بھی جائز نہیں اور
یہی قول معتبر اور صحیح ہے.

یکفر باثبات المکان لله تعالی فلو قال ازخدا هیچ مکان خالی نیست
یکفر ولوقال الله فی السماء فان قصد به حکایة ماجاء فی ظاهر
الاخبار لایکفرو ان ارادبه المکان یکفر وان لم تکن له نیة
یکفر عندالاکثر وهوالاصح وعلیه الفتویٰ.ویکفر بقوله الله
جلس للانصاف اوقام له بوصفه الله تعالی بالفوق والتحت
ولوقال مرابرآسمان خدااست وبرزمین فلاں یکفر واذاقال خدا
فروازآسمان اوقال ازعرشی فهذکفر عند اکثرهم ج٢ص٢٥٩
عالمگیری.

یعنی اللہ تعالی کے لئے جگہ اور مکان کا عقیدہ رکھنے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے.

اگر کسی نے کہا کہ زمین و آسمان کی کوئی جگہ اللہ تعالی سے خالی نہیں ہے تو اس کلام سے وہ کافر ہو جائے گا .اور اگر کہا اللہ تعالی آسمان میں ہے اس سے اس کی مراد یہ ہو جو قرآن و سنّت میں مذکور ہے اس پر اس کا عقیدہ نہ ہو تو بعض مشائخ کے نزدیک اس سے کافر نہ ہوگا اور اس سے اس کی مراد اللہ تعالی کے لئے مکان و جگہ کا تعین ہو تو اس سے کافر ہو جائے گا اور اگر اس کی کوئی بھی نیت نہ ہو اور یہ لفظ اس نے بول دیا تو بھی اکثر مشائخ حنفیہ کے نزدیک کافر ہو جائے گا یہی قول صحیح ہے

اور مشائخ حنفیہ کا اسی پر فتویٰ ہے .اور اگر کسی نے کہا اللہ تعالی انصاف کے لئے بیٹھا یا کھڑا ہوا یا اللہ تعالی کو اوپر اور نیچے کی جہتوں میں مانا تو کافر ہو جائے گا .

اگر کسی نے کہا میرا خدا آسمان پر ہے اور زمین پر فلاں شخص ہے تو اس کلمہ سے وہ کافر ہو جائے گا .اور اگر کسی نے کہا اللہ تعالی آسمان سے دیکھتا یا کہا عرش سے دیکھتا ہے تو اس کلمہ سے وہ کافر ہو جائے گا ہمارے اکثر مشائخ کے قول ہیں .

عقیدہ (۱۰) مشائخ اور بزرگوں کی روحانیت سے استفادہ اور ان کے سینوں اور قبروں سے باطنی فیوض کا پہنچنا سو بے بیشک صحیح ہے مگر اس طریقہ سے جو اس کے اہل اور خواص کو معلوم ہے نہ اس طرز سے جو عوام میں رائج ہے .المہند ص۱۴۲ .

فرعون کے انا الحق کہنے اور حلاج کے انا الحق کے درمیان کیا فرق ہے

کسی بزرگ نے حضرت حق سے ناز کر کے پوچھا تھا کہ اے اللہ فرعون نے **انـــا ربـکـم الاعلیٰ** میں تمہارا بڑا رب ہوں .کہا اور منصور نے **انـا الحق** (میں حق ہوں) کہا دونوں کا ایک مدلول ہے پھر کیا وجہ ہے کہ ایک مردود ہوا دوسرا مقبول .جواب ارشاد ہوا کہ فرعون نے **انـا ربـکـم الاعلیٰ** ہمارے مٹانے کو کہا تھا اس لئے ملعون ہوا، اور منصور نے انا الحق اپنے مٹانے کو کہا تھا اس لئے مقبول ہوا ۔

ے گفت فرعونے ان الحق گشت پست ☆ گفت منصورے انا الحق گشت مست .

فرعون نے انا الحق کہا مردود ہوا، منصور نے انا الحق کہا مقبول ہوا .

ے رحمۃ اللہ این انا را در وفا .☆ لعنت اللہ آں انا را در قفا .

وفا میں یہ انا اللہ کی رحمت ہے اس انا کے پیچھے اللہ کی لعنت ہے .

منصور کے انا الحق کے یہ معنی تھے کہ میں کوئی شئی نہیں جس کو انا کہا جاتا ہے وہ بھی حق ہے اور فرعون کے انا الحق کے معنی ہے کہ حق جس کو کہا جاتا ہے وہ میں ہی ہوں سوائے میرے کوئی نہیں ہے جواہر حکیم الامت ص ۳۱ ۔

حالانکہ فرعون کے اپنے آپ کو بڑا رب کہنے اور حلاج نے اپنے آپ کو انا الحق کہنے کے مابین کوئی فرق نہیں اس لئے دونوں اس کلمے کے کہنے سے ملعون ہوئے لیکن علماء دیوبند اپنے بدعتی عقیدے کی وجہ سے جو وحدۃ الوجود اور حلول کا عقیدہ ہے حلاج کو ولی اللہ کہنے اور ماننے پر مصر ہیں .

جماعت تبلیغ کے بانی شیخ الیاس کے پیرومرشد رشید احمد صاحب گنگوہی فرماتے
ہیں (منصور کون تھے) اس عنوان کے تحت فتاویٰ رشیدہ ص ۱۰۸ میں یہ پڑھیے۔
بندہ کے نزدیک وہ حسین بن منصور حلاج ولی تھے۔
معلوم ہوا دیوبندی وتبلیغی مذھب میں میں خدا ہوں کہنے والا ولی ہوتا ہے۔

انسان عالم صغیر ہے یا عالم کبیر

ملفوظات مولوی اشرف علی صاحب تھانوی ج ۴ ص ۲۱۷ میں ہے۔
ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حکماء انسان کو عالم صغیر
کہتے ہیں اور صوفیاء عالم کبیر کہتے ہیں خلق السموات والارض اکبر من
خلق الناس میں تصریح ہے انسان کے ضعیف ہونے کی اس صورت میں
حکماء اور صوفیاء کے کلام میں تعارض معلوم ہوتا ہے اور حکماء کی تائید کلام پاک
سے ہوتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ تعارض کچھ نہیں اس لئے کہ انسان میں
دو درجہ ہیں ایک کے اعتبار سے حکماء کا قول صحیح ہے اور ایک اعتبار سے صوفیا
ء کا قول صحیح ہے یعنی مادہ کے اعتبار سے تو انسان عالم صغیر ہے جیسا کہ لفظ خلق
اس پر دال ہے اور روح کے اعتبار سے عالم کبیر ہے اس سے معلوم ہوا مولوی
اشرف علی صاحب کے نزدیک بھی انسان کی روح مخلوق نہیں ہے اور انسان کی
روح روح اعظم ہے اس لئے وہ عالم کبیر ہے اور یہ روح زمین وآسمان سے بڑی
ہے کیونکہ یہ رب تعالی کی تجلی ہے۔

اسی عقیدے کے بناء پر حلاج نے اپنے آپ کو خدا کہا تھا اور جب یہ روح
دیوبندی جماعت کے حکیم الامت کے نزدیک روح اعظم ہے اور غیر مخلوق ہے
اور زمین وآسمان سے بھی بڑی ہے تو پھر یہی انسان باعتبار روح کے خدا ہوا اور
باعتبار بدن وجسم کے بندہ ہوا لہذا انسان ہی خدا و بندہ ہے نعوذ باللہ من ذالک.

صوفی نے دیکھا میں کائنات کو پیدا بھی کرر ہا ہوں اور مار بھی رہا ہوں

فرمایا ایک مرتبہ میں اپنے اسماء وصفات کی طرف متوجہ ہوا تو ننانوے ناموں سے
بھی زیادہ پایا پھر تجسس کیا تو اپنے اسماء وصفات کی کوئی عدد شمار نہ پائی جب اس
مقام پر پہنچا تو اس حالت میں اپنی ذات کو دیکھا کہ کائنات کو پیدا بھی کرر ہا ہوں
اور مار بھی رہا ہوں. ارباب ولایت کبریٰ پر ایسی حالتیں آکر گزرتی رہتی ہیں
انفاس العارفین مؤلفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ص ۲۱۰، یہ قول شیخ ابوالرضا کا
ہے. شاہ ولی اللہؒ نے اس صوفی بزرگ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے. فرمایا ایک دفعہ
میں نے چشم حقیقت سے دیکھا کہ میرا پاؤں بایزید بسطامی کے پاؤں کے ساتھ
باندھ دیا گیا ہے اور بایاں پاؤں سید الطائفہ جنید بغدادی کے پاؤں سے باندھا
گیا ہے اسی عالم میں میں نے شیخ بسطامی کی طرف نگاہ کی تو انہیں غیبت کاملہ کے
مقام پر فائز پایا اور شیخ جنید کی طرف دیکھا تو انہیں بے خودی و مدہوشی سے بے

نیاز زمان ومکان پر حکمران پایا.انفاس العارفین ص۲۱۲ شاہ ولی اللہ نے ان کا یہ ملفوظ بھی نقل کیا ہے.

شیخ یاقوت عرشی کی وجہ تسمیہ

اس عنوان کے تحت شاہ صاحب فرماتے ہیں فرمایا یعنی شیخ ابوالرضا نے فرمایا شیخ یاقوت حبشی کے عرشی کہلانے کی وجہ تسمیہ شاید یہ ہے کہ انہوں نے ارض وسموات اور حدوث و امکان سے گزرکرعرش وحدت مقام وحدت سے دائمی وابستگی حاصل کرلی تھی ورنہ دل کا مستقل طورہی سہی عرش کی طرف متعلق ومتوجہ ہونا کوئی کمال نہیں کیونکہ اہل تصوف کا پہلا قدم ماسوائے حق اور جملہ عرش و مافیہ کے خیالات سے گزرجانا ہے کاتب الحروف شاہ ولی اللہ کے نزدیک یہ بھی ممکن ہے کہ شیخ یاقوت کی نسبت عرشی کے ساتھ اس سبب سے نہ ہو کہ ان کے علم کا حدود اربعہ ان کی بلند ہمتی کے سبب عرش حق ہے کیونکہ یہ بات بھی ان کے کمال کی نفی کرتی ہے بلکہ یہ نسبت ان معنوں میں ہو کہ تجلی ذات حق کے بعد وہ اورعرش ایک ہوکر رہ گئے .اس مناسبت سے کہ عرش حق کی طرح ان کا وجود بھی انوار و تجلیات حق کا مظہراتم بن گیا انفاس العارفین ص۲۱۳-۲۱۲.

اس ملفوظ کا خلاصہ یہ ہے کہ یاقوت حبشی کوعرشی کہنے کی وجہ بقول شاہ ولی اللہ یہ نہیں کہ اس نے زمین وآسمان سے گزرکرعرش سے دائمی تعلق پیدا کرلیا تھا بلکہ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ عرش کی طرح اللہ تعالی کی تجلیات کا مکمل مظہر بن گیا

یعنی یہ حبشی اورعرش اوراللہ تعالی سب ایک ہوگئے.نعوذ باللہ من ذالک.

صوفی تلخ وبدبودار چیزوں کوانتہائی لذت وخوشی سے استعمال کرلیتا ہے

شاہ ولی اللہ انفاس العارفین ص۲۱۴ میں زیرعنوان : بشری خصوصیات کی خصوصیات لکھتے ہیں فرمایا لڑائی جھگڑا صلح پسندی غصہ اوراس قسم کی تمام بشری خصوصیات مختلف قویٰ کے باہمی امتزاج سے پیدا ہوتی ہیں اور سلوک اور مراتب ولایت انہیں قوتوں کے ٹکراؤ سے ظہور پذیر ہوتے ہیں اور انسانی مزاج کی انہی مختلف النوع قوتوں سے کام لینے کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیج کر انسانوں کو تکالیف شرعی کا پابند بنایا گیا ہے اس کے ثبوت میں کہا جاسکتا ہے کہ عارف بعض اوقات تلخ و بدبودار چیزوں کو بھی انتہائی لذت اور خوشی سے استعمال کرلیتا ہے اس وجہ سے کہ وہ اپنے بعض بشری قویٰ سے دستبردار ہو چکا ہوتا ہے.اس ملفوظ سے معلوم ہوا صوفیت انسان کے ہوش وحواس کھوجانے اور اس کے پاگل اور احمق ہوجانے کا نام ہے اسی وجہ سے یہ صوفی غلیظ گندی و بدبودار چیز کوخشبودار اورمزے دار سمجھ کرکھا جاتا ہے.

اس وجہ سے صوفی پاخانہ کوحلوہ سمجھ کرمزے سے ہضم کرجاتا ہے صوفی امت کے حکیم الامت امدا المشتاق ص۱۰۱ میں فرماتے ہیں ایک موحد سے (یعنی وحدة

الوجود کے عقیدے والے سے) لوگوں نے کہا کہ اگر حلوہ اور غلیظ گوہُ ایک
ہیں تو دونوں کو کھاؤ انہوں نے بشکل خنزیر ہو کر گوہ کھالیا پھر بصورت آدمی ہو کر
حلوہ کھالیا اس کو حفظ مراتب کہتے ہیں جو واجب ہے اشرف علی صاحب اس پر
یہ حاشیہ چڑھاتے ہیں قولہ انہوں نے بشکل خنزیر ہو کر گوہُ کھالیا، اقول اس کی
معترض کی غباوت کے سبب اس تکلف وتصرف کی ضرورت پڑی ورنہ جواب
ظاہر ہے کہ یہ اتحاد مرتبہ حقیقت میں ہے نہ احکام وآثار میں.

صوفی اللہ تعالی کو دنیا میں اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح مومنین قیامت میں دیکھیں گے.

شاہ ولی اللہ انفاس العارفین ص ۲۱۵ میں فرماتے ہیں فرمایا اہل اللہ کو دنیا میں وہ
کچھ حاصل ہوتا ہے جو کہ دوسروں کو قیامت میں عطا ہوگا وہ ذات باری کو
واشگاف واشکال سے منزہ بالکل روز قیامت میں دیدار حق کی طرح دنیا میں
اچکتی ہوئی بجلی کی صورت میں دیکھتے ہیں اور ان میں سے بعض اس سے بھی
زیادہ اور کچھ متواتر دیدار عام کرتے ہیں.

لفظوں کے پجاری علماء

اس عنوان کے تحت شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں فرمایا میں نے عرفاء وعلماء کی ایک بڑی
مجلس میں مسئلہ وحدت الوجود ثابت کر دکھایا عقائد متکلمین پر مبنی عبارات کے
حوالے پیش کیے اور عقلی ونقلی دلائل دیئے مگر اس تمام بحث کے دوران وحدۃ
الوجود کی اصطلاح کو ذکر نہیں کیا انہوں نے تمام دلائل قبول کر لئے گویا خلاصہ یہ
نکلا کہ لفظوں کے پجاری علماء کا اکثر تعصب لفظوں سے ہوتا ہے انفاس
العارفین ص ۲۱۷ .اس سے صاف عیاں ہے کہ شاہ ولی اللہ بھی وحدۃ الوجود کے
قائل تھے۔

مسئلہ توحید خالی کتابوں سے حل نہیں ہوتا

اس عنوان کے تحت شاہ صاحب لکھتے ہیں فرمایا یعنی شیخ ابوالرضا نے فرمایا توحید
کے موضوع پر لکھی گئی کتابوں کا مطالعہ ریاضت وانجذاب کے بغیر فائدہ نہیں
پہنچاتا کیونکہ کتابوں کا مطالعہ عملی مشق کے بغیر تیر کے سوا تیر چلانے کے مترادف ہے
بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ان رسائل سے مطلوب کی تائید ہو جاتی ہے انفاس
العارفین ص ۲۱۷۔

میں کہتا ہوں اس ملفوظ سے تبلیغی جماعت کے خروج کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے
کیونکہ یہ جماعت تعلیم وتعلم ودرس تدریس کے مراکز کو چھوڑ کر خروج پر زور دیتی
ہے اس کی وجہ اس ملفوظ میں بیان ہوئی ہے کہ خالی کتابوں کے پڑھنے سے توحید
منکشف نہیں ہوتی یعنی وحدت الوجود والی توحید یہ توحید ریاضت ومجاہدت
انجذاب یعنی بشری حدود وقیود سے نکل کر عالم سکر ومدہوشی میں پہنچ کر اس توحید
کا انکشاف ہوتا ہے اس بات کے ثبوت میں کہ صوفی کا دوسرا نام احمق ومجنوں

ہے یہ ملفوظ پڑھیئے شاہ صاحب انفاس العارفین ص ۲۱۷ میں لکھتے ہیں.
فرمایا ایک روز میں نے وضو کرنا چاہا کہ اسی دوران کچھ غنودگی سی طاری ہوگئی بعد میں میرے دل میں یہ القاء ہوا کہ یہ مدت غنوگی نوسوہزار برس کے برابر تھی کاتب الحروف (یعنی شاہ صاحب) کہتا ہے کہ طویل تر زمانوں کو ایک پل کی صورت میں پانا دراصل فنا کے حقیقت میں مل جانے سے پیدا ہوا۔
......الخ صوفی کا یہ ملفوظ اس کے ہوش وحواس میں ہونے کی حالت میں ناممکن ہے ایک پل ایک پل ہوتا ہے. اس کو ہزار برس کہنا کسی مجنوں کی بڑ کے سوا اور کیا ہے.

صوفی کا نور جہنم کو ٹھنڈا کر دے گا.

ولی اس دنیا میں جلایا جاتا ہے اور تلوار سے قتل کیا جاتا ہے مگر روز قیامت اس کا معاملہ اس کے برعکس ہوگا آگ بزبان حال پکاری گی. بجز **یا مومن فان نورک یطفی لھبی**. اے مومن جلدی گزر جا کہ تیرے نور کی لپیٹ میرے شعلے کی بھڑک کو ٹھنڈا کر رہی ہے. انفاس العارفین ص ۲۱۸ یعنی صوفی اپنے وحدت الوجود - اناالحق - میں خدا ہوں کے عقیدے کی وجہ سے اسلامی سزا پا کر دنیا میں قتل کیا جائے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اپنے اس عقیدے کی بنا پر حقیقی طور پر مرتد ہو جاتا ہے بلکہ وہ اس دعویٰ کے باوجود روز قیامت ایسے مقام پر ہوگا کہ جہنم پکار کر کہے گی اے مومن جلدی گزر جا کیونکہ تیرے نور نے میری حرارت کو ٹھنڈا کر دیا ہے.

کشف ذات

شاہ صاحب انفاس العارفین ص ۲۲۸ پر لکھتے ہیں.
حضرت شیخ نے فرمایا جس کے سامنے سے پردے اٹھ گئے ہوں تو وہ اپنے پروردگار کو اپنی روح میں دیکھتا ہے اور اسی کو کشف ذات کہتے ہیں۔
صوفی کا یہ بیان اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے عقیدے میں اس کی روح خداوند تعالی کی روح ہے یعنی اس کی مخلوق روح نہیں بلکہ رب تعالی کی اپنی ذاتی روح ہے اس اعتبار سے یہ صوفی اپنے باطن میں خداوند تعالی ہے۔
نعوذبالله من ذالك.

ہمہ اوست

شاہ صاحب انفاس العارفین ص ۲۳۱ میں فرماتے ہیں قدماء میں کسی کا شعر ہے.
رق الزجاج ورقت الخمر شیشہ وشراب دونوں شفاف و باریک ہیں یعنی مظاہر جو کہ بمنزلہ شیشہ کے ہیں صاف وشفاف ہے اور محبوب مستور جو کہ بمنزلہ شراب کے ہے وہ بھی غایت درجہ شفاف ہے. **فتشابھا وتشاکل الامر**. تو دونوں میں ایسی مشابہت پیدا ہوگئی کہ تمیز کرنا مشکل ہوگیا. اور صفائی و باریکی کے لحاظ سے ایک دوسرے کے رنگ میں اس طرح ظاہر ہوا کہ لوگوں کی نظروں کے لئے

مشکل آن پڑی فکانما خمر لا قدح جیسے شراب ہے شیشہ نہیں گویا کہ شراب ہے جو منجمد ہے اور پیانے کے وجود نہیں و کانما قدح و لا خمر، گویا پیانہ ہے شراب نہیں اور اس طرح کسی نے کہا ہے.

ان شئت قلت حق لاخلق و ان شئت قلت خلق لاحق

اگر تو چاہے تو کہے کہ حق ہے خلق نہیں اور اگر چاہے تو کہے کہ خلق ہے حق نہیں. یہ بھی وحدۃ الوجود پر مشتمل کلمات ہیں.

اللہ کی طرف سب سے قریب راستہ

بغیر داڑھی-خوبصورت-نابالغ لڑکوں کی طرف دیکھنا ہے.

شاہ صاحب انفاس العارفین ص۲۳۲ میں لکھتے ہیں.

کسی نے حضرت شیخ کی خدمت میں بعض متصوفین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

اقرب الطرق الی اللہ رؤیۃ الامارد.

آپ کے اس قول کی تشریح میں فرمایا کہ شاید ان کی مراد یہ ہو کہ کائنات کی تمام محسوس اشیاء میں-امارد- بے ریش لڑکوں کی شکل و مشابہت بہت متناسب ہوتی ہے اور ان کی جانب نفس کا میلان بھی زیادہ ہوتا ہے اس اعتبار سے امارد میں رؤیت حق کا مشاہدہ زیادہ آسانی کے ساتھ ہوسکتا ہے اور جن مشائخ نے اس کو برا جانا ہے ان کے پیش نظر یہ خطرہ موجود تھا کہ امارد کو دیکھنے سے سالک عالم شہادت ہی میں محدود ہو کر رہ جاتا ہے اور کئی دیگر آفات کے خدشے کی بنا پر جمال حقیقی سے مشرف نہیں ہو پاتا حضرت شیخ نے مسکرا کر فرمایا کہ امارد میں خون ہی تو ہوتا ہے جو حسن کی صورت میں جلوہ گر ہوتا ہے اگر ان کا خون خارج کر دیا جائے تو کوئی ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے.

حقیقت محمدیہ- جسے تم محمد کہتے ہوں وہ ہمارے نزدیک خدا ہے

شاہ ولی اللہؒ انفاس العارفین ص۲۳۴ میں لکھتے ہیں. فرمایا کبھی تکرار کلمہ لا الہ الا اللہ یا محض جذبے سے ہی توحید شہودی کے تصور کا معنی حاصل ہو جاتا ہے مگر اس کا اعتبار نہیں عین القضاۃ ہمدانی کی اس شطح کہ. آں را کہ شما خدا میدانید نزدیک ما محمد است آنکہ شما محمدﷺ میدانید نزدیک خدا ست. جسے تم خدا جانتے ہو میرے نزدیک وہ محمدﷺ ہے اور جسے تم محمدﷺ کہتے ہو وہ میرے نزدیک خدا تعالی ہے. کہ بیان میں فرمایا چونکہ آنحضرت حضرت وجود (اللہ تعالی) کا آئینہ اور اس کا مظہر اتم ہے اور حقیقت محمدیہ تعیین اول و جامع تعنیات و مظاہر ہے اور تمام کائنات کا ظہور ان کے نور سے ہوا ہے اس اعتبار سے عین القضاۃ ہمدانی نے مذکورہ بات کی ورنہ حضرت وجود (اللہ تعالی) تو ہر ذرے میں یکساں طور پر جلوہ گر ہے اور وحدت معنی کے باوجود تکرار لفظ تو محض تفنن عبارت ہے.

اس ملفوظ کی شرح کی ضرورت نہیں اس میں وحدت الوجود اور محمدﷺ کے خدا

ہونے میں صاف اور واضح ہے یہی ہر صوفی کا عقیدہ ہے.

صوفیاء کے قول سید عبدالقادر جیلانی کی مجلس میں انبیاء واولیاء تشریف لایا کرتے تھے کا مطلب

شاہ صاحب انفاس العارفین ص ۲۴۸ میں فرماتے ہیں سید عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ کی مجلس میں انبیاء کرام واولیاء عظام تشریف لایا کرتے تھے کی تاویل میں فرمایا کہ حضرت عبدالقادر حقیقت روح جو کہ تمام کائنات میں جاری وساری ہے سے واصل تھے اس لئے آپ اسی مرکز ومنبع ہدایت سے گفتگو وعظ وتبلیغ فرمایا کرتے تھے جہاں سے دوسرے اولیاء کرام یا انبیاء فیضان حاصل کرتے ہیں. اس بات کو تسامح کے ساتھ اس طرح بیان کیا گیا کہ آپ کی مجلس میں انبیاء کرام تشریف لاتے تھے.

اس ملفوظ میں دو باتیں قابل غور ہیں (۱) عبدالقادر جیلانی صاحب اس حقیقت روح سے واصل تھے جو تمام کائنات میں جاری وساری ہے. (۲) یہی روح مرکز ہدایت ومنبع فیضان ہے.

اس سے کون سی روح مراد ہے یہ رب تعالی کی روح ہے جو مخلوق نہیں یہی روح تمام کائنات کی متصرف اور کنٹرول کرنے والی ہے اور یہ روح تمام کائنات کی حیات بھی ہے اس روح سے دنیا کی ہر چیز زندہ ہے اور یہی روح یکساں طور پر تمام کائنات میں جاری وساری ہے یعنی انسانوں وجنات وملائکہ وشیاطین و حیوانات مثل کتوں وخنزیروں اور گدھوں میں ایک ہی روح ہے اور یہ روح امر الہی ہے جیسا کہ مولوی شبیر احمد عثمانی صاحب دیوبندی کے کلام میں گذر چکا ہے اس ملفوظ میں کہا گیا ہے کہ عبدالقادر جیلانی صاحب اس جگہ سے علوم وفیوض لیتے تھے جہاں سے انبیاء لیتے ہیں اس لئے وہ ہمارے نبی محمد ﷺ کے لائے دین سے کچھ لینے کے محتاج نہیں تھے وہ اس قرآن کے تابع بھی نہیں تھے اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث ان کے لئے ہدایت کا باعث نہیں تھی **نعوذ باللہ من الضلال** یہ ہے صوفیت کی حقیقت.

شاہ ولی اللہ اور صوفیت

شاہ ولی اللہؒ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ مذکورہ حوالہ جات جو صوفیت اور عقیدہ وحدت الوجود یا وحدۃ الشہود پر دلالت کرتے ہیں یہ ان کی وہ تحریرات ہیں جو ان کے حج پر جانے سے پہلے انہوں نے لکھی تھی اور حج سے واپس آنے کے بعد انہوں نے ایسی تمام باتوں سے رجوع کر لیا تھا اور وہ صحیح العقیدہ ہو گئے تھے یہ بات میں نے جماعت اہل حدیث سے تعلق رکھنے والے احباب سے سنی لیکن یہ تحریرات جو میں نے نقل کی ہیں ان کی کتاب انفاس العارفین سے ماخوذ ہیں اور انفاس العارفین ان کی حج کے بعد کی تالیف ہے اس کتاب کے آخر میں وہ لکھتے ہیں۔

اس بارہ سال کے عرصے کے بعد میرے سر میں حرمین شریفین کی زیارت کا سودا سمایا ۱۱۴۳ھ کے اواخر میں حج کی سعادت سے مشرف ہوا اور ۱۱۴۴ھ میں مجاورت مکہ مکرمہ زیارت مدینہ شیخ ابوطاہر قدس سرہ اور دوسرے مشائخ حرمین سے روایت حدیث کا شرف حاصل کیا اسی دوران حضرت سید البشر علیہ افضل الصلوات واتم التحیات کے روضہ اقدس کو مرکز توجہ بنا کر فیوض حاصل کئے علماء حرمین اور دیگر لوگوں کے ساتھ دلچسپ صحبتیں رکھیں اور شیخ ابوطاہر سے خرقہ جامعہ حاصل ہوگیا جو بلاشبہ تمام اسلامی خرقوں کا جامع ہے اسی سال کے آخر میں فریضہ حج ادا کیا ۱۱۴۵ھ میں عازم وطن ہوا اور اسی سال بروز جمعہ ۱۴ رجب المرجب صحیح سالم وطن پہنچ گیا اس سے تھوڑا آگے ان کے یہ الفاظ ہیں اور طریقۂ سلوک جو خدائے بزرگ و برتر کے نزدیک بہت پسندیدہ ہے اور جسے اس دور میں رائج ہونا ہے وہ مجھے الہام کیا گیا جسے میں نے اپنے دو رسالوں لمعات اور الطاف القدس میں قلم بند کردیا ہے۔

شاہ صاحب کے یہ الفاظ اور طریقہ سلوک صوفیت کے طریقے کی طرف اشارہ کرتے ہیں شاہ صاحب کی کتاب انفاس العارفین سے تو یہی مترشح ہوتا ہے کہ وہ اس کتاب کی تالیف تک طریقہ صوفیاء پر تھے ہاں البتہ مسائل فقہیہ میں شاہ صاحب نے محدثین کے مذہب کو ترجیح دی ہے اور تقلید کو انہوں نے ترک کردیا تھا اس بات کا ذکر اس کتاب میں بھی ہے. ان کے الفاظ یہ ہیں مذاہب اربعہ اور ان کے اصول فقہ کی کتابوں اور ان احادیث جن سے وہ استدلال کرتے ہیں کے مطالعہ کے بعد مجھے نور بصیرت سے معلوم ہوا کہ فقہاء محدثین کی روش ہی اختیار کی جائے بہرحال شاہ صاحب سے یہ تو ثابت ہوگیا کہ آپ طریقہ صوفیت پر تھے اور اگر کسی جگہ سے یہ ثابت ہو جائے کہ شاہ صاحب نے اس طریقے سے رجوع کرلیا تھا تو فبہا ورنہ ان کو اسی راستے کا سالک سمجھا جائے گا. شاہ صاحب کے علاوہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور امام غزالیؒ کو بھی اسی راستے پر گامزن پایا گیا ہے صاحب کتاب الکشف عن حقیقۃ الصوفیاء نے ان دنوں بزرگوں کی کتابوں سے ثابت کیا ہے کہ یہ حضرات بھی صوفیت کے طریقے پر تھے شاہ ولی اللہؒ کی طرح شیخ عبدالقادر جیلانی کے بعض مسائل کی وجہ سے جن میں انہوں نے محدثین کے مسلک کو ترجیح دی ہے بعض لوگوں نے ان کو صحیح العقیدہ سمجھ لیا ہے حالانکہ یہ بات ان کے عقیدہ صوفیت پر نہ ہونے کی دلیل نہیں صوفیت کا تعلق اعتقادی مسائل سے ہے اس لئے کسی شخص کا صوفی و وحدت الوجود اور وحدت الشہو دوالے عقیدے پر ہونا اور اس کا آمین بالجہر و رفع یدین پر عمل کرنا اور امام کے پیچھے سورہ الفاتحہ پڑھنا دو متضاد امر نہیں ہو سکتے.

الکشف عن حقیقۃ الصوفیاء کی پانچویں فصل میں صوفیوں کی تکفیر کا عنوان قائم کیا ہے اس فصل میں انہوں نے ان صوفیوں کا ذکر کیا ہے جن کے کافر ہونے پر علماء اسلام نے فتویٰ دیئے تھے. اس فصل میں انہوں نے لکھا ہے.

ابو یزید بسطامی کو ان کے شہر سے سات بار جلا وطن کیا گیا.اور ذوالنون مصری کو مصر سے ہتھکڑیاں لگا کر بغداد لایا گیا ان کے ساتھ گواہوں کی ایک جماعت تھی جنہوں نے ان کے زندیق ہونے کی شہادت دی.

اسی طرح ایک اور صوفی سمنون المحب کے بارے میں خلیفے نے ان کی گردن مارنے کا حکم جاری کیا.اور مشہور صوفی ابو سعید الخزاز پر علماء وقت نے کفر کا فتویٰ لگایا اور زندیقیت والحاد پر حلاج کو قتل کردیا گیا.

اور جنید بغدادی پر بہت دفعہ کفر کا فتویٰ لگایا گیا مگر انہوں نے فقہی مسائل میں پڑ کر اپنے آپ کو صوفی نہیں فقیہ ظاہر کیا اور اپنے باطن میں صوفیت کو چھپالیا اس بنا پر قتل سے بچ گئے.

علماء اسلام نے سبکی کے اوپر کتنی بار کفر کا فتویٰ لگایا امام ابوبکر نابلسی کو مغرب سے ہتھکڑیاں لگا کر نکالا گیا مصر میں بادشاہ کے سامنے شہادتیں دی گئیں زندہ حالت میں اس کا چمڑا اتارا گیا پھر قتل کیا گیا یا قتل کے بعد اس کا چمڑا ادھیڑا گیا.

علماء اسلام نے امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم کو جلادیا اور اس کے اوپر کفر کا فتویٰ لگایا گیا امام غزالی کی کتاب کے جلانے کے فتویٰ دینے والے قاضی عیاض اور امام ابن رشد جیسے علماء وفقہا تھے ابوالحسن شاذلی کو مغرب سے نکال دیا گیا اور مصر کے شہر اسکندریہ کے گورنر کو علماء نے لکھا کہ ایک زندیق مغرب سے تمہاری طرف آنا چاہتا ہے.

اور شیخ احمد بن رفاعی پر کفر والحاد فتویٰ لگایا گیا اور شہاب الدین سہروردی (یحی بن حبش) کو حلب میں زندیق ہونے پر قتل کردیا گیا شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ کی قبر کو اکھیڑ کر اس کی ہڈیاں نکالی گئیں اور دریائے دجلہ میں پھینک دی گئیں.

یہ لوگ جن کا ذکر ہوا اور زندیقیت وکفر والحاد کے عقیدے کی بنا پر قتل کئے گئے ان میں سے بہت آج دنیا کی نگاہوں میں بڑے اولیاء سمجھے جاتے ہیں ان کا تذکرہ اولیاء پر لکھی گئی کتابوں میں ملتا ہے ظاہر ہے جو لوگ ان کو اولیاء وبزرگان سمجھتے ہیں وہ انہیں کی طرح زندیقیت والحاد کا عقیدہ رکھتے ہیں مثال کے طور پر مشہور زندیق ابن عربی الصوفی مؤلف فصوص الحکم اور فتوحات المکیۃ کو جماعت تبلیغ کے امام وپیشوا مولوی زکریا صاحب تبلیغی نصاب وفضائل اعمال میں شیخ قدس سرہ لکھتے ہیں اور حلاج جیسے ملحد وزندیق کو دیوبندیوں کے پیرو مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰۸ میں ولی اللہ لکھا ہے.

اولیاء میں صدیق کے درجے تک پہنچنے کے لئے زندیق ہونا شرط ہے

شیخ ظفر احمد صاحب عثمانی دیوبندی اعلاء السنن ج۳ ص۲۱ میں لکھتے ہیں.

قلت و العجب العجاب ان بعض المحدثين قداتهموه بالكذب ولقد صدق من قال ان الرجل لايبلغ درجة الصديقين حتى يرميه

سبعون صديقا مثله بالكفر والزندقة وهكذا سنة الله فى اولياء .
بڑے تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض محدثین نے حسن بن زیاد لولوی پر کذاب
ہونے کی تہمت لگائی ہے سچ کہا اس نے جس کا یہ قول ہے کوئی شخص اولیاء میں
صدیقوں کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا جب تک ستر صدیق اولیاء اس کے اوپر
کفر وزندیق ہونے کی تہمت نہ لگا دیں اللہ کے اولیا میں اس کی یہی سنّت جاری
وساری ہے مولوی ظفر احمد صاحب عثمانیؒ کے اس بیان سے واضح ہے کہ کسی شخص
کے صدیقین کے درجے تک پہنچنے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ ایسے اعمال کرے
جو شریعت اسلامیہ میں کفر وزندیقیت تک ہوں ان کفر والحاد کے اعمال کر لینے
کے بعد ایک صدیق کے فتویٰ سے کہ وہ زندیق ہے صدیق نہیں
بنے گا بلکہ ستر صدیقیوں کی اس قسم کی شہادت درکار ہوگی .
یہ حسن بن زیاد لولوی امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں میں سے ہے حنفی مذہب کے
بڑے فقہاء میں اس کا شمار ہوتا ہے حافظ ابن حجرؒ نے لسان المیزان میں ج ۲
ص ۲۰۹ یہ لکھا ہے امام ابوداؤدؒ حسن بن علی الحلوانی سے نقل کرتے ہیں . میں نے
حسن بن زیاد لولوی کو نماز میں دیکھا جب وہ سجدہ میں گیا تو اپنے برابر والے
لڑکے کا بوسہ لیا اور احمد بن سلیمان الرہاوی کہتے ہیں میں نے اس کو دیکھا نماز
پڑھتے ہوئے جب وہ سجدہ میں جاتا تو برابر والے لڑکے کے رخسار کی چٹکیاں لیتا
یعنی بے ریش لڑکے کے رخساروں پر ہاتھ پھیرتا یہ عمل زیادہ تر لوطی (لوط علیہ
السلام کی قوم کا عمل کرنے والے) کرتے ہیں .

اولیاء اللہ اپنی ولایت چھپانے کے لئے گناہ کرتے ہیں

مولوی اشرف علی صاحب نے امداد المشتاق ص ۳۹ میں لکھا ہے . ایک شخص نے
حاضرین سے عرض کیا کہ صوفی کون ہے اور ملامتی کون فرمایا صوفی وہ ہے کہ سوائے
اللہ کے دنیا وخلق سے مشغول نہ ہو اور رد وقبول مخلوق کی پرواہ نہ کرے اور مدح وذم
اس کے نزدیک برابر ہو اور ملامتی وہ ہے کہ نیکی کو چھپائے اور بدعت کو
ظاہر کرے یعنی لوگوں کے سامنے عبادت میں مشغول نہ ہو بلکہ اس کے مقابلے
میں برائی میں مشغول ہو اس لئے صوفیاء عشق و معاشقہ میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں
غیر محرم عورتوں اور بے ریش لڑکوں کے ساتھ برائی میں مشغول رہتے ہیں .
الکشف عن حقیقۃ الصوفیاء ص ۳۵۵ میں ہے فرقہ ملامتیہ حمدون القصار کی طرف
منسوب ہے یہی اس کا بانی ہے اور اس فرقے کی نشو ونما حمدون القصار کے
شاگرد عبداللہ بن منازل سے ہوئی یہ شخص ۳۲۹ - یا ۳۳۰ ھ میں نیشاپور میں
فوت ہوا . یہ فرقہ اپنے آپ کو ملامت کرنے کی وجہ سے ملامتیہ کہلاتا ہے اس
فرقے کے لوگ شریعت کی مخالفت کے کام کرتے ہیں جانوروں کے ساتھ برا
فعل کرنا ، شراب پینا افیون اور نشہ آور چیزوں کا استعمال کرنا چوری کرنا ان کے
معمولات ہیں ۔ یہ لوگ اس طریقے سے اپنی ولایت اور صدیقیت کو چھپاتے
ہیں .

فہرست مضامین

مقالات اہل الضلال من اصحاب دیوبند وفضائل اعمال

یعنی

دیوبندی اور تبلیغی جماعت کا تباہ کن صوفیت کا عقیدہ

مؤلف:

مولانا عطاء اللہ ڈیروی

معلومات ورابطہ:

http://www.ahya.org